سُنّیِ بہشتی زیور

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا ولینذروا

تو کیوں نہ ہو ایک کہ ان کی ہر بڑی جماعت سے ایک چھوٹی جماعت نکلے جو دین کی سمجھ حاصل کرے

(سورۃ یونس ۱۰/۱۲۲)

سنہری بہشتی زیور

مع سبز عکسی صفحات

(حصہ اول تا پنجم)

خواتین کیلئے اسلامی نظام کے مطابق زندگی گزارنے کا نصاب

جو خواتین کامیاب ترین زندگی گزارنے کی خواہش رکھتی ہیں وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں

تصنیف

خلیلِ ملت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہٗ العزیز

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر کاپی رائٹ نمبر 8904 کے تحت محفوظ ہیں

نام کتاب ❁ سُنی بہشتی زیور (اوّل تا پنجم)

تصنیف ❁ مولینا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی قدس سرہٗ

تصحیح ونظر ثانی ❁ مولینا محمد ابراہیم فیضی

مطبع ❁ ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

طبع باراوّل ❁ 1981ء

الطبع الثالث ❁ فروری 2001ء

ہدیہ ❁ 240/= روپے

ناشر

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 0092-42-7312173 - 7123435

فیکس نمبر 0092-42-7224899

ای۔میل Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at:faridbookstall.com

فہرست

سنی بہشتی زیور

♦

حصّہ اوّل

نصاب عقائد برائے طالبات
ثانویہ عامہ وثانویہ خاصہ

♦

حصّہ دوم

نصاب فقہ برائے
طالبات ثانویہ عامہ

♦

حصّہ سوم

نصاب فقہ برائے
طالبات ثانویہ عامہ

حصّہ اوّل

- عرض مولف ____ 17
- پیش لفظ ____ 19
- کچھ مولف کے بارے میں ____ 21
- ذات وصفات باری تعالیٰ کا بیان ____ 26
- نبوت کا بیان ____ 29
- سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مبارکہ ____ 33
- آسمانی کتابیں اور صحیفے ____ 36
- ملائکہ کا بیان ____ 38
- جن کا بیان ____ 41
- تقدیر کا بیان ____ 42
- موت وقبر کا بیان ____ 44
- علامات قیامت کا بیان ____ 47
- امام مہدی کا ظاہر ہونا ____ 48
- دجال کا ظاہر ہونا ____ 49
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانا ____ 50

- یاجوج ماجوج کا خروج ـــــ 52
- دھوئیں کا پیدا ہونا ـــــ 53
- مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا ـــ 53
- دآبتہ الارض کا نکلنا ـــــ 54
- قیام قیامت کا بیان ـــــ 54
- حشر ونشر کا بیان ـــــ 55
- آخرت کے چند احوال وشفاعت ـــ 58
- اعمال نامہ ـــــ 61
- میزان ـــــ 61
- حساب ـــــ 62
- صراط ـــــ 63
- حوض کوثر ـــــ 64
- دیدار الٰہی ـــــ 65
- جنت کا بیان ـــــ 66
- دوزخ کا بیان ـــــ 68
- اعراف کا بیان ـــــ 70
- ذبح موت کا بیان ـــــ 70
- ایمان وکفر کا بیان ـــــ 71
- خوب یاد رکھنا چاہیے ـــــ 74
- نفاق کا بیان ـــــ 75
- گمراہ فرقے ـــــ 77
- قادیانی ـــــ 79
- بابی ـــــ 80
- چکڑالوی ـــــ 82
- نیچری ـــــ 82
- رافضی ـــــ 83
- خارجی ـــــ 84
- بدعت سیئہ وحسنہ ـــــ 90
- ضروری تنبیہ ـــــ 92
- گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا بیان ـــ 93
- ایک گناہ صغیرہ ـــــ 94
- دوسرا گناہ کبیرہ ـــــ 94
- مسلمان مرد اور بیبیاں یاد رکھیں کہ ـــــ 95
- صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ـــ 97
- اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ـــ 100
- ولایت کا بیان ـــــ 102
- پیران طریقت ـــــ 106
- اور ایسے پیروں سے بدتر ہیں وہ نام نہاد پیر ـــــ 108
- آداب المریدین ـــــ 109
- دعائے خیر ـــــ 111

حصہ دوم

- طہارت کا بیان ——— 112
- چند ضروری اصطلاحیں ——— 113
- وضو کا بیان ——— 114
- چند احادیث کریمہ ——— 114
- فقہی احکام ——— 115
- متفرق مسائل ——— 117
- وضو کی سنتیں ——— 118
- وضو کے مستحبات ——— 119
- وضو کرنے کا مسنون طریقہ ——— 120
- وضو کے مکروہات ——— 121
- وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان ——— 122
- وہ صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا ——— 123
- وضو کے متفرق مسائل ——— 124
- ضروری نہایت ضروری ——— 125
- وضو کی دعائیں ——— 126
- متفرق مسائل ——— 128
- غسل کا بیان ——— 129
- چند احادیث کریمہ ——— 129
- فقہی احکام ——— 130
- غسل کی احتیاطیں ——— 132
- غسل کی سنتیں ——— 133
- غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے ——— 134
- متفرق مسائل ——— 135
- کس پانی سے وضو و غسل جائز ہے اور کس سے نہیں ——— 137
- کنوئیں کا بیان ——— 139
- چند اور مسائل متعلقہ ——— 143
- آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کا بیان ——— 144
- متفرق مسائل ——— 145
- تیمّم کا بیان ——— 146
- چند احادیث کریمہ ——— 147
- فقہی احکام ——— 147
- متفرق مسائل ——— 148
- تیمّم کا مسنون طریقہ ——— 150
- کچھ اور مسائل ——— 150
- موزوں پر مسح کا بیان ——— 152
- مسح سے متعلق چند احادیث کریمہ ـ 153

- "اقوال ائمہ ملت" ——— 154
- مسائل ضروریہ ——— 155
- اعضائے وضو پر مسح کرنے کے مسائل ——— 159
- حیض کا بیان ——— 160
- حیض کے مسائل ——— 160
- نفاس کا بیان ——— 164
- حیض ونفاس سے متعلق احکام ——— 166
- ضروری نہایت ضروری ——— 171
- استحاضہ کے احکام ——— 171
- نجاست کا بیان اور اسکے احکام ——— 173
- متفرق مسائل ——— 175
- نجس چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ ——— 177
- استنجے کے متعلق چند مسائل ——— 179
- نماز کے وقتوں کا بیان ——— 180
- متفرق مسائل ——— 181
- اذان واقامت کا بیان ——— 183
- ضروری اشد ضروری ——— 186
- اذان واقامت سے متعلق چند فقہی مسائل ——— 188
- فائدہ نفیسہ ——— 192
- نماز کی شرطوں کا بیان ——— 193
- نماز پڑھنے کا طریقہ ——— 197
- نماز کے فرائض ——— 201
- نماز کے واجبات کا بیان ——— 204
- نماز کی سنتوں کا بیان ——— 206
- نماز کے مستحبات ——— 207
- جماعت وامامت کا بیان ——— 207
- ترک جماعت کے اعذار ——— 209
- امام کسے بنایا جائے؟ ——— 209
- تنبیہ جلیل ——— 211
- مسلمان ہرگز ایسے کو امام نہ بنائیں جو ——— 212
- نماز کے بعد کے ذکر ودعا ——— 213
- نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان ——— 213
- وہ چند چیزیں جو نماز میں مکروہ تحریمی ہیں ——— 215
- چند وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ تنزیہی ہیں ——— 216
- نماز وتر کا بیان ——— 217
- سنتوں اور نفل نمازوں کا بیان ——— 218

- قضا نماز کا بیان ——— 219
- پردہ سے متعلق چند آیات و احادیث ——— 221
- پردے کے متعلق چند احکام ——— 224
- شوہر کے حقوق ——— 226
- بیوی کے حقوق ——— 230
- چہل احادیث ——— 233
- اولاد کی تعلیم و تربیت ——— 237

حصہ سوم

- نفل نمازوں کا بیان ——— 240
- تحیۃ الوضوء ——— 240
- نماز اشراق ——— 241
- نماز چاشت ——— 241
- صلوٰۃ الاوّابین ——— 241
- نماز تہجد ——— 241
- نماز استخارہ ——— 242
- صلوٰۃ التسبیح ——— 244
- نماز حاجت ——— 245
- سجدۂ سہو کا بیان ——— 246
- بیمار کی نماز کا بیان ——— 250
- سجدۂ تلاوت کا بیان ——— 252
- سجدۂ شکر کے بعض مواقع ——— 255
- نماز مسافر کا بیان ——— 255
- چند نفیس فائدے ——— 257
- جمعہ کا بیان ——— 259
- چند حقائق ——— 260
- چند فضائل ——— 262
- چند ضروری مسائل ——— 265
- بعض دیگر مسائل ——— 267
- جمعہ کے دن یا رات میں مرنے کے فضائل ——— 270
- عیدین کا بیان ——— 271
- چند احادیث کریمہ ——— 273
- مسائل فقہیہ ——— 273
- نماز عید کی ترکیب ——— 275
- تنبیہہ ——— 276
- رویت ہلال یعنی چاند دیکھنے کا بیان ——— 277
- مسائل متعلقہ ——— 279
- تنبیہہ ضروری ——— 282

- بیماری کا بیان ـــــ 283
- مریض کی عیادت ـــــ 285
- بیماریوں کا علاج ـــــ 286
- موت آنے کا بیان ـــــ 288
- میت کا غسل وکفن ـــــ 291
- مسئلہ ضروریہ ـــــ 297
- نماز جنازہ اور قبر و دفن سے متعلق بعض مسائل ـــــ 298
- تنبیہہ ضروری ـــــ 299
- عورتوں کیلئے زیارت قبور ـــــ 300
- ایک سچی حکایت ـــــ 301
- تنبیہہ ضروری ـــــ 304
- تعزیت کا بیان ـــــ 304
- سوگ اور نوحہ کا بیان ـــــ 307
- شہادت کا بیان ـــــ 310
- ایصال ثواب کا بیان ـــــ 311
- ایصال ثواب کے غلط طریقے ـــــ 317
- شب برات کا حلوہ ـــــ 317
- رجبی شریف ـــــ 318
- فاتحہ عشرۂ محرم ـــــ 318
- نذر غوث اعظم ـــــ 319
- طعام میت ـــــ 320
- والدین کے حقوق وفات پا جانے کے بعد ـــــ 322
- زکوٰۃ کا بیان ـــــ 324
- مسائل زکوٰۃ ـــــ 327
- صدقہ فطر کا بیان ـــــ 330
- روزے کا بیان ـــــ 331
- چند مسائل ـــــ 333
- روزے کی قضا ـــــ 334
- وہ حالتیں جن میں روزہ نہیں جاتا ـــــ 337
- سحری وافطار ـــــ 338
- روزہ نہ رکھنے کی اجازت ـــــ 339
- روزہ توڑنے کا کفارہ ـــــ 341
- نفلی روزے ـــــ 342
- عشرۂ محرم ـــــ 342
- نفیس فائدہ ـــــ 343
- فضائل عاشوراء ـــــ 344
- پندرہویں شعبان کا روزہ ـــــ 346
- شش عید کے روزے ـــــ 347
- ۲۷ رجب کا روزہ ـــــ 347
- ایام بیض کے روزے ـــــ 348

- پیر اور جمعرات کے روزے ـــــ 348
- بعض اور دنوں کے روزے ـــــ 348
- چپ روزہ ـــــ 349
- نفلی روزہ توڑنا ـــــ 350
- منت کے روزے ـــــ 351
- حرام روزے ـــــ 351
- اعتکاف کا بیان ـــــ 352
- چند مسائل متعلق باحکام اعتکاف ـــ 355
- لیلۃ القدر کے فضائل واعمال ـــ 359
- علماء کرام فرماتے ہیں کہ ـــــ 363
- شب قدر کا اہتمام اور شب بیداری ـــ 364
- شب بیداری کا مفہوم ـــــ 365
- حج کا بیان ـــــ 366
- ضروری مسائل ـــــ 367
- عورت کے ہمراہ سفر میں محرم کا ہونا شرط ہے ـــــ 368
- حج بدل ـــــ 369
- حج میں عورت کے مخصوص احکام ـــ 371
- ایک ضروری نصیحت ـــــ 373
- سفر مدینہ طیبہ ـــــ 375
- تنبیہ ـــــ 376
- ضروری نہایت ضروری ـــــ 378
- ہدایت ـــــ 378

حصہ چہارم

- نکاح کا بیان ـــــ 379
- اسلام میں نکاح ـــــ 379
- عورت اسلام سے پہلے ـــــ 383
- ایجاب وقبول ـــــ 385
- ایجاب وقبول گواہوں کے روبرو ہونا ـ 387
- محرمات کا بیان ـــــ 389
- نسب ـــــ 389
- مصاہرت یعنی سسرالی رشتے ـــ 390
- ضروری مسائل جن کا تعلق مصاہرت سے ہے ـــــ 390
- جمع بین المحارم ـــــ 392
- غیر مسلمہ سے نکاح ـــــ 392
- عورت کا کسی دوسرے کے نکاح یا عدت میں ہونا ـــــ 394
- رضاعت یعنی دودھ کے رشتے ـــ 395
- نکاح میں ولایت اور وکالت ـــ 397

- فقہی مسائل ـــــ 398
- کفو کا بیان ـــــ 401
- عورت کا حق مہر ـــــ 405
- مہر کی قسمیں ـــــ 407
- چند متفرق مسائل ـــــ 408
- طلاق کا بیان ـــــ 410
- طلاق ابغض المباحات ہے ـــــ 412
- عورتوں کی اصلاح کی تدبیریں ـــــ 413
- اعتذار ـــــ 416
- تنبیہہ ضروری ـــــ 417
- چند فقہی مسائل ـــــ 417
- طلاق رجعی، بائن اور مغلظہ ـــــ 420
- تین طلاقوں کے بعد ـــــ 420
- رجعت کا مسنون طریقہ ـــــ 421
- حلالہ کی صورت ـــــ 422
- ایلاء اور ظہار کا بیان ـــــ 423
- مسائل فقہیہ ـــــ 426
- خلع کا بیان ـــــ 429
- لعان کا بیان ـــــ 430
- زوجہ مفقود کا بیان ـــــ 433
- عدت کا بیان ـــــ 434
- ضروری نہایت ضروری ـــــ 437
- بچہ کی پرورش کا بیان ـــــ 439
- نفقہ کا بیان ـــــ 442
- عورت کا نفقہ ـــــ 443
- نابالغ اولاد کا نفقہ ـــــ 446
- ماں باپ وغیرہ کا نفقہ ـــــ 446
- مجالس خیر کا بیان ـــــ 447
- میلاد شریف ـــــ 447
- خلفاء راشدین کیلئے مجالس وعظ ـــــ 449
- عشرہ محرم میں مجلس وعظ ـــــ 449
- عقیقہ اور ختنہ سے متعلق چند مسائل ـ 450
- کسی ولی کے نام کی چوٹی اور ایسی ہی دوسری خرافات ـــــ 452
- زینت کا بیان ـــــ 454
- شوہر کیلئے بناؤ سنگھار ـــــ 455
- گھنگرو والے زیورات ـــــ 456
- چست لباس ـــــ 456
- ناخن کاٹنا ـــــ 457
- سر کے بال تراشنا ـــــ 458
- بزرگوں کی تصویریں ـــــ 459
- نعل اقدس اور روضہ انور کے نقشے ـــــ 459

- گڑیاں کھیلنا ـــــ 459
- اصلاح الرسوم ـــــ 460
- ایک شرعی قانون ـــــ 461
- دولہا کو بنانا سنوارنا ـــــ 462
- دلہن کو مائیوں بٹھانا ـــــ 462
- نبوٹ کھیلنا ـــــ 462
- شادی میں ٹال مٹول ـــــ 463
- بلائے قرض ـــــ 464
- ڈھول تماشا گانا بجانا ـــــ 465
- ناچ باجا ـــــ 466
- اور آہ صد آہ ـــــ 468
- فلمی ریکارڈنگ ـــــ 469
- آتش بازی ـــــ 470
- طاق بھرنا ـــــ 471

حصّہ پنجم

- فضائل ومسائل درود شریف ـــــ 473
- چند مسائل ـــــ 475
- قرآن مجید پڑھنے کے فضائل و آداب ـــــ 476
- آداب تلاوت ومسائل قراءت ـــــ 478
- مسئلہ ضروریہ ـــــ 482
- دعا اور اس کے فضائل وآداب ـــــ 482
- قبولیت دعا کے اوقات ـــــ 485
- بشارتیں ـــــ 486
- مفید نہایت مفید ـــــ 486
- قسم اور اس کے کفارہ کا بیان ـــــ 487
- فائدہ جلیلہ ـــــ 491
- حدود اور تعزیرات (جُرم و سزا) کا بیان ـــــ 492
- قابل حفظ فائدہ جلیلہ ـــــ 492
- فقہی مسائل متعلق بہ زنا ـــــ 495
- حد قذف کا بیان ـــــ 496
- تعزیر کا بیان ـــــ 498
- ایک نفیس فائدہ ـــــ 500
- شراب نوشی کی حد کا بیان ـــــ 500
- چند مسائل متعلقہ ـــــ 502
- تنبیہ ـــــ 503
- مرتد کا بیان ـــــ 504
- تنبیہ ضروری ـــــ 505
- ارتداد سے متعلق چند احکام ـــــ 506

- ضروری نصیحت ____ 507
- چند غلط فہمیوں کا ازالہ ____ 508
- پہلا مکر ____ 508
- دوسرا مکر ____ 509
- تیسرا مکر ____ 511
- چوتھا مکر ____ 512
- ایک اور نصیحت ____ 514
- چند کفریہ کلمات ____ 516
- لقطہ کا بیان ____ 521
- لقطہ کے مناسب کچھ اور مسائل ____ 523
- فائدہ ____ 525
- مفقود کا بیان ____ 525
- خرید وفروخت کا بیان ____ 526
- فائدہ ضروریہ ____ 527
- ایک نفیس دعا ____ 528
- کسب حلال کی فضیلت ____ 528
- مسائل متعلقہ ____ 529
- خیار رویت کا بیان ____ 531
- خیار عیب کا بیان ____ 533
- بیع باطل وبیع فاسد کا بیان ____ 535
- بیع فاسد وباطل کی چند صورتیں ____ 536
- فائدہ نفیسہ ____ 537
- بیع مکروہ کا بیان ____ 541
- مسائل متعلقہ ____ 542
- خرید وفروخت کے متفرق مسائل ____ 545
- قرض کا بیان ____ 547
- ضروری فہمائش ____ 551
- متفرقات ____ 552
- یادداشت کیلئے گرہ لگانا ____ 552
- پاؤں میں ڈورا باندھنا ____ 552
- گلے یا بازو میں تعویذ ____ 553
- لکھا ہوا دسترخوان ____ 554
- وعدہ خلافی ____ 555
- نظر بد سے حفاظت ____ 555
- غیر مسلموں کے استعمالی برتن ____ 555
- قصے کہانی سننا سنانا ____ 556
- عربی زبان ____ 556
- جہیز کی ایک صورت ____ 557
- ہولناک باتیں ____ 558
- شرکت کا مال ____ 558
- بچوں کے لیے تحائف ____ 558
- نابالغ ونابالغہ ____ 559

- جھوٹ غیبت معنوی نجاست ہیں ـــ 559
- ایک دوسرے کے مال میں تصرف ـــ 560
- تہمت کی جگہ ـــــــــ 560
- پیروں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ ـــ 560
- کھریا، ملتانی مٹی وغیرہ ـــــ 561
- چہرے پر کالک لگانا ـــــــــ 561
- اپنے حق کیلئے دوسرے کا مال دبانا ـــ 561
- غیبت کی اجازت ـــــــــ 561
- غیبت کی بعض صورتیں ـــــ 562
- ٹڈی، جوں، چیونٹی وغیرہ ـــــ 563
- جھوٹا پانی ـــــــــ 564
- رشوت کی ایک صورت ـــــ 564
- نقالوں گویوں کا انعام ـــــ 564
- ماں باپ کا نام لینا ـــــــــ 564
- شوہر کا نام لے کر پکارنا ـــــ 564
- مرنے کی دعا کرنا ـــــــــ 565
- زلزلہ کے وقت ـــــــــ 565
- طاعون سے بھاگنا ـــــــــ 565
- کافر کیلئے دعائے مغفرت ـــــ 565
- پرندوں کے گھونسلے ـــــــــ 566
- ہم بستری کے وقت کلام وغیرہ ـــ 566
- نماز عشاء سے پہلے اور بعد ـــــ 566
- نجومیوں کے ڈھکوسلے ـــــــ 566
- مظلوم سے معافی ـــــــــ 567
- ماہ صفر یا تیرہ تیزی ـــــــــ 567
- ذی قعدہ یا خالی کا مہینہ ـــــ 568
- روزمرہ زندگی سے متعلق چند اور مسائل ـــــــــ 568
- تانبے اور مٹی کے برتن ـــــ 568
- جوتا پہنے کھانا ـــــــــ 569
- روٹی کے چار ٹکڑے کرنا ـــــ 569
- پان میں تمباکو کا استعمال ـــــ 570
- بیڑی سگریٹ حقہ ـــــــــ 570
- کبوتر پالنا ـــــــــ 570
- اندھے سے پردہ ـــــــــ 571
- کانٹے چھری سے کھانا کھانا ـــــ 571
- کھانا کھاتے وقت ایک غلط رواج ـــ 572
- آگ اور پانی کا منع کرنا ـــــ 572
- پانی پینے کی اسلامی تہذیب ـــــ 573
- تسمیہ خوانی پر چاندی کا قلم وغیرہ ـــ 574
- دس سال کا لڑکا لڑکی ـــــــــ 574
- خالی مکان میں جانا ـــــــــ 574

- سلام کا غلط جواب ——— 574
- چھینک بدفالی نہیں ——— 575
- چھت پر چڑھنا ——— 575
- غاصب کوڑھی ہوکر مرے گا ——— 575
- عاریت امانت ہے ——— 575
- ہدیہ کی واپسی ——— 575
- دوسرے کے برتنوں کا استعمال ——— 576
- قطب شمالی کی طرف پاؤں کرنا ——— 576
- تنکے سے خلال ——— 576
- امام ضامن کا پیسہ ——— 576
- ام الصبیان سے حفاظت ——— 577
- جھولا جھولنا ——— 577
- کامدار جوتا ——— 577
- عصر کے بعد کھانے سے پرہیز ——— 577
- سونے چاندی کے برتن ——— 577
- آرائش وزیبائش ——— 578
- سونے چاندی کے بٹن ——— 578
- سرخ، سبز اور سیاہ کپڑے ——— 578
- تنگ پاجامے ——— 578
- بغیر سلام کیے کلام کرنا ——— 579
- چھینک کے آداب ——— 579
- اسلامی تہذیب کے چند ابواب ——— 579
- کھانے پینے کے آداب ——— 580
- چلنے پھرنے کے آداب ——— 585
- مجلس کے آداب ——— 587
- گفتگو اور ملاقات کے آداب ——— 589
- سونے کے آداب ——— 591
- خوشی اور غم کے آداب ——— 592
- ہمسائیگی (پڑوسی) کے آداب ——— 593
- متفرق آداب ——— 595
- جماہی اور چھینک ——— 596
- قہقہہ مارنا ——— 596
- قبلہ رو تھوکنا ——— 597
- خواب کی تعبیر ——— 597
- مکان میں جانے کیلئے اجازت ——— 597
- بددعا ——— 598
- صلہ رحمی ——— 598
- بڑا بھائی، چچا اور خالو ——— 598
- میلے کپڑے ——— 599
- خودداری ——— 599
- نیک کام پر ہمیشگی ——— 599
- اسباب فقر وتنگدستی ——— 599
- خود کردہ را علاج نیست ——— 606
- اسباب غناء وفراخ دستی ——— 609
- دعائے خیر ——— 610

عرضِ مؤلف

اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان کہ اس نے مجھ جیسے بے مایہ و بے بضاعت کو یہ توفیق خیر رفیق عطا فرمائی کہ اس فقیر نے مایۂ علم و حسن سے کورا ہونے کے باوجود ہماری نماز کی تالیف کے بعد مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے چند سال قبل "ہمارا اسلام" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی جو پانچ حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصّہ شعبۂ عقائد و شعبۂ اعمال پر منتظم۔

جس وقت یہ کتاب شائع ہوئی اس وقت اس ہیچمداں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ کتاب عوام و خواص میں اس قدر مقبول و پسندیدہ ہوگی جس کا اندازہ اساطینِ دین و ملت و علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کی اس قدر افزائی سے ہوتا ہے جو ان کی زبانِ حق ترجمان اور قلمِ حق رقم سے وقتاً فوقتاً ظہور میں آیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

انہیں ایّام میں اس سرتاپا بے بضاعت سے بعض احباب نے تقاضا کیا کہ فقہی مسائل پر مشتمل میں ایک ایسی کتاب بھی ترتیب دوں جس سے عام مسلمان عورتیں استفادہ کر سکیں اور جس میں طہارت و نماز کے مسائل خصوصاً ایسے نہج پر لکھے جائیں کہ عام حالات میں یہ کتاب ان کی صحیح رہنمائی کر سکے اور بہترین رفیق ثابت ہو۔

یہ ہیچمداں کہ حقیقتاً علمائے کرام کی خاک پا کے برابر بھی نہیں اپنی اہم مصروفیتوں کے باوجود، اپنے اساتذہ کرام و مشائخ عظام کی عنایاتِ بے غایات کی بدولت جو اس فقیر پر مبذول رہی ہیں اور آج بھی رہتی ہیں۔ اپنی سی کوششوں میں کامیاب ہوا اور "بہارِ

نسواں" المعروف "سنی بہشتی زیور" کے نام سے یہ کتاب ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ اس فقیر کو اس مقصد میں کہاں تک کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ اہلِ علم فرمائیں گے۔

فروری ۱۹۷۴ء کو یہ کتاب پہلی مرتبہ، سنی باب الاشاعت کراچی ۳۱ سے شائع ہوئی اور صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں ہاتھوں ہاتھ گئی۔ احباب کے تقاضے بڑھے کہ اس میں اور اضافہ کیجئے۔ قارئین نے اصرار کیا کہ اس کی ضخامت بڑھائیے۔ ادھر درس و تدریس کی مصروفیات میں تنہا اور کار بسیار۔ ابھی اسی تردد و کشمکش میں تھا کہ ایک موذی مرض کے حملہ کا شکار ہو گیا اور مہینوں اس کی زد میں رہا۔

بزرگوں کی دعاؤں نے دوبارہ طاقتور کیا۔ زندگی بخشی۔ چراغ سحری جھلملا رہا تھا کہ پھر روشن ہو گیا۔ غرض "بہارِ نسواں" میں اضافے کی نیت سے قلم اٹھایا اور پھر میرے اساتذہ و مشائخ کرام کا کرم اور ان کا التفاتِ تام تھا کہ توفیقِ الٰہی سے کام سنورا اور سنورتا ہی چلا گیا۔

فذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

قارئین سے پھر التماس ہے کہ فقیر گناہ گار کے حق میں دعائے خیر فرمائیں کہ مولائے کریم خاتمہ بالخیر فرمائے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس فقیر کو آگاہ فرمائیں۔

والسلام!

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی المارہروی

۸ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

پیش لفظ

فاضل مؤلف حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی مدظلہ العالی صدر المدرسین شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ، سندھ کے علمائے اہلِ سُنّت میں ممتاز ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہیں جس سے اکثر علماء غافل ہیں۔ حضرت مولانا زید لطفہ نے پہلے "ہمارا اسلام" اور اس کے بعد "بہارِ نسواں" لکھ کر مسلمان عورتوں، بچوں اور مردوں کے لیے اپنی معلومات کا ایک وافر ذخیرہ فراہم کیا اور وقت کی اہم ضرورت کو پورا فرمایا۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ اس سے کوئی جماعتی غرض مقصود نہیں جیسا کہ بعض علمائے نے عورتوں اور بچوں کے لیے انہی موضوعات پر کتابیں لکھ کر چوری چھپے اپنے عقائد کی اشاعت کی ہے اور معصوم بچوں، بے گناہ عورتوں کو گناہ گار بنایا ہے۔

آج کل نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں کو بھی دینی مسائل سے واقفیت کی اشد ضرورت ہے۔ حال یہ ہے کہ علماء و صوفیاء کے گھرانوں میں بھی تہذیب جدید نے اپنا پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ اور نئی پود کے جوان مرد اور عورتیں دینی مسائل سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں اوروں کا تو ذکر ہی کیا۔ ایسے نازک وقت میں حضرت مؤلف مدظلہ نے عورتوں پر احسان عظیم فرمایا اور یہ مختصر رسالہ تالیف فرمایا جس کو وہ عورتیں بھی پڑھ سکتی ہیں جو امور خانہ داری میں مصروف رہتی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو غم روزگار میں گرفتار مردوں کے دوش بدوش چلنے کی آرزومند ہیں۔ اتنی فرصت دونوں کو میسر آسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہمارا ظاہر و باطن پاک رکھنا چاہتا ہے اور یہ نوع انسانی پر اس کا زبردست احسان ہے۔ پاکی و طہارت دراصل حسن و جمال کا دوسرا نام ہے جو طاہر نہیں، جمیل ہو نہیں سکتا۔ اسلام مرد سے زیادہ عورت کے حسن کی حفاظت چاہتا ہے اس لیے اس کو پوشیدہ رہنے پر زور دیا گیا ہے کہ ہر قیمتی اور حسین شے پوشیدہ ہی رہے تو مناسب ہے اس لیے اسلام نے معاش کا سارا بوجھ مرد پر ڈالا ہے اور عورت کو مستغنی رکھا تاکہ وہ دل رُبا و دل پذیر رہے۔ مرد کے ذوق و شوق اور قوت عمل کی محرک بنے۔ عورت و مرد چھکڑے کے دو بیل نہ ہوں بلکہ اسلام چاہتا ہے کہ وہ ایک گلشن کے گل و بلبل ہوں۔ ایک محفل کے شمع و پروانہ ہوں۔ اور ایک آسمان کے آفتاب و ماہتاب ہوں۔ تو یہ کتاب جمال ظاہری کے ساتھ ساتھ جمال باطنی کو برقرار رکھنے کے لیے لکھی گئی ہے اور جب تک یہ حاصل نہ ہو ظاہری جمال باقی رہ نہیں سکتا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مؤلف دامت برکاتہم العالیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا مبارک سایہ قائم و دائم رکھے۔ تاکہ علم و دانش کا یہ چشمہ جاری رہے اور بھولے بھٹکے ہدایت پاتے رہیں۔

(آمین اللھم آمین)

محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ کالج سکرنڈ (ضلع نواب شاہ سندھ)

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۷۸ء

کچھ مؤلف کے بارے میں

نام

محمد خلیل خاں بن عبدالجلیل خاں بن اسمٰعیل خاں بن سردار خاں بن فیض اللہ خاں لودھی۔

ابتدائی زندگی

جولائی ۱۹۲۰ء میں ضلع علی گڑھ کی مشہور ریاست دادوں سے ملحق موضع کھیری میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ عمر شریف چھ روز ہی ہوئی کہ والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ دادا صاحب نے پرورش میں لیا۔ لیکن وہ بھی جلد ہی رخصت ہوگئے، جس کے بعد آپ والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنی ننھیال مارہرہ شریف تشریف لے آئے، یہاں آکر والدہ ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں۔ ابھی آپ عمر کے اس حصّہ کو نہ پہنچے تھے کہ جہاں نیک و بد کا شعور ہو۔ چنانچہ چچا صاحب نے اپنی تربیت میں لیا۔ "مارہرہ شریف" ضلع ایٹہ کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ جہاں سلسلہ قادریہ کے مشائخ کرام کا فیض صدیوں سے جاری ہے۔ مفتی صاحب موصوف مارہرہ شریف کے محلّہ کمبوہ میں "افغان روڈ" پر اقامت پذیر ہوئے۔ وہاں کے دستور کے مطابق آپ نے بھی انگریزی تعلیم حاصل کی اور اوائل ۱۹۳۴ء میں انگریزی مڈل اچھی پوزیشن میں پاس کیا

اسی دوران آپ نے ڈیڑھ سال کا عرصہ اپنے چچا صاحب کے ہمراہ حیدر آباد سندھ میں بھی گزارا۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے قصبہ سے باہر حصول علم کے لیے نہ جاسکے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ چنانچہ ریاست مینڈو کے مدرسہ یوسفیہ عربیہ میں چھ ماہ تک گلستان بوستان پڑھی، جس کے بعد تقدیر کشاں کشاں آپ کو پھر ریاست دادوں لے آئی۔

آپ کے نانا کرم خاں صاحب مولانا عبدالرحمٰن خاں صاحب مرحوم کے برادر حقیقی تھے، اور مولانا مرحوم مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمتہ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ گویا علم دین آپ کو انہیں حضرت کی وراثت ہاتھ آیا۔

۹ مارچ ۱۹۳۵ء ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ آپ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں عربی کی پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ یہ مدرسہ نواب ابوبکر خاں صاحب نے قائم کیا تھا۔ پہلے ہی امتحان میں آپ اپنی جماعت میں اول رہے اور بعد میں ہر امتحان میں یہی پوزیشن حاصل کرتے رہے۔[1] دو سال کے عرصہ بعد ہی حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مدرسہ کی تعلیمی سرپرستی قبول فرمالی اور یہ دور مدرسہ کا شاندار دور تھا۔ ۱۳۵۹ھ میں درجہ مولوی اور ۱۳۶۱ھ میں عالم کی سند اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ آپ مدرسہ کے ممتاز طلبہ کی صف میں شامل تھے۔ شعبان ۱۳۶۳ھ میں آپ نے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی اور اسی سال رسمِ دستار بندی عمل میں آئی۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے سند حدیث عنایت فرمائی۔

بیعت و خلافت

زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ کا خیال تھا کہ حضرت حجتہ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کریں۔ لیکن وقتاً فوقتاً تین مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ جامع مسجد برکات مارہرہ شریف میں حضرت آج العلماء وارث

[1] زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ مدرسین کی کمی کی وجہ سے صدر الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ نے چند کتب تدریس کے لیے موصوف کے سپرد کیں۔

الاکابر الاسیاد بالا تحقاق والا نفراد مولانا الشاہ محمد میاں صاحب قدس سرہ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی زمانہ میں مارہرہ شریف حاضر ہو کر اپنا نام غلامانِ برکات میں شامل کرالیا۔ حضرت اقدس کے خلیفہ و جانشین حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب نے حضرت اقدس کے ایماء پر ان کے وصال کے بعد سندِ خلافت عطا فرمائی۔ بعدہ، صاحبزادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم العالیہ نے قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ اذکار و اوراد و اشغال و اوفاق و اعمال اور "النور والبہاء" کے تمام مذکورات کی اجازت کے ساتھ سلسلہ قادریہ رضویہ کی خصوصاً اور دیگر سلاسل کی عموماً سندِ خلافت عطا فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہ العالیٰ حضرت صدر الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں شامل تھے حتیٰ کہ خود حضرت نے اپنی کتاب "بہار شریعت" میں مفتی صاحب کا ذکر کیا ہے۔

پاکستان میں آمد

فراغت کے بعد آپ مارہرہ شریف میں رہے اور حالات کی کشاکش کی بناء پر ترک وطن کر کے ۲۳ شعبان ۱۳۷۱ھ میں پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ میرپور خاص اور پھر کراچی میں ایک سال تک رہے۔ بعد ازاں حاجی محمد عمر صاحب برکاتی کے مشورے پر حیدر آباد منتقل ہو گئے، جہاں حاجی صاحب موصوف نے مفتی صاحب کے لیے ایک مکان حاصل کر لیا تھا۔ اسی زمانہ جولائی ۱۹۵۲ء میں سید جعفر حسین شاہ صاحب مرحوم کی نگرانی و سرپرستی میں دار العلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی۔ اس وقت دار العلوم سندھ میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ مفتی صاحب موصوف کے دست مبارک سے اب تک تقریباً ترانوے طلبہ درجۂ حدیث سے سند فراغ حاصل کر چکے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف کے دست مبارکہ سے ہزاروں طلبہ سند حدیث حاصل کر چکے ہیں۔ مفتی محمد خلیل خان صاحب قادری کا وصال ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (۱۸ جون ۱۹۸۵ء) کو افطار کے وقت حیدر آباد میں ہوا۔ نماز جنازہ میں کم و بیش بیس ہزار افراد

نے شرکت کی، خانوادۂ غوثیہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت سخی عبدالوہاب شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ شریف جیلانیہ کے احاطہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی اور آپ کا مزار پُر انوار مرجع عوام و خواص ہے۔ زائرین ہر لمحہ فاتحہ خوانی کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح قادری سلسلہ کے یہ فقیہ، قادری درگاہ میں قادریوں کے ساتھ جا ملے۔ مفتی صاحب موصوف "مفتیٔ اعظم سندھ، بلوچستان" کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ علماء و احباب نے آپ کو "خلیل ملت" کا خطاب دیا۔ خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ رضویہ سے آپ کو "خلیل العلماء" کا لقب عطا ہوا۔ مفتی صاحب نے اپنے وصال تک آخری سانس کو بھی دین متین کی خدمت کے لیے وقف رکھا۔ آپ نے جو فتاویٰ جاری فرمائے ان کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہیں۔ آپ نے تقریباً ساٹھ کتب تصنیف و ترجمہ فرمائیں۔ قرآن کریم کے سترہ (۱۷) پاروں کی تفسیر "خلاصۃ التفاسیر" کے نام سے لکھی۔ آپ کی ایک تصنیف "ہمارا اسلام" نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی جو ملک و بیرون ملک، بہت سے اسکولوں میں نصاب میں شامل ہے، اس کتاب کے ہزاروں ایڈیشن ملکی و غیر ملکی ناشرین، انجمنوں اور اداروں نے شائع کیے اور کئی بار مفت تقسیم ہوئے۔ اس کتاب کا ترجمہ سندھی، ڈچ اور انگریزی میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ آپ کی چند مزید مشہور کتب میں زیر نظر کتاب سنی بہشتی زیور، عقائد الاسلام، ترجمہ سبع سنابل، نور علیٰ نور (ترجمہ سراج العوارف)، الصلوۃ، چادر اور چاردیواری، شرح فیصلہ ہفت مسئلہ، حکایات رضویہ، ہماری نماز، روشنی کی طرف شامل ہیں۔ آپ کی آخری تصنیف "موت کا سفر" بھی نہایت عمدہ کتاب ہے جو موت کی تیاری سے متعلق آداب وغیرہ پر مشتمل ہے۔

مفتی صاحب اپنی رائے میں بڑے صائب تھے، ایک بار جو قول فرما دیا کبھی اس سے رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اہلِ حیدر آباد پر آپ کا یہ احسان ہمیشہ رہے گا کہ آپ نے ان کی اصلاح کے لیے ہمیشہ، حق کا اظہار، برملا فرمایا، امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کو والہانہ انسیت و محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں جگہ جگہ رضویت کی تازگی، بہار دکھاتی نظر آتی ہے۔

مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک سچے نعت گو شاعر بھی تھے، آپ کا ایک دیوان پاکستان آتے ہوئے راستہ میں ضائع ہو گیا۔ دوسرا دیوان موجود ہے جس کی اکثر نعتیں مختلف رسائل کی زینت بن چکی ہیں۔

پیش کردہ

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی

مہتمم دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد

شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں، ۲ جنوری ۱۹۹۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا بیان

(۱) **عقیدہ:** اللہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ احکام میں اور نہ اسماء میں۔ وہی معبود برحق اور اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و بندگی کی جائے۔ قدیم و ازلی اور ابدی ہے، یعنی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی، ابدی ہے۔ صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔ ذات و صفات کے سوا ساری چیزیں حادث ہیں، یعنی پہلے نہ تھیں، پھر موجود ہوئیں۔ جو عالم میں سے کسی شے کو قدیم مانے یا اس کے حادث و نوپید ہونے میں شک کرے، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(۲) **عقیدہ:** وہ حی ہے، یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے جسے جب چاہے زندگی بخشے، زندہ کرے اور جب چاہے موت دے۔

(۳) **عقیدہ:** نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، نہ اس کے لیے بی بی ہے جو اسے باپ یا بیٹا بتائے یا اس کے لیے بی بی ثابت کرے کافر ہے، بلکہ جو ممکن بھی کہے وہ بددین اور گمراہ ہے۔ ہم سب اس کے بندے ہیں اور وہ ہم پر ہمارے ماں باپ سے زیادہ مہربان۔

(۴) **عقیدہ:** وہ بے پرواہ ہے، غنی و بے نیاز ہے، کسی آن، کسی بات میں، کسی کا محتاج نہیں، بلکہ تمام جہان اس کا محتاج ہے۔

(۵) **عقیدہ:** وہ قدیر ہے، یعنی ہر ممکن پر قادر۔ کوئی اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ بڑی طاقت و قدرت والا ہے جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ کسی کو اس پر قابو نہیں، وہی سب کا مالک ہے، کوئی بھی اس کے حکم میں دم نہیں مار سکتا۔

(۶) **عقیدہ:** وہ سمیع ہے، ہر پکارنے والے کی پکار اور آواز سنتا ہے۔ زمین پر چیونٹی کے چلنے کی آہٹ اور مچھر کے پروں کی آواز تک سنتا ہے۔

(۷) **عقیدہ:** وہ بصیر ہے، یعنی ہر چیز کو دیکھتا ہے، کوئی چیز اندھیرے میں ہو، خواہ اجالے میں، دور ہو یا نزدیک، بڑی ہو یا چھوٹی، اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو، وہ دیکھتا ہے۔

(۸) **عقیدہ:** وہ علیم ہے، یعنی ہر چیز کی اسے خبر ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے، سب اس کے علم میں ہے۔ ہماری گفتگو، ہماری نیتیں، ہمارے ارادے، جو ہمارے سینوں میں پوشیدہ ہیں، چھپے ہوئے ہیں، سب اسے معلوم ہیں۔ ایک ذرہ بھی اس سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔ سب کو ازل میں جانتا تھا اور اب جانتا ہے اور ابد تک جانے گا۔ اشیاء بدلتی ہیں، اس کا علم نہیں بدلتا۔ دلوں کے خطروں اور وسوسوں سے وہ واقف ہے۔ غرض اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔

(۹) **عقیدہ:** تمام چیزیں اسی کے ارادہ و اختیار سے ہیں۔ جس کو چاہتا ہے وہی چیز ہوتی ہے اور وہ جسے نہ چاہے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس کی مشیّت (ارادے) کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ کوئی ذرہ بغیر اس کے حکم کے حرکت نہیں کر سکتا۔ جہاں میں جو کچھ ہوتا ہے سب کچھ اسی کی مشیّت سے ہوتا ہے، کسی کو اس پر قابو نہیں اور نہ ہی کوئی اسے اس کے ارادے سے باز رکھنے والا۔

(۱۰) **عقیدہ:** وہی ہر چیز کا خالق ہے، آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، آدمی، جانور، پہاڑ، دریا اور سمندر، غرض تمام حیوانات، نباتات اور جمادات، ساری کائنات، تمام جہان کا پیدا کرنے والا وہی ایک اکیلا ہے۔ ہمیں اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اسی نے

پیدا کیا۔ سوائے اللہ کے اور کوئی کسی چیز کا مالک و خالق نہیں۔ ہر چھوٹی اور بڑی چیز اسی کی مخلوق، اسی کی پیدا کی ہوئی ہے جس چیز کو اللہ پیدا کرنا چاہتا ہے "کن" کہہ کر پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۱) **عقیدہ:** وہی رزاق ہے، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو روزی دیتا ہے۔ وہی ہر چیز کی پرورش کرتا ہے، وہی رب العالمین ہے، وہی حقیقتاً روزی پہنچانے والا ہے۔ ماں، باپ، حاکم، بادشاہ بلکہ فرشتے وغیرہم سب وسیلے اور واسطے ہیں۔

(۱۲) **عقیدہ:** وہ متکلم ہے، یعنی کلام بھی کرتا ہے مگر اس کا کلام آواز سے پاک ہے جس طرح اس کا کلام کرنا، زبان سے نہیں۔ یوں ہی اس کا دیکھنا، سننا، آنکھ اور کان سے نہیں۔ مثل دیگر صفات کے کلام بھی قدیم ہے تمام آسمانی کتابیں، صحیفے اور قرآن کریم سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہمارا پڑھنا لکھنا اور یہ آواز حادث و نو پید ہے مگر جو ہم نے پڑھا، لکھا اور سنا اور حفظ کیا وہ قدیم ہے اس کی صفات بھی اس کی شان کے مطابق ہیں۔

(۱۳) **عقیدہ:** وہ ہر کمال کا ہر خوبی کا جامع ہے اور ہر عیب و نقصان اور برائی سے پاک ہے، یعنی کسی عیب کسی نقصان کا اس میں ہونا محال ہے۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو، نہ نقصان، وہ بھی اس کے لیے محال ہے۔ مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، نادانی اور بے حیائی وغیرہا عیوب اس پر قطعاً محال ہیں۔

(۱۴) **عقیدہ:** اس کو نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ تمام جہان کا نگاہ رکھنے والا، نہ تھکے نہ اونگھے۔ اسی کی رحمت، ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہے۔ اس کے وعدہ وعید بدلتے نہیں۔ اس نے وعدہ فرمالیا ہے کہ کفر کے سوا ہر چھوٹے بڑے گناہ کو جسے چاہے معاف کر دے گا۔ وہ بڑے حلم والا ہے۔ اسی کے لیے بڑائی اور عظمت ہے اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔ جس سے بے اس کی مرضی کے کوئی چھوٹ نہیں سکتا وہ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا، عدل و انصاف ہے۔ ظلم سے وہ پاک و صاف ہے۔ مخلوق کا نفع و ضرر سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مظلوم کی فریاد کو پہنچتا اور ظالم سے بدلہ لیتا ہے، اس کی

مشیّت وارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا مگر اچھے پر خوش ہوتا ہے اور برے سے ناراض۔

(۱۵) **عقیدہ:** اس کے ہر فعل میں کثیر حکمتیں ہیں، خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کے فعل کے لیے غرض و غایت نہیں اور نہ اس کے افعال، علت و سبب کے محتاج ہیں۔ اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے وہ خدا نہیں، اور جو خدا ہے اس تک عقل رسا نہیں۔

(۱۶) **عقیدہ:** اس کا دیدار، آخرت میں ہر مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع ہے، البتہ اس کا دیدار بلا کیف ہے یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔

(۲) نبوت کا بیان

مسلمان کے لیے جس طرح ذات و صفاتِ الٰہی کا جاننا ماننا اور ان پر ایمان لانا ضروری اور فرض عظیم ہے اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کون ہو سکتا ہے۔ نبی کے لیے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال؟ کہ کسی واجب کا انکار اور محال کا اقرار، موجبِ کفر ہے، کہیں اسے کافر نہ کر دے اور بہت ممکن ہے کہ آدمی نادانی سے اسلامی عقائد کے برخلاف کوئی عقیدہ رکھے یا خلافِ عقیدہ کوئی بات زبان سے نکالے اور ہلاک ہو جائے کہ نبوت بڑا عظیم، بہت بلند اور بڑا درجہ ہے۔

(۱۷) **عقیدہ:** اللہ عزوجل نے اپنے خاص فضل و کرم سے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جن پاک بندوں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا اور بھیجا انہیں نبی کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے، جو لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

(۱۸) **عقیدہ:** نبی و رسول، اللہ تعالیٰ کے خاص اور معصوم بندے ہوتے ہیں۔ بڑی عزت و وجاہت والے، ان کی نگرانی اور تربیت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ عالی نسب، عالی حسب، انسانیت کے اعلیٰ مرتبہ پر

پہنچے ہوئے، خوبصورت، نیک سیرت، عبادت گزار، پرہیزگار، تمام اخلاق حسنہ، نیک خصلتوں سے آراستہ اور ہر قسم کی برائی، بے حیائی، اور بے غیرتی کے کاموں سے دور رہنے والے، انہیں عقل کامل عطا کی جاتی ہے۔ اوروں کی عقل سے ہزار درجے زائد، کسی دانشور، کسی فلسفی، کسی سائنس دان کی فہم و فراست، زیرکی و ذہانت ان کے لاکھویں حصے تک نہیں پہنچ سکتی۔

(۱۹) **عقیدہ:** اللہ کے نبی، تمام مخلوق الٰہی سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں بھی کوئی ان کا ہم مرتبہ نہیں بڑے سے بڑا ولی، ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۲۰) **عقیدہ:** نبی کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے بلکہ یہ فرض دوسرے تمام فرضوں سے بڑھ کر ہے۔ جو شخص کسی نبی کی شان میں کوئی ایسی بات کہے جس سے ان کی توہین ہوتی ہو، وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، کافر ہے اگرچہ اسلام کا نام لیتا ہو۔

(۲۱) **عقیدہ:** نبوت بہت بڑا مرتبہ ہے، کوئی بھی شخص عبادت کے ذریعے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ نبوت خدا تعالیٰ کا عطیہ ہے جسے چاہتا ہے، اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس کے قابل بناتا ہے۔

(۲۲) **عقیدہ:** انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی باتوں کا خود بھی علم رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی خبر دیتے ہیں۔ حساب، کتاب، جنت، دوزخ، ثواب، عذاب، حشر، نشر اور فرشتے وغیرہ غیب نہیں تو اور کیا ہیں؟ یہ وہ کچھ بتاتے ہیں جس تک عقل کی رسائی نہیں مگر یہ علم غیب کہ ان کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کا عطیہ، اللہ تعالیٰ کے دیئے سے ہے۔ لہٰذا ان کا علم عطائی ہے۔ (خدا تعالیٰ کا عطا کیا ہوا) اور خدائے تعالیٰ کا علم ذاتی ہے۔ (اپنی صفات سے)

(۲۳) **عقیدہ:** اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو ہر ایسی بات سے دور اور پاک صاف رکھتا ہے جو لوگوں کے لیے نفرت کا باعث ہو۔ اسی لیے انبیاء کرام کے جسموں کا برص

(سفید داغ) جذام (کوڑھ) وغیرہ ایسی بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے جن سے لوگ گھن کریں اور دور بھاگیں۔

(۲۴) **عقیدہ:** انبیاء کرام کی کوئی خاص تعداد مقرر کرلینا جائز نہیں۔ اللہ اور رسول نے جنہیں تفصیلاً نام بنام نبی بتایا اور قرآن و حدیث میں ان کا تذکرہ آیا، ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے ہیں اور باقی تمام انبیاء کرام پر ہم اجمالاً ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔ خدا کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے اور رام کرشن وغیرہ جنہیں ہندو مانتے ہیں، ان کے وجود پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے، اور ہندوؤں کی کتابوں میں جہاں ان کا ذکر ملتا ہے، وہیں ان کی بداعمالیوں اور بداخلاقیوں کا پتا بھی چلتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے بدکردار، بداطوار لوگ ہرگز ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔

(۲۵) **عقیدہ:** اللہ تعالیٰ کا ہر نبی زندہ ہے، ان پر ایک آن کو محض قرآنی وعدہ کی تصدیق کے لیے موت طاری ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر ان کو حقیقی زندگی عطا ہوتی ہے۔

(۲۶) **عقیدہ:** اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام پر، بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے، انہوں نے وہ سب بندوں کو پہنچا دیئے۔ جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپائے رکھا، یعنی خوف و تقیہ یا کسی اور وجہ سے نہ پہنچایا، وہ کافر ہے۔

(۲۷) **عقیدہ:** دنیا میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ سے پہلے زمین پر انسان کا وجود نہ تھا۔ سب انسان آپ ہی کی اولاد ہیں، اسی لیے بنی آدم یا آدمی کہلاتے ہیں، یعنی اولادِ آدم۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر کہتے ہیں، یعنی سب انسانوں کے باپ، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کاملہ سے بے ماں باپ کے پیدا کیا اور اپنا خلیفہ بنایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں۔

(۲۸) **عقیدہ:** انبیاء اللہ کے مختلف درجے ہیں۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے

اعلیٰ ہیں اور سب میں اکمل و افضل، رتبے میں سب سے برتر و بالا، ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسی لیے آپ کو سیّد الانبیاء کہا جاتا ہے، یعنی سارے نبیوں کے سرور و سردار، سب کے سر کے تاج صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۹) **عقیدہ:** اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ حضور کے زمانہ میں یا بعد میں کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، اور جو اس کے خلاف ہے، وہ یقیناً کافر و مرتد ہے۔ حضور ہی پیشوائے مرسلین ہیں اور حضور ہی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کی ذات پاک پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

(۳۰) **عقیدہ:** نبی صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں اور ان میں بھی یہ مرتبہ صرف مرد کے لیے ہے۔ نہ کوئی جن و فرشتہ نبی ہوا اور نہ ہی یہ مرتبہ کسی عورت کو ملا۔

(۳۱) **عقیدہ:** نبی کے دعویٰ نبوت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر ایسی باتوں کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے جو عادتاً محال و ناممکن ہوتی ہیں اور منکروں کو اس کی مثال لانے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے دعویٰ کے مطابق، امر محالِ عادی کو ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں، اسی کو معجزہ کہتے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہو جانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو جِلا دینا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا۔ اور ہمارے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو بہت ہیں، جن کے ذکر سے بڑی بڑی کتابیں مالا مال ہیں جیسے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا، ڈوبے ہوئے سورج کو پھیر لینا، آپ کے حکم سے کنکریوں کا کلمہ پڑھنا۔ آپ کے حکم ہی سے درخت کا چل کر حاضر خدمت ہو جانا۔ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمۂ فیض کا جاری ہو جانا۔ رات کے تھوڑے سے حصّے میں مکّہ معظمہ سے بیت المقدس تشریف لے جانا، وہاں انبیاء کرام کی امامت فرمانا۔ بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف فرما ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا قُربِ خاص پانا اور اسی مختصر سے وقت میں واپس مکہ معظمہ آجانا وغیرہا۔

(۳۲) **عقیدہ:** جو شخص نبی نہ ہو وہ نبوت کا دعویٰ کر کے کوئی محالِ عادی اپنے

دعوے کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور کوئی جھوٹا نبی، نبوت کا دعویٰ کر کے ہرگز کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ ورنہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔ دراصل جن لوگوں کی طبیعت میں کچھ کجی ہوتی ہے وہ نبوت کی سچائی پر ایک ایسی علامت دیکھنا چاہتے ہیں جو اوروں کے ہاتھوں انجام نہ پا سکے، جیسا کہ بعض بیمار دوا کو بغیر شیرینی ملائے نہیں پی سکتے۔ اور شفیق و مہربان طبیب اس میں شیرینی ملا دیتے ہیں۔ اسی طرح دونوں جہانوں کا پروردگار، نبی کے ہاتھوں ایسی محال و ناممکن باتوں کو ظاہر فرما دیتا ہے، جس سے بہت سوں کو تسکین ہو جاتی ہے۔ جھوٹے بھی ایسا کر گزریں تو پھر سچے اور جھوٹے میں کیا امتیاز رہے گا۔

(۳) سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مبارکہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں دو قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جن میں اور نبی و رسول آپ کے ساتھ شریک ہیں، مثلاً ایمان، اسلام، رسالت اور نبوت۔ اور دوسری قسم کے وہ اوصاف ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔ ان میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں بلکہ کسی دوسرے کا ان میں شریک ہونا محال ہے۔ یہ وہ صفات ہیں جنہیں "خصائص" کہا جاتا ہے۔ یہ اوصاف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص اور فضائل و کمالات یہ ہیں:

(۱) سب سے پہلے جس کو نبوت ملی، وہ آپ ہیں۔

(۲) قیامت کے روز جو سب سے پہلے قبر سے اٹھے گا، وہ آپ ہی ہوں گے۔

(۳) شفاعت کی اجازت سب سے پہلے آپ ہی کو دی جائے گی۔

(۴) پل صراط سے سب سے پہلے حضور، اپنی امت کو لے کر گزریں گے۔

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل مقامِ محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین حضور کی حمد و ستائش کریں گے۔

(٦) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں۔ تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔

(٧) حضور ہی کے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری۔

(٨) حضور ہی کے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

(٩) حضور ہی پیشوائے مرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔

(١٠) روزِ محشر حضور آگے آگے ہوں گے اور ساری مخلوق پیچھے پیچھے۔

(١١) اور انبیاء کرام کسی ایک قوم کی طرف بھیجے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمائے گئے رسول بنا کر۔ اور آپ ہی ساری کائنات کے نبی ہیں۔

(١٢) آپ کو جسم اقدس کے ساتھ معراج ہوئی اور وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و ملک کو کبھی نہ حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہوگا۔ جمالِ الٰہی بچشمِ سر دیکھا اور کلام الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام آسمانوں، زمینوں کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا۔

(١٣) اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا وعدہ لیا۔

(١٤) آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیتِ کبریٰ کے مرتبہ پر سرفراز فرمایا۔ حبیب اللہ کا خطاب دیا۔ تمام جہان اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رضا کا طالب ہے۔

(١٥) حضور کی اطاعت و فرمانبرداری، عین طاعتِ الٰہی ہے اور طاعتِ الٰہی حضور کی طاعت کے بغیر ناممکن ہے۔

(١٦) احکامِ شریعت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں کر دیئے گئے ہیں کہ جس کے لیے چاہیں حلال فرمادیں اور جو فرض چاہیں جس سے چاہیں معاف فرمادیں۔

(١٧) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ماتحت ہے۔ سارا عالم

ان کا محکوم ہے۔ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں حکم دیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔

(۱۸) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ خدائی نعمتوں کی تقسیم انہیں کے مبارک ہاتھوں سے ہوتی ہے اور بارگاہِ الٰہی سے جو کچھ ملتا ہے، انہیں کے واسطہ سے ملتا ہے۔

(۱۹) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم جس طرح اپنے تمام کمالات میں جملہ انبیاء و مرسلین سے افضل و اعلیٰ برتر و بالا ہیں اسی طرح آپ کمالاتِ علمی میں بھی سب سے فائق، سب کے صدر نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے علوم آپ کو عطا فرمائے۔ علوم غیبیہ کے دروازے کھولے۔ ہر چیز حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر روشن فرمادی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے گزشتہ و آئندہ، تمام امور کی معرفت حاصل کرلی۔ امت کا ہر حال، ان کی نیتیں، ان کے ارادے اور دلوں کے خطرے سب حضور پر روشن ہیں۔

(۲۰) اللہ عزوجل نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو اپنی ذات کا مظہر و آئینہ بنایا اور حضور پُرنور کے نُور سے تمام عالم کو منور فرمایا۔ ہر شے میں حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا نُور جلوہ فرما ہے۔ ہر چیز میں ان کے نور کا ظہور ہے۔ بایں معنی ہر جگہ حضور نبی کریم افضل الصلوۃ والتسلیم تشریف فرما ہیں۔ حاضر و ناظر ہیں۔ مگر کورِ باطن کا کیا علاج؟ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم!
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

(۴) آسمانی کتابیں اور صحیفے

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی ہدایت کے لیے چھوٹی یا بڑی جتنی کتابیں، اپنے نبیوں پر اُتاریں، سب کلام اللہ ہیں، سب حق ہیں اور ان میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے، سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں:

(۱) **توراۃ:** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

(۲) **زبور:** حضرت داؤد علیہ السلام پر اتاری گئی۔

(۳) **انجیل:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی۔

(۴) **قرآن کریم:** جو سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول، حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی گئی۔

توراۃ و زبور عبرانی زبان میں، انجیل سُریانی زبان میں، قرآن کریم لسان عربی مبین میں نازل ہوا۔

عقیدہ: اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ان امتوں کے سپرد کی تھی مگر ان سے ان کتابوں کی حفاظت نہ ہو سکی۔ اور کلامِ الٰہی جیسا اُترا تھا ان کے ہاتھوں میں ویسا باقی نہ رہا، بلکہ ان کے شریروں نے تو ان میں تحریفیں کر دیں، یعنی اپنی خواہش کے مطابق کہیں گھٹا دیا، کہیں بڑھا دیا۔

عقیدہ: چونکہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے، لہٰذا قرآن عظیم کی حفاظت اللہ عزوجل نے اپنے ذمے لے رکھی ہے کہ تحریف و تبدیل اور کمی بیشی سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ تمام جن و انس اور ساری مخلوق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی یا تغییر و تبدیل کر سکے۔ پھر قرآن کریم کی حفاظت کئی طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ قرآن شریف کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں شامل ہی نہ ہو سکے۔ ایک

یہ کہ اس کو معارضہ اور مقابلہ سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کے مثل بنانے پر قادر نہ ہو۔ ایک یہ کہ ساری خلقت کو اس کے نیست و نابود اور معدوم کر دینے سے عاجز کر دیا کہ کفار باوجود کمال عداوت کے اس کتابِ مقدس کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں، لہٰذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال ہے۔ اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے، تو جو یہ کہے کہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا، وہ قطعاً کافر ہے۔

عقیدہ: اگلی کتابیں انبیاء کرام ہی کو زبانی یاد ہوتیں۔ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اسے مسلمانوں کا بچہ بچہ یاد کر لیتا ہے۔

عقیدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے نبی و رسول تشریف لائے ان کی رسالت کسی خاص قوم اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے تھی۔ اس لیے وہ فرمان اور قانون یا ہدایتیں جو پیغمبروں کے ذریعے ان کی امتوں کو بھیجی گئیں، ان میں اصلاح کی قوت ایک معین زمانے اور ایک خاص قوم کے لیے تھی، لہٰذا اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کر لیا جائے کہ ان آسمانی کتابوں کا وجود اس وقت بھی بعینہٖ موجود ہے، تب بھی وہ تمام عالمِ انسانی کے لیے کامل دستور العمل نہ سمجھی جائیں گی۔ ایسا کامل دستور العمل یا ضابطۂ حیات جو زندگی کے تمام شعبوں اور انسانی ترقی کے تمام مرحلوں میں صحیح رہنمائی فرمائے۔ وہ صرف ایک ہی صحیفۂ آسمانی ہے جس کا نام قرآن مجید ہے۔ اسی لیے ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے۔

عقیدہ: کسی حکم کے منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت کے لیے ہوتے ہیں جو علمِ الٰہی میں ہوتا ہے، مگر امت پر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے۔ جب وہ میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور حقیقتاً دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہونا بتایا جاتا ہے۔ منسوخ کے معنی، بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں۔

یہ بہت سخت بات ہے۔ احکامِ الٰہیہ سب حق ہیں، وہاں باطل کی رسائی کہاں؟

عقیدہ: قرآن مجید تیئس برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا، حسبِ حاجت نازل ہوا، جس حکم کی حاجت ہوتی، اسی کے مطابق سورت یا کوئی آیت نازل ہوتی، تو جبریل علیہ السلام اس کا مقام بھی بتا دیتے اور اس طرح قرآنِ عظیم کی سورتیں اپنی اپنی آیتوں کے ساتھ جمع ہو جاتیں۔ اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب سے اسے نمازوں میں پڑھتے اور تلاوت فرماتے۔ پھر حضور سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یاد کر لیتے۔ غرض قرآنِ عظیم کی ترتیب اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام کے بیان کے مطابق اور لوحِ محفوظ کی ترتیب کے موافق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس ہی میں واقع ہوئی تھی۔ یہی ترتیب آج بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

عقیدہ: خلق اللہ کی اصلاح و فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی مختصر مختصر سی چھوٹی چھوٹی کتابیں یا ورق، جو قرآن شریف سے پہلے اتارے گئے، انہیں صحیفے کہتے ہیں۔ ان میں اچھی اچھی، مفید نصیحتیں اور کارآمد باتیں ہوتی تھیں۔ قرآن کریم میں صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى کا ذکر ہے۔ یہ اور ان کے سوا، باقی تمام آسمانی صحیفے حق ہیں اور سب پر ایمان ضروری۔

(۵) ملائکہ کا بیان

عقیدہ: ملائکہ یعنی فرشتے اجسام نوری ہیں، یعنی وہ نور سے پیدا کیے گئے۔ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے ایمان دار، عبادت گزار، اطاعت شعار اور خدا تعالیٰ کے پورے پورے مطیع و فرمانبردار، بڑی عزت و کرامت والے اور اللہ کے مقرب بندے ہیں، معصوم ہیں۔ خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ نہیں کرتے۔ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی ان کی غذا

ہے۔ ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً، اور نہ خطاءً۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں۔ صورت اور بدن ان کے حق میں ایسا ہے جیسا ہمارے لیے ہمارا لباس۔ ہاں قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے بازو ہیں۔ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قوت عطا فرمائی ہے۔ وہ ایسے کام کر سکتے ہیں جسے لاکھوں اور کروڑوں آدمی مل کر بھی انجام نہیں دے سکتے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے مختلف کاموں میں مصروف رہتے ہیں، یا یوں کہہ لو کہ ان کو مختلف خدمتیں سپرد ہیں۔ بعض کے ذمے انبیائے کرام کی خدمت میں وحی لانا، کسی کے متعلق پانی برسانا، کسی کے متعلق ہوا چلانا، کسی کے متعلق روزی پہنچانا، کسی کے ذمے ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا کسی کے متعلق بدن انسانی میں تصرف کرنا، کسی کے متعلق خدا اور رسول کا ذکر کرنے والوں کی محفلیں تلاش کرنا، اور ان میں حاضر ہونا۔ کسی کے متعلق سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمانوں کا نام بنام صلوٰۃ و سلام پہنچانا۔ بعض فرشتے بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں جن کو کراماً کاتبین بھی کہتے ہیں۔ آدمی جو کچھ زبان سے بولتا یا جو کام کرتا ہے وہ اس کو قلم بند کرتے جاتے ہیں۔ اور یہی نامۂ اعمال کی صورت میں کل بروز قیامت پیش کیے جائیں گے۔ بعض فرشتے اس کام پر متعین ہیں کہ وہ بندگانِ خدا کو تمام گناہوں سے آگاہ کریں اور گناہ و نافرمانی میں مبتلا ہونے سے روکیں اور صرف وہ گناہوں سے بچاتے ہی نہیں، بلکہ نیک کاموں کی طرف ترغیب بھی دلاتے ہیں۔ بعض فرشتے قبر میں مردوں سے سوال کرنے پر متعین ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر اور دونوں کو نکیرین کہتے ہیں۔ ان کی شکل بڑی ہیبت ناک ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے کام ہیں جو ملائکہ انجام دیتے ہیں۔ ہر ایک فرشتے کا جداگانہ کام متعین ہے اور وہ جس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اس سے سرِ مُو (بال برابر) تجاوز نہیں کر سکتا ہے۔

عقیدہ: فرشتے بے شمار ہیں۔ ان کی تعداد وہی جانے جس نے انہیں پیدا کیا یا اس کے بتانے سے اس کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانے۔ البتہ احادیثِ کریمہ سے یہ بات روشن ہے کہ ان کی پیدائش روزانہ جاری ہے۔ ہر روز بے شمار فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ نیک کلام، اچھا کلام فرشتہ بن کر آسمان کو بلند ہوتا ہے۔

عقیدہ: ان کے مرتبوں کے لحاظ سے، ان کے منصب بھی ہیں، البتہ چار فرشتے بڑی عظمت والے اور بہت مشہور ہیں اور یہ سب فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں:

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام، ان کے ذمے پیغمبروں کی خدمت میں وحی لانا ہے۔

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام، پانی برسانے اور روزی پہنچانے پر مقرر ہیں۔

(۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام، جو قیامت کو صور پھونکیں گے۔

(۴) حضرت عزرائیل علیہ السلام، جنہیں رُوح قبض کرنے، یعنی لوگوں کی جان نکالنے کی خدمت سپرد کی گئی ہے۔ بے شمار فرشتے ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔

عقیدہ: فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے مگر جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ جیسے خدا تعالیٰ کے پیغمبر انہیں دیکھتے اور ان سے کلام بھی فرماتے ہیں۔ ہاں! موت کے وقت رحمت کے فرشتے مسلمان کو، اور عذاب کے فرشتے کافر کو نظر آجاتے ہیں۔

عقیدہ: کسی فرشتے کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔ جاہل لوگ اپنے کسی دشمن وغیرہ کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آگیا۔ یہ قریب قریب کلمۂ کفر ہے۔

عقیدہ: فرشتوں کے وجود کا انکار، یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

(۶) جنّ کا بیان

عقیدہ: جنّ ایک قسم کی مخلوق ہے، جو آگ سے پیدا کی گئی ہے۔ بنی آدم یعنی نوعِ انسانی کی طرح ذی عقل اور ارواح و اجسام (رُوح و جسم) والی ہے۔ ان میں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے، یعنی انسانوں کی طرح، ان کی بھی نسل بڑھتی اور پھولتی پھیلتی ہے، کھاتے پیتے، جیتے مرتے ہیں، مگر ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔

عقیدہ: فرشتوں کی طرح جنوں میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ ان میں کسی کسی کے پر بھی ہوتے ہیں اور وہ ہوا میں اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور بعض سانپوں، اور کتوں کی شکل میں گشت لگاتے پھرتے ہیں اور بعض انسانوں کی طرح رہتے سہتے ہیں، لیکن اکثر ان کی رہائش گاہ بیابان یا ویران مکان اور جنگل، پہاڑ ہیں۔

عقیدہ: ان میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی، مگر ان کے کفار، انسان کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں۔ ان کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی۔ سنی بھی ہیں، بدمذہب بھی۔ البتہ ان میں فاسقوں، بدکاروں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔ شریر جنوں کو شیطان کہتے ہیں، ان سب کا سرگروہ ابلیس ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو غرور میں آکر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حکمِ خداوندی کی نافرمانی کی تھی جس کی وجہ سے وہ راندۂ بارگاہِ الٰہی ہوا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے مردود کیا گیا۔ قیامت تک کے لیے اسے مہلت دی گئی۔ شیطان کے مُردہ رہنے کی مدت نفخۂ اولیٰ سے نفخۂ ثانیہ تک چالیس برس ہے اور اسے اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لیے نہیں، بلکہ اس کی بلا و شقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لیے ہے۔

عقیدہ: ابلیس کی طرح اس کی ذریت بھی مردود ہے۔ یہ سب شیاطین ہیں اور انسانوں کو بہکانا ان کا کام ہے۔ طرح طرح کی ترکیبوں کے ذریعے نیک کام سے باز رکھتے

اور برے کاموں کی طرف ترغیب دلاتے ہیں۔ خدا کے نیک بندے ان کے مکروا غوا میں نہیں آتے، بلکہ لاحول بھیج کر نیک کاموں میں مصروف رہتے ہیں، لیکن جو ان کے بہکائے میں آجاتے ہیں، وہ آخر کار گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور ان کے مکروا غوا سے بچائے۔ آمین

عقیدہ: جن و شیطان کے وجود کا انکار، یا بدی کی قوت، جو ہر انسان میں پوشیدہ ہے، اس کا نام جن و شیطان رکھنا اور یہ سمجھنا کہ شیطان کا کوئی خارجی وجود نہیں، یہ سب باتیں کفر ہیں اور ایمان و اسلام کے منافی و برخلاف۔

(۷) تقدیر کا بیان

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے بندے جو کچھ نیکی یا بدی کے کام کرتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی کے مطابق ہوتا ہے، یعنی جیسا ہونے والا تھا، اور جو جیسا کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علمِ ازلی سے جانا اور وہی لکھ لیا۔ تو وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا، اسی کا نام تقدیر ہے۔

عقیدہ: یہ بات کہنا بڑی بے ادبی و محرومی ہے کہ جیسا اس نے لکھ دیا، ویسا ہی ہم کو کرنا پڑتا ہے، یعنی ہم ویسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ جیسا ہم کرنے والے تھے، وہ اس نے اپنے علمِ ذاتی ازلی سے جانا اور لکھ دیا۔ کسی کے ذمے برائی لکھی، اس لیے کہ وہ برائی کرنے والا تھا۔ اگر وہ بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ اس کے لیے بھلائی لکھتا۔ تو اس کے علم یا اس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

عقیدہ: آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ بنا سکتا تھا یونہی وہ اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا۔ سب کچھ اسی نے دیا اور اسی نے بنایا۔ ارادہ و اختیار بھی انسان کو بخشا کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے۔ تو اس ارادہ و اختیار کے پیدا ہونے سے آدمی صاحب

ارادہ اور صاحبِ اختیار ہوا نہ کہ بے اختیار اور مجبور و ناچار۔ اسے یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا۔ بلکہ ایک نوع اختیار دیا ہے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے، نفع و نقصان کو پہچان سکے۔ پھر ہر قسم کے سامان اور اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بناء پر مواخذہ اور حساب و کتاب ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

عقیدہ: تدبیر، تقدیر کے منافی نہیں، بلکہ تقدیرِ الٰہی کے موافق ہے، جس طرح تقدیر کو بھول کر، تدبیر پر پھولنا، اور اسی پر اعتمادِ کلی کر بیٹھنا کفار کی خصلت ہے۔ یوں ہی تدبیر کو محض عبث و فضول اور لاحاصل و مہمل بتانا کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے۔

عقیدہ: بُرا کام کر کے مشیّت الٰہی کے سپرد کرنا یا اسے تقدیر کی طرف منسوب کرنا کہ تقدیر میں لکھی تھی بہت بُری بات ہے اور خلافِ ادب۔ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے منجانب اللہ کہے کہ فضلِ خداوندی سے اور اس کی توفیق سے ایسا ہوا، اور جو بُرائی سرزد ہو، اسے شامتِ نفس تصوّر کرے کہ ہمارے بداعمال کا نتیجہ ہے جو سامنے آیا۔

عقیدہ: تقدیری امور، یعنی قضاء و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے۔ ان میں زیادہ غور و فکر کرنا، یا انہیں اپنی محفلوں میں ذریعۂ بحث بنالینا، ہلاکت و نامرادی کا باعث ہے۔ صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما جیسی عظیم شخصیتوں کو اس مسئلہ پر بحث کرنے سے منع فرمادیا گیا۔ ماوشما کس گنتی میں ہیں۔ عقیدۂ اہلسنّت کا خلاصہ بس یہی ہے کہ انسان نہ پتھر کی طرح مجبور محض ہے اور اپنے ارادہ و اختیار سے کوئی حرکت کر سکے اور نہ خود مختار و شترِ بے مہار ہے کہ جو چاہے کرتا پھرے اور اس سے کوئی باز پُرس نہ ہو۔ تقدیر ان دونوں کے درمیان ایک حالت ہے۔

(۸) موت و قبر کا بیان

عقیدہ: ہر شخص کی زندگی مقرر ہے۔ اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ جب وقت پورا ہو جاتا ہے، تو ملک الموت (موت کا فرشتہ) یعنی عزرائیل علیہ السلام قبضِ رُوح کے لیے آتے اور اس کی جان نکال لیتے ہیں، اسی کا نام موت ہے۔

عقیدہ: مرنے کے بعد بھی رُوح کا تعلق بدنِ انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے، اسی لیے بدن پر جو گزرے گی، رُوح اس سے ضرور آگاہ و متاثر ہوگی۔ جس طرح دنیاوی زندگی میں ہوتی ہے، بلکہ اس سے زائد۔ اور رُوح کے لیے خاص اپنی راحت و کلفت کے الگ اسباب ہیں، جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے۔

عقیدہ: روحوں کے رہنے کے لیے مقامات مقرر ہیں، نیکوں کے لیے علیحدہ، بدوں کے لیے علیحدہ مگر کہیں ہوں، اپنے جسم سے ان کو تعلق بدستور باقی رہتا ہے۔ قبر پر آنے جانے والوں کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی بات سنتے ہیں۔ البتہ جب مسلمان مرتا ہے، تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جہاں چاہے جائے۔ اس کی مثال حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ ایک طائر ہے، پہلے قفس میں بند تھا، اب آزاد کر دیا گیا اور کافروں کی ارواح کو کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کہ قید ہیں۔

عقیدہ: یہ خیال کہ وہ رُوح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے۔ خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا، جسے تناسخ اور اواگون کہتے ہیں۔ محض باطل اور ہنود کا عقیدہ ہے اور اس کا ماننا کفر ہے۔

عقیدہ: موت کے معنی ہیں "رُوح کا جسم سے جُدا ہو جانا۔" نہ یہ کہ رُوح مر جاتی ہے۔ جو رُوح کو فنا مانے، وہ بدمذہب و گمراہ ہے۔

عقیدہ: جب مُردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اس وقت اس کو قبر دباتی ہے۔ اگر

وہ مسلمان ہے تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں پیار میں اپنے بچے کو زور سے چپٹا لیتی ہے اور اگر کافر ہے تو اس کو اس زور سے دباتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں۔

عقیدہ: جب دفن کرنے والے دفن کر کے واپس ہوتے ہیں، تو مُردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس دو فرشتے اپنے بڑے بڑے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان کی شکلیں ڈراؤنی، آنکھیں دیگ کے برابر، سیاہ اور نیلی، بدن کا رنگ سیاہ اور بال سر سے پاؤں تک۔ غرض ہیبت ناک صورت کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ مُردے کو جھڑک کر اٹھاتے ہیں اور نہایت سختی کے ساتھ اس سے تین سوال کرتے ہیں:

(۱) تیرا رب کون ہے؟

(۲) تیرا دین کیا ہے؟

(۳) اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں کہ ان کے بارے میں تُو کیا کہتا ہے؟

مُردہ مسلمان ہو، تو جواب دیتا ہے:

(۱) میرا رب اللہ ہے۔ (۲) میرا دین اسلام ہے۔ (۳) اور وہ تو میرے آقا و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ "ہم جانتے تھے کہ تُو یہی جواب دے گا۔" پھر اس کی قبر جہاں تک نگاہ پہنچے گی، کشادہ کر دی جائے گی۔ جنّت کی خُوشبو اس کے پاس آتی رہے گی اور جنّت کا بستر، جنّت کا لباس اسے مہیا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تُو سو جیسے دولھا سوتا ہے۔

اور مردہ کافر یا منافق ہے تو کسی سوال کا جواب نہ دے سکے گا، بلکہ ہر بار یہی کہے گا کہ "مجھے تو کچھ نہیں معلوم، میں لوگوں کو کہتے سنتا تھا، خود بھی کہتا تھا۔" اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے ندا کرتا ہے کہ "یہ جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھا دو، آگ کا لباس پہنا دو، اور جہنم کی طرف دروازہ کھول دو۔" دوزخ کی گرمی اور تپش اس کو پہنچے گی اور اس پر عذاب دینے کے لیے دو فرشتے مقرر ہوں گے جو اندھے اور بہرے

ہوں گے، وہ لوہے کے بڑے بڑے گرزوں سے اسے مارتے رہیں گے، نیز سانپ اور بچھو وغیرہ اسے عذاب پہنچاتے رہیں گے اور اس کے بُرے اعمال کتے، بھیڑیئے وغیرہ موذی جانوروں کی شکل بن کر اسے ایذا پہنچاتے رہیں گے، جبکہ نیکوں کے نیک اعمال، مقبول، پسندیدہ اور محبوب صورت و شکل میں اسے سکون و انس دیں گے۔

عقیدہ: بعض گنہگار مسلمانوں پر بھی قبر میں عذاب ہو گا۔ ان کی معصیت اور نافرمانی کے لائق۔ پھر مسلمانوں کے صدقات، خیرات، دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کے دوسرے طریقوں سے اس عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ یونہی اس کے پیرانِ عظام یا مذہب کے امام یا اولیائے کرام کی شفاعت سے یا محض رحمتِ خداوندی سے جب وہ چاہے گا، نجات پائیں گے۔

عقیدہ: زندوں کے نیک اعمال سے مُردہ مسلمانوں کو ثواب ملتا اور فائدہ پہنچتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت، درود شریف کی قرأت، اور کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشنا چاہیے، اسے ایصالِ ثواب کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کا جائز اور مُردوں کے حق میں نافع و فائدہ بخش ہونا ثابت ہے۔

عقیدہ: مُردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا گیا تو جہاں پڑا رہ گیا، یا پھینک دیا گیا، غرض کہیں ہو تو اس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اسے پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جسے شیر وغیرہ کوئی درندہ کھا گیا، تو اسی کے پیٹ میں سوال ہوں گے اور ثواب جو کچھ ہوا، اسے پہنچے گا۔

عقیدہ: جسم اگرچہ گل سڑ جائے، خاک ہو جائے، گوشت اور ہڈیاں راکھ ہو جائیں اور ان کے ذرے کہیں بھی منتشر ہو جائیں، مگر اس کے اجزاء اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے اور عذاب و ثواب انہیں پر وارد ہو گا اور انہیں پر روزِ قیامت دوبارہ ترکیبِ جسم فرمائی جائے گی اور رُوحوں کا اعادہ اسی جسم میں ہو گا نہ کہ جسمِ دیگر میں۔ اسی کا نام حشر ہے۔ عذاب و تنعیمِ قبر حق ہے اور ان کا انکار وہی کرے گا، جو گمراہ ہو گا۔

(۹) علاماتِ قیامت کا بیان

عقیدہ: جس طرح دنیا میں ہر پیدا ہونے والی چیز ایک میعاد پر فنا ہوتی ہے اور مٹتی رہتی ہے، یونہی ساری کائنات کی بھی ایک عمر و میعاد اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہے۔ اس کے پورا ہونے کے بعد ایک دن ایسا آئے گا کہ ساری کائنات، زمین و آسمان، دریا، پہاڑ، جمادات، نباتات، حیوانات سب فنا ہو جائیں گے، اسی کا نام قیامت ہے، مگر جس طرح عموماً آدمی کے مرنے سے پہلے بیماری کی شدت، موت کے سکرات، جان کنی کے آثار اور نزع کی حالتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی طرح قیامِ قیامت، یعنی دنیا کے فنا ہونے سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی، جنہیں علاماتِ قیامت کہا جاتا ہے۔ ان علامات یا آثار قیامت میں سے چند یہ ہیں:

(۱) تین خَسف ہوں گے، یعنی آدمی زمین میں دھنس جائیں گے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں۔

(۲) علمائے حقانی اٹھا لیے جائیں گے، ان کی جگہ لوگ جاہلوں کو اپنا امام و پیشوا بنائیں گے۔

(۳) شراب خوری، حرام کاری، بے حیائی اور زناکاری کی زیادتی ہوگی۔

(۴) مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ۔ یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔

(۵) علاوہ اس بڑے دجال کے تیس دجال اور ہوں گے کہ وہ سب نبوت کا دعویٰ کریں گے، حالانکہ نبوت ختم ہو چکی۔ ان میں سے بعض گزر چکے اور جو باقی ہیں وہ ضرور ہوں گے۔

(۶) مال کی کثرت ہوگی، زمین اپنے دفینے اور خزانے اُگل دے گی۔

(۷) دین پر قائم رہنا اتنا مشکل ہوگا جیسے مٹھی میں انگارا۔

(۸) وقت میں برکت نہ ہوگی، یعنی بہت جلد وقت گزرے گا۔

(۹) زکوٰۃ دینا لوگوں پر گراں ہو گا، اسے ایک قسم کا تاوان سمجھیں گے۔

(۱۰) عورتیں مردانہ وضع اختیار کریں گی اور مرد زنانی وضع پسند کریں گے۔

(۱۱) گانے بجانے کی کثرت ہوگی، حیاء و شرم جاتی رہے گی۔

(۱۲) بوقتِ ملاقات سلام کی بجائے لوگ گالی گلوچ سے گفتگو شروع کریں گے۔

(۱۳) لوگ علمِ دین پڑھیں گے، مگر دین کی خاطر نہیں، دنیا کمانے اور جمع کر لینے کے لیے۔

(۱۴) مسجد کے اندر شور و غل ہو گا۔ لوگ بے دھڑک وہاں دنیا کی باتیں کریں گے۔

(۱۵) نماز کی شرائط و ارکان کا لحاظ کیے بغیر لوگ نماز پڑھیں گے، یہاں تک پچاس میں سے ایک نماز بھی قبول نہ ہوگی۔

(۱۶) اگلے لوگوں پر لوگ لعنت کریں گے، ان کو برا کہیں گے۔

(۱۷) ذلیل آدمی جنہیں تن کا کپڑا، پاؤں کی جوتیاں نصیب نہ تھیں، بڑے بڑے محلوں، عالی شان کوٹھیوں میں فخر کریں گے۔

یہ وہ علامات ہیں جو کچھ وقوع میں آ چکیں اور جو باقی ہیں، وہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک وقوع میں آتی رہیں گی، انہیں علاماتِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم کی علامات وہ ہیں، جو ظہور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد نفخِ صور یعنی صور پھونکے جانے تک ظاہر ہوں گی۔ یہ علامات یکے بعد دیگرے، پے در پے ظاہر ہوں گی جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں۔ ان کے ختم ہوتے ہی قیامت برپا ہوگی، انہیں علاماتِ کبریٰ کہتے ہیں جو یہ ہیں:

(۱۰) امام مہدی کا ظاہر ہونا

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ اثناء عشریہ (بارہ اماموں) میں آخری امام اور خلیفتہ اللہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمد، والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہو گا۔ وہ نسباً سیّد حسنی، حضرت فاطمتہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

چالیس سال کی عمر میں آپ کا ظہور ہو گا۔ آپ کی خلافت تقریباً ۸ سال کی ہو گی۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہو گا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔

آپ کے ظہور کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جب قیامت کی علاماتِ صغریٰ واقع ہو چکیں گی، نصاریٰ کا غلبہ ہو گا اور دنیا میں سب جگہ حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کے علاوہ کفر کا تسلط ہو گا، اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء کرام سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے کہ صرف وہیں اسلام رہے گا اور ساری دنیا کفرستان ہو جائے گی۔ رمضان شریف کا مہینہ ہو گا۔ ابدال طواف کعبہ میں مصروف ہوں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اولیاء انہیں پہچان کر درخواستِ بیعت کریں گے۔ وہ انکار فرمائیں گے۔ دفعتاً غیب سے ایک آواز آئے گی:

هٰذا خليفة اللّٰه المهدى — یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے، اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔
فاسمعوا له واطيعوه۔

اب تمام لوگ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے اور آپ وہاں سے سب کو ہمراہ لے کر ملکِ شام کو تشریف لے جائیں گے۔ افواجِ اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی لشکرِ جرار لے کر شام میں جمع ہو جائیں گے۔ دونوں میں جنگ عظیم ہو گی اور چوتھے روز مسلمانوں کو نصاریٰ پر فتح حاصل ہو گی۔ قسطنطنیہ بھی فتح ہو گا کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آ گیا۔ مسلمان پلٹیں گے۔ پھر جب لشکرِ اسلام قسطنطنیہ سے روانہ ہو گا، اور شام میں آئے گا، تو اس جنگِ عظیم سے ساتویں سال دجال ظاہر ہو گا۔

(۱۱) دجال کا ظاہر ہونا

دجال قوم یہود کا ایک مرد ہے جو اس وقت بحکمِ الٰہی قید ہے۔ جب آزاد ہو گا، تو ایک عظیم لشکر کے ساتھ ملکِ خدا میں فتور پیدا کرنے کو شام و عراق کے میدان کے

درمیان سے نکلے گا۔ اس کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے اسے مسیح (چوپٹ) کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہودی فوجیں ہوں گی۔ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: ک ف ر (یعنی کافر) جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔ اس کا فتنہ بہت شدید ہوگا۔ چالیس دن میں حرمین طیبین کے سوا تمام رُوئے زمین کا گشت کرے گا اور بہت تیزی کے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچے گا، جیسے بادل ہوا اڑاتی ہو۔ ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوں گے، جن کا نام جنّت و دوزخ رکھے گا، مگر وہ دیکھنے میں جو جنّت معلوم ہوگی وہ حقیقتاً آگ ہوگی اور جو جہنم دکھائی دے گا، وہ آرام کی جگہ ہوگی۔ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ جو اس پر ایمان لائے گا، اسے اپنی جنّت میں ڈالے گا اور جو انکار کرے گا، اسے اپنی جہنم میں جھونک دے گا۔ بادلوں کو حکم دے گا، وہ برسنے لگیں گے، زمین کو حکم دے گا، تو کھیتی جم اٹھے گی۔ ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہولیں گے۔ غرض اس قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے۔ اسی لیے اس کے ہاتھوں یہ منظر دیکھ کر اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ اس وقت مسلمانوں کی روٹی پانی کا کام، ان کی تسبیح و تہلیل دے گی، یعنی وہ ذکرِ خدا میں مصروف و مشغول رہیں گے اور اس سے بھوک و پیاس رفع ہوگی۔ جب وہ ساری دنیا میں پھر پھرا کر ملک شام کو جائے گا تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانا

جب دجال کا فتنہ انتہا کو پہنچ چکے گا تو وہ ملعون ملکِ شام میں پہنچ کر مسلمانوں کا محاصرہ کرے گا کہ ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو غیب سے آواز آئے گی، ”گھبراؤ نہیں، فریاد رس آ پہنچا۔“ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے، زرد رنگ کا جوڑا زیب تن فرمائے ہوئے، نہایت نُورانی شکل میں دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر دینِ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے حاکم اور امام عادل و مجددِ ملت ہو کر نزول فرمائیں گے۔ صبح کا وقت ہو گا، نماز فجر کے لیے اقامت ہو چکی ہو گی۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اس جماعت میں موجود ہوں گے، امامت کا حکم دیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں گے۔ بعد فراغت حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اس طرف دجال ہو گا جس کے ساتھ ستّر ہزار یہودی ہتھیار بند ہوں گے۔ لشکرِ اسلام اس لشکرِ دجال پر حملہ کرے گا، گھمسان کا معرکہ ہو گا۔ جب دجال کی نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پڑے گی تو وہ لعین آپ کی سانس سے پگھلنا شروع ہو گا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے۔ وہ بھاگے گا، یہ تعاقب فرمائیں گے اور بیت المقدس کے قریب موضع لُد کے دروازے پر جالیں گے اور اس کی پشت میں نیزہ ماریں گے، وہ واصلِ جہنم ہو گا۔ آپ مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے پر دکھائیں گے۔

دجال کا فتنہ فرو ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصلاحات میں مشغول ہوں گے۔ کافروں سے جہاد کریں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے، یعنی کافر سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ صلیب توڑیں گے، خنزیر کو نیست و نابود کریں گے۔ تمام اہلِ کتاب جو قتل سے بچیں گے، سب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ تمام جہان میں دین ایک دینِ اسلام ہو گا اور مذہب، ایک مذہب اہلِ سُنّت ہو گا۔ آپ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گی، ساری دنیا عدل سے بھر جائے گی۔ یہاں تک کہ بھیڑیئے کے پہلو میں بکری بیٹھے گی اور وہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا، بچے سانپ سے کھیلیں گے اور شیر بکری ایک ساتھ چریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال زمین میں امامتِ دین و حکومتِ عدل آئین فرمائیں گے۔ نکاح بھی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہو گی۔ مزارِ اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے۔ قبرِ انور سے جواب آئے گا۔ ان سب وقائع کے بعد جن کا ذکر گزرا، آپ وفات پائیں گے۔ مسلمان ان کی تجہیز و تکفین کریں گے۔ نماز پڑھیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے روضہ انور میں آپ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔

(۱۳) یاجوج ماجوج کا خروج

دجال لعین کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہو گا کہ مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جاؤ، اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہو گی، چنانچہ مسلمانوں کے کوہ طور پر جانے کے بعد یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے۔ یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر (جس کا طول دس میل ہو گا) جب گزرے گی تو اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہ تھا۔ غرض یہ لوگ موروملخ کی طرح ہر طرف پھیل کر فتنہ و فساد کریں گے۔ جب اس سے فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو قتل کر لیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے تیرے اوپر سے خُون آلود گریں گے۔

یہ اپنی انہی حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے محصور اور قلعۂ طور میں قلعہ بند ہوں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے۔ دعا قبول ہو گی اور اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کا کیڑا پیدا کر دے گا کہ ایک رات میں سب ہلاک ہو جائیں گے۔ ان کی ہلاکت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب پہاڑ پر سے اُتریں گے اور دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے۔ آپ مع اپنے ہمراہیوں کے ایک بار پھر دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک سخت آندھی اور ایک قسم کا پرندہ بھیجے گا کہ وہ ان لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھینک آئیں گے اور ان کے تیر و کمان و ترکش مسلمان سات برس تک جلائیں گے۔

پھر اس کے بعد بارش ہو گی، جس سے زمین ہموار ہو جائے گی۔ اب زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھلوں کو اُگا اور آسمان کو حکم ہو گا کہ اپنی برکتیں انڈیل دے۔ پھر تو یہ عالم ہو گا کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھر جائے گا اور وہ اتنے بڑے بڑے ہوں گے

کہ اس کے چھلکے کے سائے میں ایک جماعت آجائے گی اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہوں کو کافی ہوگا۔ ایک گائے کا دودھ قبیلے بھر کو اور ایک بکری کا دودھ خاندان بھر کو کفایت کرے گا۔

(۱۴) دھوئیں کا پیدا ہونا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد آہستہ آہستہ کفر و جہل کی رسوم شائع ہوں گی۔ اسی اثناء میں ایک مکان مغرب میں اور ایک مشرق میں، جہاں منکرِ تقدیر رہتے ہوں گے، زمین میں دھنس جائے گا۔ اس کے بعد آسمان سے دھواں نمودار ہوگا جس سے آسمان سے زمین تک اندھیرا چھا جائے گا اور متواتر چالیس روز تک رہے گا۔ اس سے مسلمان زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں پر بے ہوشی طاری رہے گی۔ بعضے ایک دن، بعضے دو دن، اور بعضے تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے، پھر مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا۔

(۱۵) مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا

روزانہ آفتاب، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کر کے طلوع کی اجازت چاہتا ہے، تب طلوع ہوتا ہے۔ قُربِ قیامت جب آفتاب حسب معمول طلوع کی اجازت چاہے گا تو اجازت نہ ملے گی، بلکہ حکم ہوگا کہ واپس جا، وہ واپس ہو جائے گا، اور رات اس قدر طویل ہو جائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے، مسافر تنگ دل اور مویشی چراگاہ کے لیے بے قرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ و زاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار دراز ہونے کے بعد، اضطراب کی حالت میں مغرب سے، چاند گرہن کی مانند، تھوڑی روشنی کے نکلے گا اور نصف آسمان تک آکر لوٹ جائے گا، اور جانبِ مغرب غروب ہوگا۔ اس کے بعد بدستور سابق، مشرق سے طلوع کیا کرے گا۔

اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کافر اپنے کفر سے، گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا، توبہ قبول نہ ہوگی اور اس وقت کسی کافر کا اسلام لانا معتبر نہ ہو گا۔

(۱۶) دآبّۃ الارض کا نکلنا

آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد دوسرے روز لوگ اسی چرچے میں مصروف ہوں گے کہ کوہِ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور دآبۃ الارض نکلے گا۔ یہ عجیب شکل کا ایک جانور ہو گا، جس کے ہاتھ میں موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی نشان بنائے گا اور انگشتری سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سیاہ دھبہ۔ اس وقت تمام مسلم کافر علانیہ ظاہر ہوں گے۔ مسلمان کا چہرہ نورانی ہو گا اور کافر کا چہرہ سیاہ، بے رونق۔ یہ علامت کبھی نہ بدلے گی۔ جو کافر ہے، ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے، ہمیشہ ایمان پر ثابت قدم رہے گا۔

یہ جانور کوہِ صفا سے برآمد ہو گا کہ تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا اور ایسی تیزی سے دورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا۔ دآبۃ الارض پہلے یمن میں، پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب ہو جائے گا اور تیسری بار مکّہ معظمہ میں ظاہر ہو گا۔

(۱۷) قیامِ قیامت کا بیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ایک زمانہ کے بعد جب قیام قیامت کو صرف چالیس سال رہ جائیں گے تو ایک خُوشبودار ہوا چلے گی جو لوگوں کی بَغلوں کے نیچے سے گزرے گی، جس کا اثر یہ ہو گا کہ مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی اور دنیا میں کافر ہی کافر رہ جائیں گے۔ اس کے بعد پھر چالیس برس کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کے اولاد نہ ہوگی، یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی نہ رہے گا۔ دنیا میں کافر ہی کافر ہوں

گے۔ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کہ دفعتاً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک ہوگی لیکن رفتہ رفتہ بلند ہوتی جائے گی، لوگ کان لگا کر اس آواز کو سنیں گے اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مرجائیں گے اور جن پر موت طاری ہو چکی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عطا کی اور وہ قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء و شہداء، ان پر اس سے بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو جائے گی اور جو عام لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں، انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا۔

پھر تو زمین و آسمان میں ہلچل پڑ جائے گی۔ زمین اپنے بوجھ اور خزانے باہر نکال دے گی۔ پہاڑ ہل ہل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور دھنی ہوئی روئی یا اون کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جائیں گے۔ غرض آسمان و زمین اور پہاڑ جیسی عظیم الشان چیزیں یہاں تک کہ صور اور اسرافیل اور تمام ملائکہ فنا ہو جائیں گے۔ اس وقت سوا اس واحدِ حقیقی کے کوئی نہ ہوگا۔ وہ فرمائے گا: "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔" آج کس کی بادشاہت ہے؟ کہاں ہیں جبارین؟ کہاں ہی متکبرین؟ مگر کون ہے جو جواب دے گا، پھر خود ہی فرمائے گا: "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔" صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے۔

عقیدہ: قیامت بے شک قائم ہوگی، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، جو شخص قیامت کو تو حق کہے، مگر اس کے نئے معنی گھڑے، اور ان معنی کا انکار کر دے جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، وہ بھی درحقیقت قیامت کا منکر اور کافر ہے۔

(۱۸) حشر و نشر کا بیان

کائنات کے فنا ہو جانے کے بعد، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا، دوبارہ صور

پھونکتے ہی تمام اولین و آخرین، ملائکہ، انس و جن و حیوانات موجود ہو جائیں گے۔ پھر از سرِ نو زمین و آسمان، چاند و سورج موجود ہوں گے۔ پھر ایک مینہ برسے گا، جس سے سبزہ کے مثل، زمین کا ہر ذی روح، اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہو گا۔ سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم قبر انور سے برآمد ہوں گے کہ دائیں ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر کا ہاتھ ہو گا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا ہاتھ۔ پھر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقابر میں جتنے بھی مسلمان دفن ہیں، سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔

عقیدہ: حشر صرف رُوح کا نہیں، بلکہ رُوح و جسم دونوں کا ہے۔ جو کہے صرف روحیں ہی اٹھیں گی، جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ بھی کافر ہے اور دنیا میں جو رُوح جس جسم کے ساتھ متعلق ہو گی، اس رُوح کا حشر اسی جسم میں ہو گا۔ یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ رُوح متعلق کر دی جائے۔

عقیدہ: جسم کے اجزاء اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہو گئے اور مختلف جانوروں کی غذا بن گئے، یا ریزہ ریزہ ہو کر ہوا کے ساتھ اڑ گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب اجزاء کو جمع فرما کر پہلی ہیئت پر لا کر، انہیں اجزائے اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں، دوبارہ ترتیب دے گا اور قیامت کے دن اٹھائے گا۔

عقیدہ: جسم کے اجزائے اصلیہ، ریڑھ کی ہڈی میں جس کو عجب الذَّنب کہتے ہیں، کچھ ایسے باریک اجزاء ہیں، جو نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں، نہ انہیں آگ جلا سکتی ہے، نہ انہیں زمین گلا سکتی ہے۔ وہی تخم جسم ہیں، ولہٰذا روز قیامت روحوں کا اعادہ اسی جسم میں ہو گا، نہ کہ جسم دیگر میں۔ بالائی زائد اجزاء کا گھٹنا، بڑھنا جسم کو نہیں بدلتا۔ جیسے بچہ کتنا چھوٹا پیدا ہوتا ہے، پھر کتنا بڑا ہو جاتا ہے۔ قوی ہیکل جوان، بیماری میں گھل کر کتنا حقیر رہ جاتا ہے، پھر نیا گوشت پوست آکر مثلِ سابق ہو جاتا ہے۔ ان تبدیلیوں میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شخص بدل گیا۔ یونہی روزِ قیامت کا عود ہے کہ وہی گوشت، وہی ہڈیاں، پہلی ہیئت میں لا کر اسی جسمِ سابق سے رُوح کو متعلق کر کے،

بروزِ قیامت اٹھایا جائے گا۔

عقیدہ: قیامت کے دن، عام لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں، ناختنہ شدہ اٹھیں گے اور اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہ ہو گا۔ مومنین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی۔ ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر دس ہوں گے۔ مراتب اور درجاتِ ایمان و اعمال کا لحاظ رکھا جائے گا، جبکہ کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدانِ حشر کو جائے گا، کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے، اور کسی کو آگ جمع کرے گی۔

یہ میدانِ حشر، شام کی زمین پر قائم ہو گا اور زمین ایسی ہموار ہو گی کہ اس کنارے پر رائی کا دانہ گر جائے تو دوسرے کنارے پر دکھائی دے۔ اس دن زمین تانبے کی طرح ہو گی، آفتاب سروں سے بہت قریب بقدر ایک میل ہو گا، تپش اور گرمی سے بھیجے کھولتے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا، پھر اوپر چڑھے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہو گا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کمر، کسی کے سینے اور کسی کے گلے تک اور کافر کے منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑ جائے گا، جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی اور دل اُبل کر گلے تک آجائیں گے، دہشت سے طاقت طاق ہو گی۔

پھر باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہو گا۔ پھر حساب کا دفتر کھلے گا۔ سب کے اعمال نامے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہوں گے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہو گی۔ ان تمام مرحلوں کے بعد اب اسے ہمیشگی کے گھر جانا ہے۔ جہاں کسی کو آرام و آسائش کا گھر ملے گا۔ جس کی آسانی اور راحت کی کوئی انتہاء نہیں، اس کو جنّت کہتے ہیں یا تکلیف کے گھر میں جانا پڑے گا۔ جس کی تکلیف و اذیت کی کوئی حد نہیں، اسے جہنم کہتے ہیں۔

(۱۹) آخرت کے چند احوال و شفاعت

میدانِ حشر میں جہاں بھائی بھائی سے بھاگے گا، ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے، بی بی بچے الگ جان چرائیں گے اور ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوگا اور اسی حالت میں قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔ قریب قریب آدھے کے گزر جائے گا کہ تمام مومنین اولین و آخرین کے دلوں میں یہ بات قدرتاً پیدا ہوگی کہ جب انبیائے کرام دنیا میں حاجت برآری کا وسیلہ تھے، تو یہاں بھی حاجت روائی انہیں کے ذریعہ ہوگی، چنانچہ یہ بات مشورہ سے قرار پائے گی کہ ہم سب کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے، چنانچہ افتاں و خیزاں گرتے پڑتے کس کس مشکل سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور ان کے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے کہ آپ ہماری شفاعت کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان مصائبِ محشر سے ہمیں نجات دے۔ آپ فرمائیں گے "مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے، تم لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ وہ فرمائیں گے، تم ان کے پاس جاؤ جو آج بے خوف ہیں اور تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ وہ خاتم النبیین ہیں، وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمانے پر ٹھوکریں کھاتے، دہائیاں دیتے، بارگاہِ بے کس پناہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر حضور کے بہت سے فضائل بیان کر کے شفاعت کے لیے عرض کریں گے، تو حضور جواب میں ارشاد فرمائیں گے: "میں اس کام کے لیے ہوں، میں اس کام کو انجام دوں گا، میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے۔"

یہ فرما کر بارگاہِ عزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے، ارشاد ہوگا: "اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو، جو کچھ مانگو گے، ملے گا اور

شفاعت کرو، تمہاری شفاعت مقبول ہے۔" پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو گا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی شفاعت کئی قسم پر ہے:

(۱) شفاعتِ کبریٰ، یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی وہ شفاعت جو تمام مخلوق، مومن و کافر، فرمانبردار و نافرمان، موافق و مخالف اور دوست و دشمن سب کے لیے ہوگی اور وہ انتظارِ حساب جو سخت جاں گزا ہو گا، جس کے لیے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے۔ اس بلا سے چھٹکارا، کافروں کو بھی حضور کی بدولت ملے گا، جس پر اولین و آخرین، مومنین و کافرین، موافقین و مخالفین سب حضور کی حمد کریں گے۔ اس کا نام مقامِ محمود ہے اور یہ مرتبہ شفاعتِ کبریٰ حضور کے خصائص سے ہے۔

(۲) بہتوں کو بلا حساب جنّت میں داخل فرمائیں گے۔

(۳) بہتیرے وہ ہوں گے، جو مستحق جہنم ہو چکے ہوں گے، ان کو جہنم میں جانے سے روکیں گے۔

(۴) بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔

(۵) بعضوں کے درجات بلند فرمائیں گے۔

(٦) بعضوں سے تخفیفِ عذاب فرمائیں گے۔

(۷) جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی، انہیں بہشت میں داخل فرمائیں گے۔

(۸) یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کم ایمان ہو گا، اس کے لیے شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔

(۹) یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا، اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے، اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔

عقیدہ: ہر قسم کی شفاعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے لیے ثابت ہے، بکثرت آیات و احادیث اس میں وارد ہیں، کسی بھی قسم کی شفاعت کا انکار وہی کرے گا جو بدمذہب و گمراہ ہے اور قرآن کریم میں جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ بتوں اور کافروں کی شفاعت ہے کیونکہ شفاعت مقربین کی ہو سکتی ہے، نہ کہ مغضوبین کی

کہ وہ تو خود ہی عذابِ الٰہی میں گرفتار ہیں اور رہیں گے تو دوسروں کے کیا کام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حکم کافروں اور بتوں پر صادر فرمایا ہے، وہ اس کے محبوبوں اور مقرب بندوں پر لگانا اور یہ کہہ دینا کہ کوئی کسی کا وکیل و سفارشی نہیں، خدا اور رسول پر بہتان اور نئی شریعت گھڑنا ہے۔

عقیدہ: شفاعت کے باب میں عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک و شہنشاہ حقیقی ہے۔ اس کو نہ کسی قسم کا لالچ ہے نہ ڈر۔ نہ وہ کسی کے دباؤ میں ہے، نہ اس پر کسی کی دھونس یا زور چلتا ہے۔ اسی نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے اپنے بندوں میں سے اپنے محبوبوں کو چن لیا اور اپنے تمام محبوبوں کا سردار، مدنی تاجدار، احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو کیا، وہ بکمالِ بے نیازی، اپنے کرم سے اپنے محبوبانِ کرام کی ناز برداری فرماتا ہے، اسی نے اپنے محبوبوں کی عظمت و جلالت اور شانِ محبوبیت دکھانے اور ان کی شوکت و وجاہت ظاہر فرمانے کے لیے، ان کو اپنے گنہگار بندوں کا شفیع بنایا اور انہیں منصبِ شفاعت عطا فرمایا اور وہی اپنے کرم سے انبیاء و اولیاء، علماء و شہداء و اہلِ شفاعت کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ شفاعت کے معنی ہیں "کسی شخص کو اپنے بڑے کے حضور میں اپنے چھوٹے کے لیے سفارش کرنا۔" شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو نہیں کہتے اور نہ ہی شفاعت ڈر کر یا دب کر مانی جاتی ہے۔

عقیدہ: تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اولیائے کرام، حفاظ، حجاج اور ہر وہ شخص جسے کوئی منصبِ دینی ملا ہے، کل بروزِ قیامت اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کریں گے، بلکہ نابالغ بچے جو مر گئے، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے بلکہ آتشِ دوزخ سے نجات پانے والے مسلمان، اپنے ان بھائیوں کی رہائی کے لیے جو آتشِ دوزخ میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت و سوال میں مبالغہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر مسلمانوں کی کثیر تعداد کو پہچان پہچان کر دوزخ سے نکالیں گے، یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے: ہم نے آپ

کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا۔ کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا۔ اور علمائے کرام ان تک کی شفاعت کریں گے۔

اللہ اللہ یہ ہے کرمِ خداوندی کی ناز برداری اور شفاعتِ محبوبانِ الٰہی کی جلوہ طرازی۔

(۲۰) اعمال نامہ

عقیدہ: اعمال نامہ ہمارے تمام اچھے بُرے اعمال کا مکمل ریکارڈ ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کا اعمال نامہ اسے دیا جائے گا۔ نیکوں کے دائیں ہاتھ میں، بروں کے بائیں ہاتھ میں، اور کافر کا سینہ توڑ کر، اس کا بایاں ہاتھ اس کے پسِ پشت نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے کہ جو کام عمر بھر کیے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا کہ ذرہ ذرہ بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔ اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے، اور کافروں کا تو خوف کے مارے برا حال ہو گا۔ پھر میزان پر ان لوگوں کے نیک و بد اعمال تولے جائیں گے۔

(۲۱) میزان

عقیدہ: میزان، ترازو کو کہتے ہیں اور اعمال کے تولنے کے لیے قیامت میں جو میزان نصب کی جائے گی، اس کا کچھ اجمالی مفہوم شریعت نے بیان فرمایا ہے کہ وزنِ اعمال ایسی میزان سے کیا جائے گا، جس میں کفتین (یعنی پلے) اور لسان یعنی چوٹی وغیرہ موجود ہیں اور اس کا ہر پلہ اتنی وسعت رکھے گا، جیسی وسعت مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا کہ وہ میزان کس نوعیت کی ہو گی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہو گا، یہ ہماری عقل و ادراک کی رسائی سے باہر

ہے، خدا اور رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ ہمیں تو اس پر عقیدہ رکھنا ہے کہ میزان حق ہے اور اس پر لوگوں کے تمام نیک و بد اعمال تولے جائیں گے، جن کے اعمال کا پلہ وزنی ہو گا، وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا ہو گا، وہ خسارے میں رہیں گے۔ نیکی کا پلہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اٹھے۔ دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے، نیچے کو جھکتا ہے۔

(۲۲) حساب

دنیا کے اکثر بڑے بڑے عقلاء و دانشور، باوجود اختلافِ مذہب کے اس بات پر متفق ہیں کہ اس زندگی کے بعد، کوئی دوسری زندگی بھی آنے والی ہے اور معاملہ اسی دنیا میں موت تک ختم نہیں ہو جاتا اور اس دوسری زندگی میں ہماری سعادت و شقاوت، نیک بختی و بد بختی کا مدارِ کار ہماری اس دنیاوی زندگی کے اعمال و افعال پر ہے اور ہمارے تمام نیک و بد اعمال کی جزا و سزا کا ایک دن مقرر ہے۔ یہی روزِ حساب و روزِ قیامت ہے اور اسی روز ہمارے تمام اعمال کی بازپُرس ہو گی۔

عقیدہ: حساب حق ہے، اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔ حساب کا منکر کافر ہے۔

عقیدہ: اعمال کے حساب کی نوعیتیں جُداگانہ ہوں گی۔ کسی سے خفیتاً پوچھا جائے گا کہ تُو نے یہ کیا؟ وہ اقرار کرے گا اور اپنے دل میں سمجھے گا کہ اب کم بختی آئی، مگر وہ ربِ کریم، غفور رحیم فرمائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب بخشتے ہیں۔ کسی کو نعمتیں یاد دلا کر یہ پوچھا جائے گا کہ "کیا تیرا خیال تھا کہ مجھ سے ملے گا؟" عرض کرے گا "نہیں۔" پھر وہ عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔

بعض کافر ایسے ہوں گے کہ جب انہیں نعمتیں یاد دلا دلا کر پوچھا جائے گا کہ تُو نے کیا کیا؟ تو وہ ایمان، نماز، روزے، خیرات و صدقات وغیرہ نیک کاموں کا ذکر کر جائے گا۔ اس وقت بحکمِ الٰہی اس کے بدن کے تمام اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ یہ تو

ایسا ایسا تھا اور وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس امتِ مرحومہ میں وہ شخص بھی ہوگا، جس کے گناہوں کے دفتر کے دفتر بھرے ہوں گے، وہ ان میں سے کسی امر کا انکار نہ کر سکے گا، اور نہ کوئی عذر اس کے پاس ہوگا۔ اس وقت ایک پرچہ جس میں کلمۂ شہادت لکھا ہوگا، اسے دیا جائے گا کہ جا تُلوا۔ پھر ایک پلے میں وہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ۔ قدرتِ الٰہی سے وہ پرچہ دفتروں سے بھاری ہو جائے گا اور وہ ہشاش بشاش داخل جنّت ہوگا۔ حق ہے کہ اس غفور و رحیم کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے، تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔ اس کی رحمت چاہے تو کروڑوں برس کے گناہ ایک نیکی سے معاف فرما دے، بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ بس غلامی ہونی چاہیے سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی۔

اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی بازپُرس ہوگی اور وہ ہلاک ہوگا۔ جبکہ اس امت سے اللہ عزوجل کے بے شمار کروڑ در کروڑ بندے، بلا حساب جنّت میں جائیں گے، جیسے تہجد گزار۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اہلِ محشر کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، جن میں چالیس پہلی امتوں کی اور اسّی اس امت مرحومہ کی۔ حساب و کتاب سے فراغت کے بعد سب کو پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا۔

(۲۳) صراط

عقیدہ: صراط حق ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشتِ جہنم پر (دوزخ کے اوپر) نصب کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ جنّت میں جانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ سب کو اس پر سے گزرنا ہے۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پل صراط سے گزرنے میں لوگوں کی حالتیں جُداگانہ ہوں گی، جس مرتبہ و مقام کا آدمی ہوگا، اس کے لیے ایسی ہی آسانی یا دشواری ہوگی، نیکوکاروں میں بعض تو ایسی تیزی سے گزر جائیں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا، ابھی غائب ہو گیا۔ ابھی اِدھر تھے، ابھی اُدھر پہنچے۔

بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرندہ اڑتا ہے، بعض تیز گھوڑے کی طرح اور بعض ایسے جیسے آدمی دوڑتا ہے۔ بعض آہستہ آہستہ یہاں تک کہ بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے اور بعض گرتے پڑتے، لنگڑاتے ہوئے اس پل پر سے گزر جائیں گے اور بعض چیونٹی کی چال چل کر پار ہو جائیں گے۔ غرض نیک سلامت رہیں گے اور اپنے اپنے درجے کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور کافروں کے لیے بڑی حسرت کا عالم ہو گا، جبکہ وہ پل سے نہ گزر سکیں گے اور جہنم میں گر پڑیں گے۔

عقیدہ: پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے لٹکتے ہوں گے۔ جس شخص کے بارے میں حکم ہو گا، اسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔

عقیدہ: سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم پل صراط سے گزر فرمائیں گے۔ پھر باقی انبیاء و مرسلین گزریں گے۔ ان کے بعد حضور کی امت مسلمہ مرحومہ، پھر اور امتیں گزریں گی۔

(۲۴) حوضِ کوثر

عقیدہ: حشر کے دن، اس جانکاہ پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت، حوضِ کوثر ہے، جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو مرحمت ہوا ہے۔ حوضِ کوثر حق ہے۔ اس حوض کی مسافت ایک مہینے کی راہ ہے۔ اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں۔ اس کی مٹی نہایت خُوشبودار اور مشک کی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس پر پانی پینے کے برتن گنتی میں ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ جو ایک بار پیئے گا، کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم اس سے اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین!

(۲۵) دیدارِ الٰہی

عقیدہ: سب سے برتر و بالاتر، سب نعمتوں سے اعظم و اعلیٰ جو نعمت اس روز مسلمانوں کو ملے گی، وہ اللہ عزوجل کا دیدار ہے کہ اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں، جسے ایک بار دیدار میسر ہو گا، ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں ڈوبا رہے گا، کبھی نہ بھولے گا۔ سب سے پہلے دیدارِ الٰہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو ہو گا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ انبیاء و مرسلین کو اور پھر تمام اولین و آخرین یعنی عامتہ المسلمین کو۔ مولائے کریم ہمیں بھی دیدار نصیب فرمائے۔ آمین!

عقیدہ: اللہ عزوجل کا دیدار بلا کیف ہے، یعنی مسلمان اسے دیکھیں گے، مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ عالمِ آخرت چونکہ اس عالم سے بالکل علیحدہ ایک عالم ہے اس لیے اس عالم پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس دنیا میں کسی چیز کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیز آنکھوں کے سامنے ہو، کسی ایک خاص جگہ ہو، اس کے لیے کوئی مکان ہو، اور وہ واجب الوجود ان تمام امور سے پاک و منزہ ہے کہ یہ سب چیزیں جسمیت کے لیے لازم ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ تعین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دیدارِ الٰہی کس نوعیت پر ہو گا، کیونکر ہو گا، اور کس شان سے ہو گا۔ بہرحال قرآن کریم، احادیثِ کریمہ اور اجماعِ امت اس بات پر گواہ ہیں کہ عالمِ آخرت میں خداوند تعالیٰ کی بہترین نعمت یہ ہو گی کہ وہ اپنی مخلوق کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے، اگرچہ اس کی کوئی صورت مقرر نہ ہو۔ ہاں وقتِ دیدار، نگاہ اس کا احاطہ کرے، یہ محال ہے۔ رافضی کہ دیدارِ الٰہی سے مایوس ہیں، مایوس ہی رہیں گے۔

عقیدہ: قیامت، بعث، حشر و نشر، ثواب و عذاب، جنّت و دوزخ اور ملائکہ و شیاطین سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو تو حق

کہے، مگر ان کے نئے معنی اپنے جی میں گھڑے، مثلاً کہے کہ جنّت صرف ایک اعلیٰ درجہ کی راحت کا نام ہے، یا کہے کہ رُوحانی اذیّت کے اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونے کا نام دوزخ ہے یا ثواب کے معنی اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب کے معنی بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا بتائے یا کہے کہ حشر صرف رُوحوں کا ہوگا، وہ حقیقتاً ان چیزوں کا منکر ہے، اور ایسا شخص قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج اور اسلامی برادری سے باہر ہے، اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اسلام کا اقرار کرتا ہو۔

یونہی فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا، یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔ غرض ان تمام امور کے متعلق جو عقیدے مسلمانوں میں مشہور ہیں اور ان کے جو معنی اہلِ اسلام میں مراد لیے جاتے ہیں، یہی معنی قرآن پاک و احادیثِ شریفہ میں صاف صاف روشن الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں اور یہ امور اسی طور پر تواتر کے ساتھ منقول ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں تو جو شخص ان الفاظ کا تو اقرار کرے، لیکن یوں کہے کہ ان کے ایسے معنی مراد ہیں، جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے، ایسا شخص یقیناً ضروریاتِ دین کا منکر اور قطعی طور پر دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور کلمہ پڑھتا ہو تو مرتد ہے۔

(۲۶) جنّت کا بیان

عقیدہ: اہلِ ایمان کے ثواب اور انعامات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مکان بنایا ہے جس میں تمام قسم کی جسمانی و رُوحانی لذتوں کے وہ سامان مہیا فرمائے ہیں جو شاہانِ ہفت اقلیم، ساری کائنات کے فرمانرواؤں اور حکمرانوں کے خیال میں نہیں آسکتے۔ اسی کا نام جنّت و بہشت ہے۔

جنّت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان دار بندوں کے لیے انواع و اقسام کی ایسی نعمتیں جمع فرمائی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا تو ان کا وصف پوری طرح بیان میں نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ عطا

فرمائے تو وہیں ان کی قدر معلوم ہوگی۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے، سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنّت کی کسی چیز کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔

جنّت میں سو درجے ہیں اور ہر درجے کی وسعت اتنی ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہو، اور جگہ باقی رہے۔

جنّت میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنّت کی دیواریں، سونے چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہوئی ہیں۔ زمین زعفران کی اور کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت ہیں۔

جنّت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا اور چوتھا پاکیزہ شراب کا۔ پھر ان میں سے نہریں نکل کر ہر ایک جنتی کے مکان میں جاری ہیں۔

جنّت میں جنتیوں کو ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے اور جو چاہیں گے، فوراً ان کے سامنے ہو جائے گا۔

جنّت میں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک وغیرہ حتیٰ کہ کان کا میل، بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے۔ ایک خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا اور ایک خوشبودار اور فرحت بخش ڈکار آئے گی اور سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر بالقصد اور بلاقصد مثل سانس کے جاری ہوگی۔ باہم ملنا چاہیں گے، تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔

جنّت میں کم از کم ہر شخص کے سرہانے میں دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے، جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے اور نہ ان کی جوانی فنا ہوگی اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے گا، تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر یعنی تیس سال کی خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی۔ جنّت میں نیند نہیں کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنّت میں موت نہیں۔

جنتی جب جنّت میں جائیں گے، ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا

اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر انہیں دنیا کے ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں۔ عرشِ الٰہی ظاہر ہوگا اور رب عزوجل جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا اور خدا تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہوگا، جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو، ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں۔ ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کے وجہِ کریم کے دیدار سے ہر صبح و شام مشرف ہوگا۔

(۲۷) دوزخ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں، نافرمانوں اور سرکشوں کے عذاب و سزا کے لیے بھی ایک جگہ بنائی ہے جس کا نام جہنم یا دوزخ ہے۔ یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصوّرات جہاں تک پہنچیں، وہ ایک شمہ ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے۔ اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیّت کہ ادراک کی جائے، ایک ادنیٰ حصّہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا۔ چنانچہ جہنم میں تمام قسم کے اذیّت دہ، طرح طرح کے ایسے ایسے عذاب مہیا کیے گئے ہیں، جن کے تصوّر سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے اور حواس گم ہوتے ہیں۔

قرآن مجید و احادیث میں جو اس کی سختیاں مذکور ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

جہنم کے شرارے (پھول) اونچے اونچے محلوں کے برابر اُڑیں گے۔ گویا زرد اونٹوں کی قطار کہ پیہم آتے رہیں گے۔ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے یہ جو دنیا کی آگ ہے، اس آگ کے ستّر جزوں میں سے ایک جز ہے اور یہ آگ بھی خدا تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے۔

جہنم میں جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا، اسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، جس سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے، وہ سمجھے گا کہ

سب سے ہلکا ہے۔ سب سے ہلکے درجے کا جس پر عذاب ہوگا اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا "اگر ساری زمین تیری ہو جائے، تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیے میں دے دے گا؟" عرض کرے گا "ہاں!" فرمائے گا: "جب تو پشتِ آدم میں تھا، تو ہم نے اس سے بہت ہلکی چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا، مگر تُو نے نہ مانا۔"

جہنم کی آگ ہزار برس تک دہکائی گئی ہے، یہاں تک کہ سرخ ہوگئی۔ پھر ہزار برس اور جلائی گئی یہاں تک کہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس اور، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ نری سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔ دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستّر برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی۔ غرض کہ کافر اس میں جھونک دیئے جائیں گے۔

کفار کی سرزنش کے لیے طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ لوہے کے بھاری بھاری گرزوں سے ان پر مار پڑے گی، بڑے بڑے اونٹوں کی گردن کے برابر بچھو اور اللہ جانے کس قدر بڑے بڑے سانپ ان پر مسلط کیے جائیں گے۔

خود جہنمیوں کی شکلیں ایسی کریہہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اس صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبُو سے مرجائیں۔ جسم ان کا اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانے سے دوسرے تک تیز سوار کے لیے تین دن کی راہ ہے۔

پھر آخر میں ان کافروں کے لیے یہ ہوگا کہ ان کے قد کے برابر آگ کے صندوق میں اسے بند کریں گے، پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قفل لگایا جائے گا، پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی۔ اسی طرح یہ صندوق ایک اور صندوق میں رکھ دیا جائے گا اور آگ جلا کر لوہے کا قفل اس میں لگا دیا جائے گا تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی عذاب میں نہ رہا اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ کے لیے ہے، مولا کریم اپنی پناہ میں رکھے۔۔۔ آمین۔

(۲۸) اَعراف کا بیان

جنّت اور دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ کی دیوار ہے۔ یہ دیوار جنّت کی نعمتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنّت تک پہنچنے سے مانع ہوگی۔ اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہے، اس کو اَعراف کہتے ہیں۔

اور اکثر سلف و خلف سے یہ بات منقول ہے کہ اَعراف میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ یہ لوگ جب اہلِ جنّت کو دیکھیں گے، تو انہیں سلام کریں گے جو بطورِ مبارک باد ہوگا اور جب جہنمیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے "یارب ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کر۔" اور چونکہ اَعراف والے ابھی تک جنّت میں نہ گئے ہوں گے اس لیے جنّت کی طمع اور آرزو کریں گے اور انجامِ کار اَعراف والے جنّت میں چلے جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَعراف میں ہر درجہ کے لوگ ٹھہرائے جائیں اور ہر ایک کے ٹھہرانے کی حکمت جداگانہ ہو، مثلاً ان فضیلت اور رتبۂ عالیہ کا اظہار تاکہ سب جنتی اور دوزخی ان کو دیکھیں اور وہ سب کے احوال کا معائنہ کریں۔

(۲۹) ذبحِ موت کا بیان

جب سب جنتی، جنّت میں پہنچ جائیں گے اور جہنم میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے، اس وقت جنّت اور دوزخ کے درمیان موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر کھڑا کریں گے۔ پھر ایک منادی والا جنّت والوں کو پکارے گا۔ وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جنّت سے نکلنے کا حکم ہو، پھر جہنمیوں کو پکارے گا، وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید ان مصیبتوں سے رہائی ہو جائے۔ پھر وہ منادی والا ان سب کو دکھا کر پوچھے گا کہ "اسے پہچانتے ہو؟" سب کہیں

گے کہ "ہاں! یہ موت ہے۔" پھر ان سب کو دکھا کر ذبح کر دی جائے گی اور اسے جنّت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائیں گے اور یہ فرمایا جائے گا کہ "اے اہلِ جنّت! ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے اہلِ نار! ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں۔"

اس وقت اہلِ جنّت کے لیے فرحت و سرور کی انتہا نہ ہوگی۔ ان کے لیے خوشی پر خوشی ہے۔ اسی طرح دوزخیوں کے رنج و غم کی نہایت نہ ہوگی، ان کے لیے غم بالائے غم ہے۔

عقیدہ: جنّت و دوزخ حق ہیں، ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

عقیدہ: جنّت و دوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب بھی موجود ہیں، یہ نہیں کہ اس وقت تک مخلوق نہ ہوئیں قیامت کے دن بنائی جائیں گی۔

(۳۰) ایمان و کفر کا بیان

سچے دل سے ان تمام باتوں کی تصدیق کرنا جو ضروریاتِ دین سے ہیں، اسے ایمان کہتے ہیں، یا یوں سمجھو کہ جو حکم یا خبر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے، ان سب کو حق جاننا، سچے دل سے ماننا اور ان پر ایسا یقین رکھنا کہ ذرہ برابر اس میں شک نہ رہے، ایمان کہلاتا ہے اور ان میں سے کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے۔ اگرچہ ایسا شخص باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو اور ضروریاتِ دین، وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص و عام، دین کا مسئلہ جانتے ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنّت و دوزخ، حشر و نشر وغیرہا۔ مثلاً جیسے یہ اعتقاد کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ نبوت آپ پر ختم ہو گئی اور حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔

وہ مسلمان کہ دور دراز دیہاتوں اور جنگلوں اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں، جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ

ضروریاتِ دین میں سے کسی دینی ضرورت کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے، حق ہے یا بالفاظ دیگر اس بات پر اجمالاً ایمان لائے ہوں کہ اسلام سچا دین ہے، اور اس کا ہر حکم سچا، اس کی ہر بات، ہر خبر سچی اور اس کے تمام فرمان سچے۔

مسلمان بھائی اور بہنیں، چھوٹے اور بڑے خوب یاد رکھیں کہ نجات اس بات پر منحصر ہے کہ ایک ایک عقیدہ اہلِ سنت و جماعت کا ایسا پختہ ہو کہ آسمان و زمین ٹل جائیں، مگر وہ نہ ٹلے۔ یہی دینی تصلب ہے اور یہ تصلّب دین میں محمود۔ پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلبِ ایمان کا خوف نہ ہو، مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔ ہر مسلمان کو اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ صحت و تندرستی کے وقت خوف غالب ہو اور مرتے وقت رجاو امید کہ وہ ربِ کریم اپنے فضلِ عمیم سے مغفرت و نجات بخشے گا۔

عقیدہ: مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے، جو ضروریاتِ دین سے ہیں۔ اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں۔ ہاں شرعاً ایسی مجبوری آڑے آجائے جس میں جان جانے کا غالب گمان ہے، یعنی اسے مار ڈالنے یا اس کا عضو کاٹ ڈالنے کی صحیح دھمکی دی گئی ہے تو اسے معاذ اللہ کلمۂ کفر زبان سے جاری کرنے کی اجازت ہے، مگر شرط اب بھی یہی ہے کہ دل میں وہی اطمینانِ ایمانی اور قلبی اور جزمِ قطعی ہو جو پیشتر تھا، مگر افضل اب بھی یہی ہے کہ جان دے دے، مگر کلمۂ کفر زبان سے نکال کر اسلام سے نہ ہٹے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا اکراہِ شرعی مسلمان کلمۂ کفر صادر نہیں کر سکتا۔ ایسی بات وہی شخص زبان پر لائے گا جس کے دل میں اسلام کی اتنی ہی وقعت ہے کہ جب چاہا، اس کا انکار کر دیا اور کلمۂ کفر زبان سے نکال دیا۔ جبکہ ایمان تو ایسی تصدیقِ قلبی اور یقینِ محکم کا نام ہے جس کے خلاف کی اصلاً گنجائش نہیں۔

عقیدہ: جب تک دل میں تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق جاگزیں اور اسلام کی حقانیت پر یقینِ کامل باقی ہے، کبیرہ گناہوں میں گرفتار مسلمان، مسلمان ہی ہے اور جنّت

میں جائے گا، خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرمادے یا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے بعد، یا اپنے کیے کی کچھ سزا پاکر بخشا جائے۔ اس کے بعد کبھی جنّت سے نہ نکلے گا، یا یوں کہہ لو کہ گناہِ کبیرہ کرنے سے اگرچہ قصداً کیا ہو، آدمی کافر اور ایمان و اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور مسلمان برادری سے نہیں نکلتا۔

عقیدہ: شرک کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود یا مستحقِ عبادت جاننا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے۔ اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو، حقیقتاً شرک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے اہلِ کتاب کفار، یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کے احکام مشرکین کے احکام سے جدا فرمائے، مثلاً کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اور مشرک کا مردار۔ کتابیہ سے نکاح ہو سکتا ہے، مشرکہ سے نہیں۔ ہاں کبھی شرک بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے۔ یہ جو قرآن شریف میں فرمایا کہ شرک نہ بخشا جائے گا، وہ اسی معنی پر ہے۔ یعنی اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی۔ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں، جسے چاہے بخش دے۔

بعض اعمال جو قطعاً ایمان و اسلام کے منافی ہوں، ان کے مرتکب کو کافر کہا جائے گا، جیسے بت یا چاند سورج کو سجدہ کرنا، قرآن کریم، کعبۂ معظمہ یا کسی نبی اللہ کی توہین کرنا۔ اس کی شان و وقعت کو گھٹانا، یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔ یونہی بعض اعمال کفر کی علامت ہیں جیسے زنار باندھنا، قشقہ لگانا، سر پر ہندوؤں کی طرح چٹیا رکھنا۔ معاذاللہ جو ایسی باتوں کا مرتکب ہو، اسے ازسرِ نو اسلام لانے، کلمہ پڑھنے اور اس کے بعد اپنی عورت سے تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا، یعنی اس پر لازم ہوگا کہ اس فعل سے توبہ کر کے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح پڑھائے۔

عقیدہ: ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر۔ تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ہم بوجہ شبہ کے کسی کو نہ

مسلمان کہیں نہ کافر، جیسے یزید پلید۔

عقیدہ: مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے۔ اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان، یا معاذاللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو، اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے، خاتمہ پر بنا، روزِ قیامت اور ظاہر پر حکمِ شرع کا مدار ہے تو جس نے کفر کیا، فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی پر چھوڑ دیں۔ جس طرح ظاہراً جو مسلمان ہو، اور اس سے کوئی قول و فعل، خلافِ ایمان صادر نہ ہو۔ فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں۔ اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ اس زمانہ میں لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں جتنی دیر اسے کافر کہو گے، اتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کر لو۔ مقصود یہ ہے کہ اسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو۔ نہ یہ کہ اپنی "صلح کل" پالیسی سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو۔

خوب یاد رکھنا چاہیے

جب اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی جیسا کہ قرآن کریم کی گواہی ہے تو جو کسی کافر کے لیے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد یعنی ایسے شخص کو جو کلمہ گو ہو کر کفر کرے، جنتی، مرحوم یا مغفور یا رحمتہ اللہ علیہ یا نور اللہ مرقدہ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کہے، یا کسی مردہ ہندو کو کہ علانیہ، اسلام سے دور اور کفر پر اڑا رہا۔ بیکنٹھ باشی کہے، خود کافر ہے کہ درحقیقت انکار کرتا ہے حکمِ قرآنی اور فرمانِ ربانی کا۔

قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے کہ مغفرت اور بخشش کی دولت، صرف ان خوش نصیبوں کے لیے ہے جو مرتے دم تک ایمان و اسلام پر قائم رہے تو جو بدنصیب عمر بھر کفر

و شرک میں گرفتار رہے اور اسی حالت میں موت نے انہیں آلیا، ان کے لیے بخشش و نجات کی تمام راہیں اور مغفرت کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

اور ان سے بدتر ہیں وہ بدبخت جو کلمۂ اسلام پڑھ کر کفر پر مریں، اسلام کا نام لیں اور کفر کی بستی آباد کریں۔ یہ کب اس قابل ہیں کہ رحمتِ الٰہی ان کی طرف متوجہ ہو۔ اسی لیے قرآن و حدیث کے احکام کے بموجب ایسوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا بھی حرام اور شدید گناہ ہے کہ آخر نمازِ جنازہ کا مقصود بھی مرنے والے کے لیے دعائے مغفرت اور عام مسلمانوں کی جانب سے اس کی شفاعت ہے، جبکہ وہ بدنصیب اس دولت کا اہل ہی نہیں، بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر بغرضِ زیارت، بطورِ اکرام جانا بھی شرعاً ایک بہت بڑا گناہ اور حرام و ناجائز ہے۔ یونہی ان کے کفن و دفن میں شرکت بھی شرعاً درست نہیں اور ان احکامِ شرعیہ کی علت وہی کہ جب وہ ایمان سے خالی ہیں، تو اس کی اہلیت ہی نہیں کہ ان پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اور جب وہ مبغوض و مردود اور لعنتِ الٰہی میں گرفتار ہیں، تو ان پر یہ نعمتیں کیسی اور ان کے لیے عزت و تکریم کا اہتمام کیسا؟

مسلمان مرد اور عورتوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے منافقوں کو اپنی جماعت میں کسی طرح نہ پنپنے دیں اور ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ایسے بدنصیبوں کی ہمت افزائی ہو اور ایسے بدنصیب، مسلمانوں میں شمار کیے جائیں اور یوں غیروں کی نگاہوں میں ان کی کجروی و گمراہی، بددینی ولامذہبی اسلام قرار پائے۔ مولائے کریم سب مسلمانوں کو ایسے فتنہ پردازوں کے فتنوں سے بچائے۔ آمین!

نفاق کا بیان

قرآن کریم نے ذکر تین قسم کے لوگوں کا کیا ہے: ایک مومن، قانونِ الٰہی کے مطیع و فرمانبردار، دوسرے کافر، قانونِ الٰہی کے منکر اور اسلام کے منکر و باغی اور علانیہ اسلام کے مخالف و معاند، تیسرے منافق، ہوتے یہ بھی کافر و منکر اور اسلام کے باغی ہیں، لیکن یہ اپنے کفر و انکار پر، پردہ مکر و فریب کا ڈالے رکھتے ہیں، یعنی زبان پر دعویٰ اسلام

رکھتے ہیں، دل میں کفرِ خالص۔ اعلان بھلائی کا کرتے ہیں، مگر شر کو اندر ہی اندر چھپائے رکھتے ہیں۔ دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے اسلام کی حقانیت کا اقرار کرتے ہیں، مگر درپردہ مسلمانوں میں شامل رہ کر سازشوں کا جال پھلاتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ اقدس میں، یعنی ہجرت نبوی کے بعد کچھ لوگ ان احوال و عادات کے حامل مدینہ منورہ میں مشہور ہوئے۔ اسلام سے عداوت اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عناد میں یہ لوگ کھلے ہوئے کافروں سے کچھ کم نہ تھے، مگر زبانی اقرارِ اسلام کے باعث سمجھتے تھے کہ ان کی یہ منافقانہ روش ان کے لیے مفید ہوگی، مگر ان کی منافقت کا راز فاش ہو کر رہا اور ان کے کفرِ باطنی پر قرآن ناطق ہوا۔ نیز نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرمادیا کہ فلاں منافق ہے اور فلاں منافق ہے اور ایک ایک منافق کا نام لے کر اسے مسجدِ کریمہ سے نکال دیا۔ اب کہ وحیِ الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو چکا اور یقین و جزم سے کسی کے دل کی حالت و نیت کے علم کا راستہ مسدود ہوگیا، اس لیے اس زمانہ میں کسی خاص شخص کی نسبت قطع و یقین کامل کے ساتھ منافق نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارے سامنے جو دعویٰ اسلام کرے، اسلام کا کلمہ پڑھے اور خود کو مسلمان کہے، ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے، مسلمان ہی جانیں گے اور مسلمان ہی کہیں گے۔ جب تک اس سے کوئی قول و فعل ایسا سرزد نہ ہو جو ایمان کے منافی اور دعویٰ اسلام کے قطعاً برخلاف ہے۔

البتہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانے میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جائے تو دعویٰ اسلام کے ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار بھی کر بیٹھتے ہیں۔ کافروں میں سب سے بدتر مسلمانوں کے حق میں یہی منافق ہیں اور ان کی صحبت ہزار کافروں کی صحبت سے بدتر اور مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتے ہیں اور مسلمان ان کی ظاہری روش اور وضع قطع، طور طریق کو دیکھ کر ان کے بہکائے میں آجاتے ہیں۔

مسلمان خبردار رہیں اور اس ارشادِ قرآنی کو مدنظر رکھیں کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں جُدا

وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ۔

جُدا راہیں نکالیں اور گروہ در گروہ بن گئے۔ اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں، ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔

ارشادِ قرآنی کا مدعا یہ ہے کہ خدا اور رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے فرمودات اور دینِ اسلام کے وسیع اصول و کلیات کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات کے اتباع اور اپنی خود پسندی کی پیروی میں جو لوگ کفر و شرک یا بدعت کے طریقوں کو اختیار کر کے ٹکڑیوں میں بٹ گئے اور بے شمار مذاہب اور فرقے بنتے چلے گئے، اور دین کی وحدت و یک جہتی کو پارہ پارہ کر دیا۔ ان سے اللہ کا رسولِ برحق، لا تعلق اور بری الذمہ ہے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں اور ظاہر ہے کہ جس فرد یا جماعت یا گروہ و فرقہ کے ساتھ اللہ جل جلالہٗ کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا کوئی تعلق نہ ہو اس کا اسلام سے کیا تعلق رہ سکتا ہے، اور اسلام کے سچے پیروکاروں سے اسے کون سا واسطہ باقی رہ سکتا ہے اور امتِ مسلمہ مرحومہ کو فرقوں اور گروہوں کی تقسیم در تقسیم کی لعنت میں ڈالنے والے، کب خدا اور رسول کی رحمت و رافت کے حقدار ہو سکتے ہیں اور اللہ کی زمین میں ان کے اطاعت گزار بندوں کے مابین فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر اور فسق و فجور کا بازار گرم کر کے عنایتِ ربانی کب ان کی جانب مبذول ہو سکتی ہے۔ ولہٰذا سلامتی کی راہ یہی ہے کہ ان ساری ناپاک گروہ بندیوں اور ان تمام باطل فرقوں سے آدمی دور و نفور رہے۔ یہی فرمانِ خداوندی ہے اور یہی ارشادِ رسالت پناہی۔

(۳۲) گمراہ فرقے

صحیح حدیث شریف میں ہے کہ یہود اکہتر (۷۱) فرقے ہو گئے۔ ان میں سے صرف ایک ناجی، باقی سب ناری اور نصاریٰ بہتر (۷۲) فرقے ہوئے، ان میں سے ایک ناجی، باقی سب ناری۔ اور میری امت بہتر (۷۳) فرقے ہو جائے گی۔ ایک فرقہ جنتی ہو گا، باقی سب

جہنمی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: "یارسول اللہ! وہ ناجی (جنتی) فرقہ کون ہے؟" ارشاد فرمایا: وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یعنی سنت کے پیرو۔ دوسری روایت میں ہے، فرمایا: "وہ جماعت ہے۔" یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ جسے سوادِ اعظم فرمایا اور فرمایا: "جو اس سے الگ ہوا جہنم میں الگ ہوا۔" اسی وجہ سے اس ناجی و نجات پانے والے فرقہ کا نام ہوا: اہلِ سنت و جماعت۔ "لہٰذا سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت سے جو لوگ کٹ گئے اور انہوں نے ایک نئی راہ اپنے دماغ کی اپج یا بزرگانِ دین میں سے کسی کے ساتھ عقیدت میں غلو اور کسی کے ساتھ بغض و عداوت سے نکالی، وہ یقیناً انہیں بہتر فرقوں میں ہیں، جو فرمانِ نبوی کے مطابق جہنمی ہیں۔ انہیں کے متعلق ارشاد فرمایا: "یہ تمام جہان سے بدتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدمذہب کی نہ نماز قبول کرے، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض نہ نفل اور بدمذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے۔ جیسے آٹے سے بال۔"

(بیہقی)

ایسوں ہی کے بارے میں نصیحت فرمائی کہ نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ (ابن حبان)

اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔

اپنے کو ان سے دُور رکھو، اور انہیں اپنے سے دُور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمانو! ان گمراہ فرقوں میں بعض ایسے بھی فرقے ہیں جو ظاہراً لباسِ شریعت سے آراستہ نماز روزے حج زکوٰۃ پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔ بات بات پر قرآن و حدیث کا نام لیتے ہیں اور بہت سی باتوں میں دوسرے کلمہ گویوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ خبردار! ان کے فریب میں نہ آنا۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنے علمِ وسیع سے انہیں جانا پہچانا اور ہمارے لیے ان کی شناخت کو آسان کر دانا ہے۔

بخاری و مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص ذوالخویصرہ نامی نے کہا "یارسول اللہ! عدل کیجئے۔" حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا: "تجھے خرابی ہو، میں نہ عدل کروں گا، تو کون عدل کرے گا؟" حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: "مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن ماردوں۔" حضور نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، اس کے اور بھی ہمراہی ہیں (جو اس کی صلب سے پیدا ہوں گے) کہ تم ان کی نمازوں اور روزوں کے سامنے اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کے گلوں سے نہ اترے گا۔ (یعنی ان کی حقانیت کی برکات سے ان کے سینے اور دل و دماغ محروم رہیں گے) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔"

غرض کہنا یہ ہے کہ ان گمراہ فرقوں میں بہت سے پیدا ہو کر ختم ہو گئے اور امت میں فتنوں کے دروازے کھول گئے۔ کچھ ادھر برصغیر پاک و ہند میں موجود ہی نہیں مگر آمد و رفت کے ذرائع کی آسانیوں نے ان کے لیے بہت سے ممالک کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اسلام کے منکر، مگر کلمۂ اسلام پڑھ کر، اقراری مسلمان بن کر ادھر اُدھر جاتے اور ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ انہیں بہتر فرقوں میں شمار کیے جانے والے ہیں۔

۱۔ **قادیانی:** یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو ہے جو اپنے آپ کو نبی و رسول بتاتا، اپنے کلام کو کلام الٰہی بتاتا، اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کرتا رہا۔ خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ و کلمتہ اللہ علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ حضرت مریم کی شانِ جلیل میں تو اس نے وہ بے ہودہ کلمات استعمال کیے جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل جاتے ہیں۔

خود مدعی نبوت بننا اور ابد الآباد تک جہنم میں رہنے کے لیے کافی تھا کہ قرآن مجید کا انکار اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو خاتم النبیین نہ ماننا، مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا، بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم کی تکذیب و توہین کا وبال بھی اپنے سر لے لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے۔

اور اس نے تو صدہا کی تکذیب کی اور اپنے کو نبی سے بہتر بنایا۔ ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر ہونے میں کسی مسلمان کو ہرگز شک نہیں ہو سکتا، بلکہ ایسے کی

تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر، جو شک کرے، وہ خود کافر ہے۔ خواہ وہ ان لوگوں کے چیلے ہوں، جو معاذاللہ قادیانی کو شریعتِ مستقلہ کا صاحب رسول مانتے ہیں یا مرزا محمود قادیانی کے گرگے ہوں، جو قادیانی کو فنافی الرسول بتا کر اسے بروزی نبی اور امتی نبی ٹھہراتے ہیں، یا کسی ایسے کے پیرو ہوں جو قادیانی کے کفریات پر مطلع ہو کر بھی اس کو مجدد و مسیح و مہدی مانتے ہیں، یا بے دین زندیق نام نہاد صدیق دین دار کے متبع ہوں، جو قادیانی کو بھی، نبی و رسول مانتا ہے اور اپنے نفس ناپاک کو بھی قادیانیوں کے لیے بھی نبی و رسول اور ہندوؤں کے لیے بھی اپنے آپ کو چن بِسوِیشوُر اوتار، اور مسلمانوں کے لیے امام مہدی اور نصاریٰ کے لیے اپنے آپ کو مسیح موعود ٹھہراتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالی۔

تعجب ہے ان سادہ لوحوں پر کہ ایسے فتنہ پرور، شرانگیز کے متبع ہو رہے ہیں، جنہیں احادیث کریمہ میں ملعون اور دجال فرمایا گیا یا کم از کم انہیں مسلمان ہی جانتے مانتے ہیں اور سب سے زیادہ تعجب ان پڑھے لکھے کٹ بگڑوں پر ہے کہ جان بوجھ کر، اس کے کفریات پر اطلاع پانے کے باوجود اسے مصلح قوم یا چنین و چناں کہہ کر اس کے ساتھ خود بھی جہنم کے گڑھوں میں گر رہے ہیں۔ کیا ایسے شخص کے کافر و مرتد بے دین ہونے میں کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے۔ حاشاللہ جو ان خباثتوں پر مطلع ہو کر اس کے عذاب و کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔

۲۔ **بابی:** یہ فرقہ اپنے عقائدِ کفریہ میں قادیانیوں سے بھی چار قدم آگے ہے۔ ان کا پیشوا علی محمد شیرازی ہے جس نے امام مہدی آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ اپنے مسیح و نبی اور رسول ہونے کا مدعی بھی بن گیا۔ اسی علی محمد شیرازی نے اس بات کا بھی دعویٰ کیا تھا کہ وہ باب الوصول الی اللہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا دروازہ۔ اسی لیے اختصاراً وہ باب کہلایا جانے لگا اور جن لوگوں نے اس کے ان دعووں کو قبول کیا، وہ بابی کہلائے، جو ان اطراف و جوانب میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔

اسی مدعی بابیت علی محمد شیرازی نے اپنی امتِ بابیہ کو ایک کتاب (البیان) لکھ کر دی اور بتایا کہ یہ آسمانی و ربانی کتاب ہے اور اپنی اس کتاب کو تمام آسمانی کتابوں سے حتیٰ

کہ قرآنِ کریم سے بھی افضل بتایا۔ علی محمد شیرازی کی یہ کتاب صدہا کفریات کا پلندہ ہے۔ علی محمد باب شیراز میں ۱۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوا۔ ۲۰ مئی ۱۸۴۴ء کو دعویٰ کیا کہ میں ایلیا اور مہدی موعود ہوں۔ ۱۸۴۴ء سے ۱۸۵۰ء تک چھ سال متواتر اپنے کفریات کی تبلیغ کرتا رہا اور اسی سال یعنی ۱۸۵۰ء میں ۳۱ سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا۔

مرزا حسین علی جو طہران میں ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوا تھا۔ اس نے ۱۸۴۴ء میں باب سے تعلق پیدا کیا اور اپنے شیخ شیرازی کے قتل ہو جانے کے کچھ سال بعد یعنی ۱۸۶۳ء میں اعلان کر دیا کہ میں ظہورِ اعظم ہوں، جس کی بشارت تمام انبیاء نے دی تھی اور اپنا نام بہاء اللہ رکھا۔ اب بابیوں میں سے جو لوگ بہاء اللہ کے پیرو ہو گئے وہ بہائی کہلائے، اور یہ بھی برصغیر پاک و ہند میں جگہ جگہ موجود اور اپنے شیطانی کام میں مصروف ہیں۔

بہاء اللہ نے تمام مذاہب کو دعوتِ اتحاد دی اور تین کتابیں لکھ کر اپنی امت بہائیہ کو دیں۔ ایک کا نام کتاب "الاقدس" ہے۔ دوسری کا نام کتاب "مبین" اور تیسری کا نام کتاب "الایقان" ہے۔ بہائی مذہب کو ماننے والے، معاذ اللہ قرآن عظیم کو منسوخ سمجھتے اور اس کی جگہ کتاب "الاقدس" کو بہاء اللہ پر نازل شدہ جانتے ہیں۔ اس کتاب میں ضروریاتِ دین کی تحریف کی۔ دین کے اصول و احکام کو الٹ پلٹ دیا اور قسم قسم کی مکاریوں اور طرح طرح کی فریب کاریوں سے ضروری دینی ایمانی یقینی عقائد و احکام کو بیر پھیر میں ڈال کر ایک نئے اور جھوٹے دین کی بنیاد ڈالی اور بحکمِ شریعتِ مطہرہ کافروں، مرتدوں اور ابدی دوزخیوں میں اپنا نام لکھایا اور اپنے پیروؤں کو حدودِ اسلامیہ سے بے پرواہ اور قیودِ شرعیہ سے آزاد کر دیا اور چودہ سو سالہ اسلامی روایات کو معاذ اللہ قطعاً غلط و باطل ٹھہرایا۔

اور انہیں قادیانیوں، بابیوں، بہائیوں کے بھائی بندوں میں شامل ہیں، وہ لوگ جو اپنے آپ کو دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا پیرو بتائیں، اپنا الگ کلمہ گھڑیں۔ اپنے پیش رو کو خدا کا اوتار کہیں۔ ان کی کسی طور پر پوجا پاٹ کریں۔ آیاتِ قرآنیہ میں تحریف کریں اور قواعدِ شرع میں سے کسی قاعدے کو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ

وسلم کے ان افعال کو جھٹلائیں اور انکار کریں جو نقل متواتر کے ساتھ یقینی طور پر معلوم ہوئے ہیں اور زمانۂ اقدس سے لے کر اب تک ہر زمانے میں برابر ان پر اجماع رہا ہے۔ ایسے لوگ بھی بحکمِ شریعتِ مطہرہ قطعاً کافر و مرتد ہیں۔

۳۔ **چکڑالوی:** اس فرقہ کا موجد عبداللہ چکڑالوی ہے۔ یہ ایک نیا فرقہ ملعونہ حادث ہوا ہے کہ ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام درکنار، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی سے منکر ہے اور تمام احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو صراحتاً باطل اور ناقابل بتاتا ہے اور صرف قرآنِ عظیم کی پیروی کا دعویٰ کرتا ہے۔ ان فتنہ پروروں نے اپنی نماز بھی مسلمانوں سے علیحدہ گھڑلی ہے جس میں ہر وقت صرف دو ہی رکعتیں ہیں۔ اس فرقے کی ناپاک کتابوں میں مذکور ہے کہ صرف قرآن پاک ہی پر اپنی اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرلینا نجات وہدایت کے لیے کافی ہے اور تمام تر حدیثیں یکسر باطل اور ردی کے ٹوکرے میں پھینک دینے کے قابل ہیں اور ایسے اقوال قطعاً کفر ملعون ہیں اور ان کا اعتقاد رکھنے والے قطعی یقینی کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہیں اور اتنی بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ مسلمانوں پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور آپ کا اتباع فرض ہے، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ہی اللہ عزوجل کی اطاعت ہے تو جو اسے کفر و شرک بتائے، وہ خود عذابِ جہنم کا سزاوار ہے۔ اس فرقۂ ملعونہ نے پہلے اپنا نام اہلِ قرآن رکھا تھا، پھر اپنا نام اہل الذکر مقرر کیا اور اب امتِ مسلمہ اپنا نام رکھ کر مسلمانوں کو دھوکے دے رہے ہیں بحکمِ شریعتِ مطہرہ ایسے عقیدے والے اور ان کا اتباع کرنے والے کفار و مرتدین ہیں اور اگر بے توبہ مریں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۴۔ **نیچری:** یہ باطل طائفہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔ قرآنِ عظیم کے قطعی ضروری اور صاف صریح احکام میں درپردہ تاویل و تحریف اور تبدیل کرتا ہے۔ ملائکہ و جن و شیاطین، حشر و نشر، جنّت و دوزخ اور انبیائے کرام کے عظیم معجزوں سے اپنی ناپاک

تاویلوں کی آڑ میں انکار کرتا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کو انسانی خیالات کا مجموعہ بتاتا اور وحیِ الٰہی کو کسی مجنون کی بڑ ٹھہراتا ہے۔

طوافِ خانہ کعبہ کو جو نماز ہی کی طرح اللہ عزوجل کی عبادت ہے، اسے وحشی قوموں کی ایجاد کی ہوئی غیر مہذب نماز بتاتا ہے اور احرام کو وحشیانہ لباس کہتا ہے اور حاجیوں کو جن میں انبیاء و مرسلین شامل ہیں، دو پیروں کا جانور بتاتا ہے۔ جنّت کی نعمتوں کو اعلیٰ درجہ کی روحانی راحت اور دوزخ کی اذیتوں کلفتوں کو روحانی اذیت کہتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جنّت کو بدکاریوں کا اڈہ کہہ کر اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ نیچریوں کے عقیدہ کا لب لباب یہ ہے کہ تمام مذہبوں میں سے ان تمام باتوں کو نکال ڈالا جائے جو نیچر کے خلاف ہیں اور ان تمام امور کو بھی علیحدہ کر دیا جائے، جن میں کسی ایک مذہب کا بھی اختلاف ہے، ان میں نہ کوئی معجزہ رکھا جائے اور نہ عقلوں کو حیران کر دینے والا قدرت الٰہیہ کا کوئی نشان باقی رہے، نہ کوئی ایسی بات دین میں شمار کی جائے جو عقل انسانی کے لیے قابل قبول نہ ہو۔ اب تمام مذہبوں میں جو مشترک باتیں باقی رہ جائیں گی، بس وہی مذہب نیچریہ ہے اور یہی ان کے نزدیک ٹھیٹھ اسلام ہے۔ غرض یہ کہ یہ فرقہ دراصل اسلامی تعلیم کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی دینی ضرر رسانی میں دوسروں سے آگے، بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ مولائے کریم اپنی پناہ میں رکھے۔

رافضی: یہ بھی بالعموم اسلامی تعلیمات اور دین کے مسلمہ معتقدات اور دینی ضروریات کا منکر ایک فرقہ ہے۔ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم، جاہل، مرد و عورت سب کو شامل ہیں: ایک مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ماننا اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے، وہ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر۔ دوم قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلِ سنت کا چند پارے یا سورتیں یا آیتیں گھٹانا اور کچھ الفاظ میں تغیر و تبدیل کر دینا اور جو قرآن کریم کے ایک حرف ایک نقطہ کی نسبت ایسا گمان کرے، وہ کافر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔ اس کی حفاظت اس کے نازل فرمانے والے مولائے کریم قادر و قدیر نے اپنے ذمۂ قدرت پر لے لی ہے۔

روافض جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن پاک معاذ اللہ ناقص ہے، انہیں دو قطعی یقینی ملعون کفروں میں سے ہرگز مفر نہیں۔ یا تو کہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا جھوٹا وعدہ فرمایا تھا اور سینوں کے خوف سے۔۔۔ اہلِ بیت کی طرح اس نے بھی تقیہ کر لیا تھا، والعیاذ باللہ تعالی۔ یا یہ کہ اس نے حفاظت تو فرمائی مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دستبرد سے اپنے کلام عظیم کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ والعیاذ باللہ۔ بہرحال جو شخص کسی رافضی کے ایسے ملعون عقیدوں پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر ہونے میں شک رکھے، یا اس کو کافر و مرتد کہنے سے اپنی زبان روکے، وہ بھی بحکمِ شریعتِ مطہرہ قطعاً یقیناً اجماعاً کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں یہ فرقہ نہایت ہی گستاخ ہے۔ یہاں تک کہ ان پر سب و شتم (گالی گلوچ اور تبرا) ان کا عام شیوہ ہے، بلکہ باستثنائے چند سب کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دیتا ہے اور حضرات خلفائے ثلاثہ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اعظم اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کو، جو خلافتِ راشدہ اور منہاجِ نبوت کے مطابق ہے، خلافتِ غاصبہ کہتا ہے اور اپنے اس عقیدہ و خیالِ باطل میں اسے اس قدر غلو ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جو ان حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور ان کے اوصافِ جلیلہ و فضائل جمیلہ بیان کیے، اس کو تقیہ و بزدلی پر محمول کرتا ہے۔

کیا معاذ اللہ! منافقین و کافرین کے ہاتھوں پر بیعت کرنا، ان کے مشوروں میں شریک رہنا، ان کے فرامین کو نافذ کرنا اور عمر بھر ان کی مدح و ستائش میں رطب اللسان رہنا شیر خدا، مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان ہو سکتی ہے۔ پھر صحابہ بھی کون؟ جنہیں قرآن مجید جلیل و مقدس خطابات سے یاد فرماتا ہے، جن کی صاحبزادیاں شرفِ زوجیت سے مشرف ہوئیں اور حضور کی صاحبزادیاں جن کے نکاح میں آئیں۔ کیا ایک لمحے کے لیے بھی ان کی شان میں وہ ملعون الفاظ جائز قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ لا واللہ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ مولائے کریم ان کے فتنوں سے ہمیں پناہ میں رکھے۔ آمین!

خارجی: یہ ایک گمراہ اور گم کردۂ راہِ ہدایت فرقہ ہے جو جنگ صفین کے بعد حضرت

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نصرت و حمایت سے دستبردار اور آپ کے خلاف بغاوت پر کمربستہ ہو کر آپ کی حق پسند، حق پذیر، حق جو، جماعت سے خارج ہو گیا اور خارجی کہلایا۔ یہی وہ گروہ ہے جس نے ہزارہا صحابہ کرام کو خارج از اسلام اور کافر و مشرک ٹھہرایا۔ یہی وہ گروہ ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بدترین خلق جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں، اٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔ یہی وہ فرقہ ہے جس سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے فہمائش کی اجازت چاہی تھی اور بحکم امیرالمومنین تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: کیا بات امیرالمومنین کی تم کو ناپسند آئی کہ ان کے خلاف ہو گئے؟ انہوں نے کہا: واقعہ صفین میں ابوموسیٰ کو حکم بنایا، یہ شرک ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان الحکم الا للہ۔" (حکم نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے لیے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اسی قرآن کریم میں یہ آیت بھی تو ہے کہ:

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا۔

(زن و شو میں خصومت ہو) تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے۔ (اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان میں میل کر دے گا۔)

اس جواب کو سن کر وہ لوگ لاجواب ہو گئے اور ان میں سے پانچ ہزار نے اپنی اس حرکت سے توبہ کر لی۔ پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے اور امیرالمومنین نے ان کے قتل کا حکم فرما دیا۔

امام حسن و حسین و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت کرتی رہتی ہے، ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں؟ مگر امیرالمومنین کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم: عالم ما کان وما یکون۔ (جو کچھ ہو چکا اور آئندہ ہو گا، اس کے واقف کار) نے خبر دے رکھی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بہ شدت پابند ہوں گے۔ بایں ہمہ دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے۔ قرآن کریم پڑھیں گے، مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔

غرض امیرالمؤمنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور ہوا۔ عین معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے پاس اتر گئے۔ امیرالمومنین نے فرمایا: "واللہ! ان میں سے دس بھی پار نہ جانے پائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے" چنانچہ سب قتل ہو چکے۔ امیرالمومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ و طہارت اور تہجد و تلاوت کا وہ خدشہ دفع کرنے کے لیے فرمایا: "تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثدیہ (پستان جیسے ہاتھ والا) پایا جائے، تو تم نے بدترین اہلِ زمین کو قتل کیا، تلاش کیا گیا تو لاشوں کے نیچے سے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیرالمومنین نے تکبیر کہی اور حمدِ الٰہی بجالائے اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہو گیا۔

کسی نے کہا: "حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔" امیر المومنین نے فرمایا: "کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے، ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں، کچھ باپ کی پیٹھ میں۔ جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہو گا تو دوسرا سر اٹھائے گا، یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔"

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانے میں نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا اور آج بھی نئے رنگ، نئے لباس، نئے جامہ اور نئی سج دھج سے موجود ہے۔ ان کا ظاہری و معنوی باپ وہ منافق تھا، جس نے بارگاہِ رسالت کی مجلسِ اقدس کے کنارے پر کھڑے ہو کر ایک نگاہ تمام حاضرین پر ڈالی اور دل میں یہ کہتا چلا گیا تھا کہ مجھ سا ان میں ایک بھی نہیں۔

یہ غرور تھا، اس خبیث کو اپنی نماز اور اپنے ظاہری تقدس و پاک دامنی پر اور یہ نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی اور عمل صالح، وہ سب اس سرکار کی غلامی کی فرع ہے۔ جب تک ان کا غلام نہ ہو لے، کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی۔ کہنا یہ ہے کہ اسی بدباطن، خبیث النفس کی ظاہری اور معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے۔ ان میں بہت سے "خطیب العصر" ہیں جو بزورِ بیان اہلِ بیت کرام کے فضائل پر خاک اڑاتے اور یزید پلید اور اس کے ساتھیوں کی عظمت و امارت، بلکہ خلافت کے ترانے گاتے اور ان کے نام کی جے پکارتے ہیں اور مسلمان ان کی زور بیانی پر ریجھ کر، ان کے وعظ و تقریر میں جاتے اور ان کی محفلوں کی رونقیں بڑھا کر اپنے دین و ایمان کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔

انہی خارجیوں کی معنوی اولاد میں وہ بدزبان، بدطینت و بدکردار ہیں جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک اور حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا نام مبارک بغیر کسی کلمۂ تعظیم کے اس طرح لیتے ہیں، جیسے معاذ اللہ کوئی شخص اپنے کسی چھوٹے کا نام لیا کرتا ہے، چنانچہ انہی میں سے ایک سرپھرے نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں لکھا: "جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

اس عبارت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اختیار کی مطلقاً نفی کر دی کہ کسی چیز کا مختار نہیں اور یہ صراحتاً بہت سی آیات کریمہ کے خلاف ہے اور احادیثِ مبارکہ تو اس ذکر سے مالا مال ہیں کہ خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، جنّت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں، غرض ہر شے کی کنجیاں حضور کو عطا ہوئیں اور ظاہر ہے کہ جس کے ہاتھ میں کنجیاں ہوتی ہیں، وہ اختیارِ عام اور تصرفِ تام رکھتا ہے۔

اسی بدگو نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں لکھا: "ہر مخلوق، بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" اسی کتاب میں لکھا: "سب انبیاء اس کے روبرو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یعنی چوہڑے اور چمار سے بھی بدتر کہ وہ پھر انسان ہیں۔" حالانکہ اس بے ادب گستاخ نے یہ نہ جانا کہ انبیاء کی شان اللہ ہی کی شان ہے۔ انبیاء کی عزت اللہ ہی کی عزت ہے، انبیاء کرام کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے۔ تو انبیائے کرام و اولیائے عظام کی شان میں ایسے ملعون الفاظ استعمال کرنا کیا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے؟ غرض ان بدگویانِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مذہب نامہذب کا رکن اعظم اللہ تعالیٰ کی توہین اور محبوبانِ خدا کی تذلیل ہے۔ ہر امر میں وہی پہلو اختیار کریں گے، جس سے توہین و تذلیل نکلتی ہو۔ اس ناپاک گروہ کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو، وہ کافر مشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلاوجہ مسلمانوں پر حکمِ شرک و کفر لگایا کرتے ہیں اور تمام دنیا کو مشرک بتاتے ہیں، چنانچہ اسی کتاب یعنی "تقویۃ الایمان" میں (جس کی کچھ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کیں) وہ حدیث لکھ کر کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھا لے گی۔ "اس کے بعد صاف لکھ دیا کہ "سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔"

یعنی وہ ہوا چل گئی اور کوئی مسلمان روئے زمین پر باقی نہ رہا، مگر یہ نہ سمجھا کہ اس صورت میں خود بھی تو کافر ہو گیا۔

اسی طرح یہ فرقہ صریح واضح حدیثوں میں بھی معنوی تحریفیں کرتا، بے پر کی اڑاتا، جھوٹے مطلب دل سے بناتا اور انہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ٹھہراتا ہے، پھر دعویٰ ہے کہ ہم تو خَیْرُ الْبَرِیَّۃ یعنی قرآن اور قول خَیْرُ الْبَرِیَّہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں۔

واقعی یہ لوگ ان پرانے خارجیوں کی ٹھیک ٹھاک یادگار ہیں۔ وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وطیرے ہیں۔ خارجیوں کا معمول تھا کہ اپنا ظاہر اس قدر مطابق شرع بناتے کہ عوامِ مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے، پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دام در سبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں، باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں کہ آپ موحد ہیں اور سب مشرکین۔ آپ محمدی ہیں اور سب بددین۔ ان میں جو اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو جو ان کے طور و طریق کے پابند نہیں، مشرک سمجھتے ہیں، جبکہ مسلمانوں کو تو خدا تعالیٰ کی امان ہے، ان کے لیے ان کے سچے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بشارت آئی ہے کہ یہ امتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیرِ خدا تعالیٰ کی پرستش نہ کرے گی۔ اسی لیے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئے گا، ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے۔

ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام اسلامی شہروں اور ملکوں میں امتِ مرحومہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کروڑوں، اربوں آدمی اس نئے مذہب سے منزہ و بری ہیں اور ان کے کرتوتوں سے دور و نفور۔

خارجیوں کی انہیں معنوی اولاد میں ایک گروہ اور بھی ہے جو مسلمانوں میں سنی حنفی شافعی مالکی اور حنبلی بن کر آتا ہے۔ قادریوں، چشتیوں، نقشبندیوں اور سہروردیوں کے پردہ میں اپنی چال دکھاتا ہے۔ انہیں کے ایک سرگروہ نے اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں ہر پاگل اور چوپائے کے لیے علم غیب مان کر، صاف لکھ دیا کہ "جیسا علم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے۔"

اسی شیطانی گروہ کے نزدیک "ابلیس لعین کا علم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ بلکہ بے شمار بار زیادہ ہے۔"

انہی کا ایک پیشرو اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں ابلیس کے علم کو نص قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم کو باطل بے ثبوت مانتا ہے۔ ان کے لیے وسعتِ علم ماننے کو خاص شرک بتاتا مگر ابلیس کو وسعتِ علم میں خدا تعالیٰ کا شریک جانتا ہے۔

اسی گروہ کا ایک شقی اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے۔ خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتا اور بہ معنی آخر النبیین لینے کو جاہلوں کا خیال بتاتا ہے۔

ان نام نہاد علماء و فضلا اور چنین و چناں گمراہوں کے اقوال بد تر از ابوال پر احکامِ شرعیہ کے لیے حسام الحرمین اور اپنے علمائے اہلِ سنت و جماعت کی کتابیں مطالعہ کریں تاکہ ان "بزرگواروں" کی حقیت عیاں ہو اور ان کی اس نمود و نمائش اور "مشیخیت" سے پردہ اٹھے، جس کے پیچھے یہ چھپے بیٹھے ہیں۔

اسی گروہ کا ایک عام طریقہ یہ ہے کہ جس کو اللہ و رسول نے منع نہیں کیا، بلکہ قرآن و حدیث سے اس کا جواز ثابت ہے، اور جسے سینکڑوں برسوں سے امتِ مرحومہ کے عوام و خواص، حامیانِ سُنّت، قاطعانِ بدعت ہمیشہ خود کرتے چلے آئے اور اپنے متبعین میں اس کی تلقین و ترویج فرماتے آئے۔ یہ کور باطن ایسے امور کو ممنوع کہنا تو درکنار، اس پر شرک و بدعت کا حکم لگا دیتے ہیں۔ مثلاً مجلسِ میلاد شریف اور قیام و ایصالِ ثواب و زیارتِ قبور و حاضری بارگاہِ بے کس پناہ سرکارِ مدینہ طیبہ و عرس بزرگانِ دین و فاتحہ سوم و چہلم اور انبیاء و اولیاء کی ارواح طیبہ سے استمداد اور مصیبت کے وقت انبیاء و اولیاء کو پکارنا وغیرہا۔

بلکہ میلاد شریف کی نسبت تو اس گروہ کے ایک چابک دست نے اپنی کتاب "براہینِ قاطعہ" میں یہ الفاظ لکھے: "پس ہر روز اعادۂ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ

کنہیا کے ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادتِ اہلِ بیت ہر سال بلاتے ہیں۔ معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود حرکتِ قبیحہ قابلِ لوم و حرام و فسق ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں اور ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی سناتے ہیں۔"

صاف ظاہر ہے کہ ان گستاخوں کے نزدیک میلاد شریف مثل کنہیا کے جنم کے ہے اور فسق اور حرام ہے اور اس کے کرنے والے، ان بدگویوں کے نزدیک قوم ہنود سے بدتر ہیں۔ مسلمانو! کیا تم بھی اپنے نبی کے میلاد مبارک کو جنم کنہیا سمجھتے ہو اور ائمہ دین کو کہ اس مجلس کے عامل رہے۔ ہندوؤں سے بڑھ کر خرافاتی مانتے ہو۔ والعیاذ باللہ تعالی۔

مسلمانو! یہ ایک نہایت مختصر ترین خاکہ ہے ان خارجیوں اور ان کے ان معنوی پسروؤں کا۔ حیرت ہے کہ پھر بھی مغربی تہذیب کا دلدادہ، صلح کلیّت کا شیدائی ایسوں کو پیشوا اور ممدوح دینی ماننے سے باز نہیں آتا اور اللہ و رسول کے مقابل ان کی حمایت پر تلا ہوا ہے۔ محبوبانِ خدا کی توہین و تنقیص کوئی چیز نہیں، مگر ان کے ایسے اقوال پر حکم شرعی بیان کیا جائے تو اسے گالیاں دینا کہتا ہے۔ عقل دشمنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔ الٰہی ہمیں حق کہنے، حق بولنے، حق کو قبول کرنے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ صدقہ اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا۔

(۳۳) بدعتِ سیّئہ و حسنہ

خارجیوں کی معنوی نسل سے تعلق رکھنے والے خواہ وہ تقلید ائمہ کے منکر ہوں، خواہ اہلِ سُنّت و جماعت کے چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کے امام مجتہد کے مقلد اور تقلیدِ ائمہ بالخصوص ہمارے ان اطراف و اکناف میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کے مدعی، ان سب میں ایک باطنی بیماری مشترک ہے اور وہ مسلمانانِ اہلِ سُنّت و جماعت کو بدعت کا پیرو، بدعتی، جہنمی، مشرک، شرک پسند اور قبر پرست وغیرہ کے

القاب اور خطابات سے نوازنا، اور بات بات پر انہیں قرآن و حدیث کا مخالف بتانا، حالانکہ جو مسلمانانِ اہلِ سُنّت و جماعت کو بدعتی و گمراہ کہے، وہ بدعتی و گمراہ اور ناحق پرست ہے کہ بہ حکم حدیث ناجی و جنتی اور نجات پانے والا گروہ اہلِ سُنّت و جماعت آج چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں جمع ہو گیا ہے۔ اب جو ان چار سے باہر ہے، وہ اسلامی برادری سے گویا کہ باہر اور بدمذہب ہے۔

تو کہنا یہ ہے کہ ان بدمذہبوں میں بدعت کا بڑا خرچ ہے۔ جس چیز کو دیکھئے بدعت و گمراہی کہہ کر مسلمانوں کو ورغلاتے اور فریب کھلاتے ہیں۔ اس لیے مسلمان یاد رکھیں:

بدعت اس نوپید نئی چیز کو کہتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعد دین میں نکلی اور مسلمانوں میں رواج پا چکی، اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ **بدعتِ ضلالت:** جس کو بدعتِ سیئہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ نوپید بات ہے جو قرآن و حدیث اور اجماع امت کے مخالف ہو۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جو نوپید بات کسی ایسی چیز کے تحت داخل ہو، جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری اور بدعتِ سیئہ ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں، مکروہ و حرام جیسے داڑھی منڈانا، اور اس کی نئی تراش خراش ایجاد کرنا، یونہی محض اپنی نام و نمود کے لیے مسجدوں کی زیبائش وغیرہ۔

۲۔ **بدعتِ حَسَنَہ:** جس کو بدعتِ محمودہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ نوپید بات ہے جو کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ اور اجماعِ امت کے مخالف نہ ہو یا یوں کہہ لو کہ بدعتِ حسنہ وہ ہے جو کسی سُنّت کے مخالفت و مزاحم نہ ہو، بلکہ وہ کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو، جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے اور یہ بدعت کبھی مباح ہوتی ہے، جیسے عمدہ ولذیذ کھانے پینے کی چیزیں، بیش قیمت اور دیدہ زیب لباس، کبھی سُنّت ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی نسبت فرماتے ہیں:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ یہ اچھی بدعت ہے۔

حالانکہ تراویح سنّتِ موکدہ ہے اور کبھی واجب ہوتی ہے جیسے اہلِ ضلالت اور گمراہ فرقوں کے رد میں تصنیف و تالیف اور ایسی کتابوں کی اشاعت تاکہ مسلمان گمراہی

سے بچیں یا قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے علم صرف و نحو وغیرہ علوم کا پڑھنا جو فہم و ادراکِ احکام شرع میں مفید و معاون ہوں۔ مسلمان خوب یاد رکھیں کہ جس امر کی اصل شرع شریف سے ثابت ہو، وہ ہرگز بدعتِ قبیحہ نہیں ہو سکتا، مگر خود ان منکرین کے مدارس اور ان کے وعظ کے جلسے، دستار بندی کے اجتماعات، کتابوں کی اشاعت و طباعت اور ایسے ہی دوسرے مشاغل اپنی اپنی ہیئاتِ خاصہ کے ساتھ ضرور بدعت ہوں گے، مگر ان کے یہاں تو یہ ٹھہری ہے کہ محبوبانِ خدا کی عظمت کے جتنے امور ہیں، سب حرام و بدعت ہیں اور جس میں ان کا مطلب ہو، وہ حلال و سُنّت ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ضروری تنبیہ

نجدی قماش کے لوگ عام طور پر یہ باتیں جو تقویۃ الایمان جیسی کتابوں میں بھری پڑی ہیں، مسلمانانِ اہلِ سُنّت و جماعت سے چھپاتے اور فرعی مسائل مثلاً میلاد شریف، قیام، گیارہویں شریف، فاتحہ، تیجا، دسواں، چالیسواں، عرس، یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث کہنا مزارات پر غلاف ڈالنا، روشنی وغیرہ کرنا اور ان میں جو غیر مقلد ہیں، وہ مقتدی کے فاتحہ نہ پڑھنے، آمین بالجہر نہ کہنے، رفع یدین نہ کرنے، وتر کی تین، تراویح کی بیس رکعتیں ہونے اور ایسے ہی دوسرے امور کو چھیڑتے ہیں اور بھولے بھالے مسلمان ان کے دھوکے میں آکر ان میں بحث کرنے لگتے ہیں۔

بھائیو! بہنو! ماؤں! بیٹیو! جو لوگ اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ذوی الاحترام کی عزت پر حملے کر رہے ہیں، ان کو کسی فرعی مسئلے میں بحث کا کیا حق؟ یہاں تو ایک بات ان کے جواب کو کافی ہے کہ تم لوگ پہلے اللہ و رسول پر اپنا ایمان تو ٹھیک کر لو، پھر بات کرنا۔

اور اگر وہ چپٹ ہی جائیں اور اپنی بات بنانے کے لیے بات بڑھانے پر اتر آئیں، اور کہنے لگیں کہ فلاں کام مثلاً اذان سے پہلے پست آواز میں درود شریف پڑھنا یا دعا کے

بعد آیۂ کریمہ پڑھنا، بدعت ہے حادث ہے، اگلوں سے ثابت نہیں۔ اس کا ثبوت لاؤ، تو سب کا جواب یہی ہے کہ تم اندھے ہو، اوندھے ہو۔ دو باتوں میں سے ایک کا ثبوت تمہارے ذمہ ہے۔ یا تو یہ کہ فی نفسہ اس کام میں شر ہے، برائی ہے اور دین میں رخنہ اندازی ہے۔ کسی سنت کے مخالف و مزاحم ہے یا یہ کہ شرعِ مطہر نے اسے منع فرمایا اور مسلمان کو اس کام سے روکا ہے۔ جب نہ شرع میں منع، نہ کسی سنت کے مخالف و مزاحم، نہ اس کام میں فی نفسہ کوئی شر کوئی خرابی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم بلکہ قرآنِ عظیم کے ارشاد سے جائز کہ قرآن عظیم اتر چکا، دین کامل ہو لیا، اب کوئی نیا حکم آنے کو نہ رہا۔ جتنی باتوں کا شریعت نے نہ حکم دیا، نہ منع کیا، بموجب حدیث شریف اس کی معافی مقرر ہو چکی ہے جس کی اب تبدیلی نہ ہوگی۔ تو جو اس پر اعتراض کرتا ہے، اللہ کی معافی پر اعتراض کرتا ہے اور مردود ہے۔ بھلا جس بات سے نہ خدا تعالیٰ نے منع کیا، نہ اس کے رسول نے ممانعت فرمائی، نہ صحابہ کرام نے روکا، نہ تابعین نے اس سے باز رکھا، تو کیا تم خدا اور رسول اور صحابہ و تابعین سے بڑھ کر ہو کہ انہوں نے منع نہ کیا تم خواہی نخواہی آڑے آتے ہو، فیصلہ وہ ہے جو سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "جسے اللہ و رسول نے حلال کہا، وہ حلال ہے، جسے حرام کہا وہ حرام ہے اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ معاف۔" معلوم ہوا کہ جس کا نہ حکم دیا، نہ منع کیا وہ نہ واجب نہ گناہ، بلکہ معافی میں ہے اور مسلمانوں کے لیے اس میں راہیں کشادہ:

گر بر تو حرام است حرامت بادہ

(۳۴) گناہِ کبیرہ اور صغیرہ کا بیان

خدا اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی یعنی احکامِ شریعت پر عمل نہ کرنا گناہ اور معصیت ہے اور نافرمانی۔ یہ نافرمانی جس قدر ناخدا ترسی اور ڈھٹائی اور جسارت کی کیفیت اپنے اندر لیے ہوئے ہوگی، اسی قدر گناہ بھی شدید ہوگا۔ اسی لحاظ سے گناہ کی دو

قسمیں ہیں:

ایک گناہِ صغیرہ

یہ وہ گناہ ہے جس کے کرنے والے کے لیے کوئی وعید نہیں آئی، یعنی اسے کوئی وعدۂ عذاب نہیں دیا گیا اور کوئی خاص سزا اس کے لیے شریعت میں نہیں رکھی گئی۔ آدمی کوئی نیکی، عبادت، صدقہ، ماں باپ کی فرمانبرداری وغیرہ کرتا ہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ زائل ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث شریف میں آیا کہ "جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔" غرض یہ گناہ بلا توبہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاف ہو جاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس پر اصرار نہ ہو کہ گناہِ صغیرہ اصرار سے گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے اور بلا توبہ کیے اس کی معافی نہیں ہوتی۔

دوسرا گناہِ کبیرہ

یہ وہ گناہ ہے جس کے لیے شریعت میں کوئی حد مقرر فرمائی یا جس پر وعید آئی، یا وعدۂ عذاب دیا گیا۔ اور یہ وہی گناہ ہیں جن کی ممانعت صراحت اور تاکید کے ساتھ آچکی ہو، جیسے زناکاری، شراب نوشی اور چوری وغیرہ۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: "جب انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس سے اس کی پاکیزہ اور معصوم فطرت متاثر ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ وہ گناہوں سے مانوس ہو جاتا ہے۔" حدیث شریف میں ہے: "سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ اس گناہ سے باز آتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے جو اس نافرمانی پر دلیر اور جری کر دیتا ہے اور یہ بے باکی و جسارت اسے لے ڈوبتی ہے۔ گناہِ کبیرہ سے آدمی خالص توبہ و استغفار کیے بغیر پاک نہیں ہوتا۔"

قرآن و حدیث میں جن کبیرہ گناہوں کا ذکر آیا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ناحق خون کرنا، چوری ڈکیتی کرنا، یتیم کا مال ناحق کھانا اڑانا، ماں باپ کو ایذا دینا،

سود کھانا، شراب پینا، زنا کرنا، جھوٹی گواہی دینا، نماز نہ پڑھنا، فرض روزے نہ رکھنا، استطاعتِ حج کے باوجود حج نہ کرنا۔ صاحب نصاب ہوتے ہوئے بھی زکوٰۃ نہ دینا۔ جھوٹی قسم کھانا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، مسلمانوں سے ناحق لڑائی لڑنا اور ان میں فتنے پھیلانا، اور دین کے نام پر ہو تو اور برا۔ حکام کے روبرو چغلی کھانا، کسی مسلمان کی غیبت کرنا، قرآن شریف پڑھ کر بھول جانا۔ علمائے دین کی بے عزتی کرنا، خدا تعالیٰ کی مغفرت سے ناامید ہونا، خدا تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا، فضول خرچی کرنا، کھیل تماشہ میں اپنا پیسہ اور وقت برباد کرنا۔ خودکشی کرنا، ڈاڑھی منڈانا، آتش بازی کرنا، شادی بیاہ اور خوشی کی دوسری تقریبات کے مواقع پر بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ ناچ گانے کی محفلیں سجانا، اور احکامِ شریعت کی پرواہ کیے بغیر ہلڑ مچانا، پاک دامن پارسا اور نیک مردوں اور عورتوں پر تہمتیں تراشنا وغیرہ۔

مسلمان مرد اور بیبیاں یاد رکھیں کہ

گناہ کی دو صورتیں ہیں: ایک بندہ کا وہ گناہ جو خالص اس کے اور اس کے پروردگار کے معاملہ میں ہو کہ کوئی فرض نماز چھوڑ دی، کسی دن کا فرض روزہ چھوڑ دیا یا اور کوئی ایسا کام کر لیا جس کا تعلق بندوں سے نہیں، بلکہ وہ خالص اپنے رب جل و علا کے حکم کی خلاف ورزی ہے تو اس قسم کے گناہوں میں اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی توبۃ النصوح یعنی سچے دل سے توبہ کرے، یعنی جو کر چکا، اس پر نادم ہو، بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر اس کی معافی چاہے اور آئندہ کے لیے اس گناہ و نافرمانی سے باز رہنے کا عزم بالجزم، قطعی پختہ ارادہ کر لے اور بقدرِ قدرت جہاں تک اس کے مقدور میں ہے، ان حقوق کا تدارک بھی کرے، یعنی نماز روزے کی قضا، زکوٰۃ نہ دی تھی، تو اس کی ادا کہ توبہ میں فرائض و واجبات کی قضا بھی لازم ہے جبکہ ان کی قضا ہو۔ دوسرے قسم کے وہ گناہ ہیں جو بندوں کے باہمی معاملات میں ہوں کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو شرعی اجازت کے بغیر کسی قول و فعل یا ان کے ترک سے،

کسی کے دین، آبرو، جان، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ مثلاً خریدی ہوئی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہ کہ اس کے ذمہ لازم ہوئے اور یہ خواہ مخواہ اسے ٹالتا رہا۔ یا اس کے حق میں اس کی مرضی کے بغیر کمی کر دی یا کسی کا مال چرایا، چھینا، یا لوٹا یا رشوت، سود، جوئے میں لیا یا امانت میں خیانت کی اور ایسے ہی دوسرے امور جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، تو ایسی صورت میں جب تک وہ بندہ جس کی حق تلفی ہوئی، حق تلف کرنے والے کو معاف نہ کرے، معاف نہیں ہوتا۔

یہ معاملہ حقوق العباد کا ہے اور حقوق العباد بغیر ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے۔ اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال و حقوق سب کا مالک ہے۔ اگر وہ ہمارے حقوق، بغیر ہماری مرضی کے جسے چاہے معاف فرما دے، تو بھی عین حق و عدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، مگر اس کریم و رحیم جل و علا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار، ہمارے ہاتھ میں رکھا ہے۔ بغیر ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے، میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

پھر یہاں معاف کرا لینا سہل ہے۔ قیامت کے دن اس کی امید مشکل ہے کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار، نیکیوں کا طلب گار، برائیوں سے بے زار ہو گا۔ پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتیں، اپنی برائیاں اس کے سر جاتیں کسے بری معلوم ہوتی ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا "میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ کسی کو گالی دی، کسی پر زنا کی تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون گرایا اور کسی کو مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں۔ پھر اگر نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق باقی ہیں، تو اس کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے۔ پھر جہنم میں پھینک دیا گیا۔" والعیاذ باللہ تعالیٰ تو بندوں کے باہمی حقوق کی اسی دنیا میں معافی تلافی ہو جائے، تو آخرت میں کام آسان ہو گا۔

(۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وہ مسلمان جس نے ایمان کی حالت میں اسی دنیاوی زندگی میں اپنی جسمانی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دیکھا، اپنے ایمان و اسلام پر ثابت قدم رہا، اور ایمان ہی پر اس کی وفات ہوئی، اسے صحابی یا صحابہ یا اصحابِ رسول کہتے ہیں۔ یا یوں کہہ لو کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے چہرۂ خدا نما کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا۔

ان صحابہ کرام کی دو قسمیں ہیں: مہاجرین و انصار۔

مہاجرین وہ صحابہ کرام ہیں جو مکہ معظمہ سے اپنا وطن، اپنا گھر بار، اپنا مال و متاع، سب کچھ چھوڑ کر حضور کی نصرت و رفاقت میں مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے اور انصار وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبت و حمایت میں تمام مہاجرین کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہر آزمائش میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا ساتھ دیا۔

عقیدہ: تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر و صلاح ہیں اور عادل۔ عدل گزیں، عدل گستر۔ ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔

عقیدہ: تمام صحابہ کرام اعلیٰ و ادنیٰ (اور ان میں ادنیٰ کوئی بھی نہیں) سب جنتی ہیں۔ سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا۔ وہ سب جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔ قیامت کی وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے اور کتب احادیث تو ان کے فضائل سے مالامال ہیں۔ ان کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا

ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے اصحاب کے حق میں، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالیتا، جو انہیں دوست رکھتا ہے، میری محبت سے انہیں دوست رکھتا ہے اور جو ان کا دشمن ہے، میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انہیں ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کرے۔ (ترمذی)

عقیدہ: کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت یعنی بد عقیدگی، بدمذہبی و گمراہی اور جہنم کی روسیاہی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بغض ہے۔ ایسے کا شمار رافضیوں ہی میں ہوگا، اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔

عقیدہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین جو واقعات رونما ہوئے، ان میں پڑنا حرام، حرام، سخت حرام ہے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون ہیں؟

عقیدہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، معصوم نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ ان سے کوئی خطا سرزد نہ ہو۔ ان میں سے بعض سے لغزشیں بھی صادر ہوئیں، مگر کسی نہ کسی غلط فہمی کے تحت نہ عناداً نہ مقصداً۔ لہٰذا ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے خلاف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ "ان سب سے ہم جنّتِ بے عذاب و ثواب و کرامتِ بے حساب کا وعدہ فرما چکے۔" تو دوسرے کو کیا حق رہا۔ اب بھی جو کوئی ان میں سے کسی کے حق میں واہی تباہی بکے، اپنا سر کھائے اور جہنم کو جائے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا حضرت سیدنا

امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف، خطائے اجتہادی کی قسم سے تھا کہ اس میں مجتہد سے کوئی مواخذہ نہیں اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مولا علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت۔ اور یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مولا علی کے ساتھ امیر معاویہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا جائے، یہ محض باطل و بے اصل ہے۔ قرآن کریم نے تمام صحابہ کرام کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطلاق کیا ہے اور علمائے کرام کے اسمائے طیبہ کے ساتھ مطلقاً رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے کا حکم دیا ہے تو یہ استثناء، نئی شریعت گھڑنا ہے۔

عقیدہ: کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبے کا کیوں نہ ہو، کسی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اور ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں۔

عقیدہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم، پھر حضرت سیدنا عثمان غنی، پھر حضرت سیدنا مولیٰ علی ہیں۔ پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ خلیفہ برحق ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی نیابت و جانشینی کا پورا حق ادا کر دیا۔

عقیدہ: خلفائے اربعہ راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ کے بقیہ افراد، یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت حسنین کریمین و اصحابِ بدر و اصحابِ بیعتہ الرضوان کے لیے افضلیت ہے اور یہ سب قطعی جنتی ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین اور حضرت طلحہ وغیرہ چھ صحابہ سب مل کر عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی وہ دس صحابہ کرام جن کو جیتے جی جنت کی بشارت ملی اور بہشتی کہلائے۔

عقیدہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوی الاحترام عالی مقام صحابہ کرام میں شمار ہیں۔ اول ملوکِ اسلام، یعنی شاہانِ اسلام میں پہلے بادشاہ ہیں، اسی کی طرف

توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ وہ نبی آخر الزماں شہنشاہِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں ہو گا۔ مدینہ کو ہجرت فرمائے گا وملکہ بالشام اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی، تو امیر معاویہ کی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سلطنت ہے۔ جو سیدنا امام حسن مجتبیٰ نے ایک فوج جرار کے ساتھ، عین میدان میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی جس کی بشارت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی تھی اور اس صلح کو پسند فرمایا تھا۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر معاذاللہ! فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتاً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بلکہ حضرت حق عزوجل و علا پر طعن کرتا ہے اور ایسا شخص حقیقتاً رافضی ہے۔

(۳۶) اہلِ بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضور اکرم سید عالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک اور قرابت کے وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان اہلِ بیت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات (آپ کی پاک بیبیاں ہم مسلمانوں کی مقدس مائیں) حضرت خاتونِ جنّت سیّدہ فاطمۃ الزہرا، حضرت مولا علی مشکل کشا اور حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین سب داخل ہیں، لیکن ازواج مطہرات مرتبہ میں سب سے زیادہ ہیں اور ان کا اجر و ثواب سب سے بڑھ کر ہے۔ دنیا جہان کی عورتوں میں کوئی بھی ان کا ہمسر و ہم مرتبہ نہیں۔ اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا ثواب ملے گا، تو انہیں بیس گنا، کیونکہ ان کے عمل میں دو جہتیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی و طاعت اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاجوئی و اطاعت۔

عقیدہ: اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقتدایان اہلِ سنت ہیں جو ان سے محبت نہ کرے، مردود و ملعون خارجی ہے۔ اہلِ سنت و جماعت سے اس کا کوئی علاقہ

نہیں۔

عقیدہ: ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ وام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہن قطعی جنتی ہیں اور انہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی دوسری صاحبزادیوں (یعنی حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی بقیہ ازواج مطہرات کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے۔ ان سب کی طہارت پاکیزگی اور پاک دامنی کی بشارت قرآن عظیم نے دی۔

عقیدہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی اور یقیناً آخرت میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبوبہ عروس ہیں جو انہیں ایذا دیتا ہے، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو ایذا دیتا ہے اور بے توبہ مرے، تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان پر معاذاللہ افک کی تہمت ملعونہ سے اپنی ناپاک زبان آلودہ کرنے والا یقیناً کافر و مرتد ہے اور اسلام سے خارج اور بالیقین لاتعلق۔ اگرچہ کلمہ پڑھے، اگرچہ کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس کے علاوہ اور کوئی طعن آپ پر کرنے والا رافضی تبرائی ہے۔ بے دین جہنمی ہے اگرچہ دعویٰ کرے کہ میں سنی ہوں۔

عقیدہ: حضرات حسنین کریمین، امامین جلیلین، امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، یقیناً عالی مرتبت، اعلیٰ درجہ شہدائے کرام میں سے ہیں۔ ان میں سے کسی کی شہادت کا منکر، گمراہ، بددین خاسر ہے۔

عقیدہ: یزید پلید، فاسق فاجر، مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت۔ آج کل جو بعض تقیہ باز گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملے میں کیا دخل ہے؟ ہمارے وہ بھی شاہزادے، وہ بھی شاہزادے، ایسا بکنے والا مردود خارجی، ناصبی مستحق جہنم ہے۔

یزید بن امیہ وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ

قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر رہتی دنیا تک دنیائے اسلام ملامت کرتی رہے گی اور تاقیام قیامت اس کا نام حقارت و نفرت کے ساتھ لیا جائے گا۔ یہ بدباطن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، بداخلاق، شرابی، بدکار، ظالم و گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ سود وغیرہ کو اس پلید نے علانیہ رواج دیا اور مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ البتہ اس پلید کو کافر کہنے اور نام لے کر اس پر لعنت کرنے میں احتیاط چاہیے۔ اس بارے میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سکوت (خاموشی) ہے۔ یعنی ہم اسے فاجر و فاسق کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔ مگر یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس کی حمایت کرنے والا اور اس کے مقابل حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گرفت کرنے والا ہرگز ہرگز سنی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ رضا و تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آگیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں فیض یاب فرمائے۔ آمین!

(۳۷) ولایت کا بیان

ولایت، اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے اطاعت گزار اور برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ جو لوگ اس مقام قرب پر فائز کیے جاتے ہیں، انہیں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔ تو یہ کہنا چاہیے کہ اولیاء اللہ وہ اہل ایمان ہیں جو خدا اور رسول کی محبت میں اپنی خواہشوں کو فنا کر دیتے ہیں اور ہمیشہ خدا اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان کی نظروں میں دنیا اور دنیاداروں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ بلکہ دولتِ دنیا ان کی لونڈی ہوتی ہے۔

ولایت، یعنی خدا تعالیٰ کا مقرب و مقبول اور بندۂ خاص ہونا، وہبی شے ہے۔ یعنی محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ عزوجل کی عطائے خاص۔ نہ یہ کہ اعمالِ شاقہ اور مشقت میں

ڈالنے والی ریاضتوں اور عبادتوں سے آدمی خود حاصل کرلے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ غالبا اعمالِ حسنہ اس عطیۂ ربانی کے حصول کے لیے ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جبکہ بعضوں کو ابتدا ہی میں مل جاتی ہے۔ اگرچہ بعد میں انہیں بھی ان اعمال شاقہ کی گھاٹیوں سے گزرنا پڑے۔ البتہ یہ دولتِ بیش بہا یعنی ولایت بے علم کو نہیں ملتی۔ خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو، یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پہلے اللہ عزوجل نے اپنے کرمِ خاص سے اس پر علوم منکشف کردیئے ہوں۔ چنانچہ ایسے اولیاء اللہ گزر چکے ہیں، جنہوں نے بظاہر اُمی اور بے لکھا پڑھا ہونے کے باوجود عرفان و معرفت، شریعت و طریقت کے دریا بہادیئے ہیں۔

عقیدہ: تمام اولیائے اولین و آخرین میں، اولیائے محمدین یعنی اس امت کے اولیاء افضل ہیں اور تمام اولیائے محمدین میں سب سے زیادہ معرفت و قرب الٰہی میں خلفائے اربعہ ہیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ معرفت و قرب صدیق اکبر کو ہے، پھر فاروق اعظم، پھر ذوالنورین، پھر مولا علی مرتضٰی کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ: طریقت کہ انہیں حضرات اولیائے کرام کے طریق خاص کو کہتے ہیں، منافی شریعت نہیں، نہ اس راہ کی کوئی منزل، کوئی مرحلہ، کوئی حصہ، احکام شریعت کے مقابل و مزاحم۔ طریقت شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے۔ شریعت نام ہے ان تمام علوم و احکام کے مجموعہ کا جو جسم و جان، روح و قالب، جسد و قلب سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں میں سے ایک حصے کا نام طریقت ہے۔ صرف فرض و واجب و حلال و حرام وغیرہ کے مجموعہ کا نام شریعت رکھ لینا محض اندھا پن ہے، بلکہ طریقت کے احوال و حقائق اگر شریعت کے مطابق ہوں تو حق و مقبول ہیں، ورنہ مردود۔ تو جو یہ بعض صوفی نما، جاہل کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں طریقت اور ہے شریعت اور۔ یہ ملاں مولوی طریقت کو کیا جانیں، یہ محض ایک شیطانی فریب ہے اور خیالِ باطل۔ اور اس زعمِ باطل کے باعث اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کفر و الحاد ہے، جبکہ احکامِ شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو سبکدوش نہیں ہو سکتا، البتہ اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہوگئی ہو، جیسے غشی والا، تو اس سے قلمِ شریعت اُٹھ جائے گا، مگر یہ بھی سمجھ لو کہ

جو اس قسم کا ہو گا، اس سے ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی اور وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا اور نہ ہی شریعت کی پابندی کے خلاف حکم دے گا۔

عقیدہ: کرامت اولیاء حق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ اولیاء اللہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے سچے نائب ہیں اور ان کو حضور کی نیابت اور جانشینی میں بڑے اختیارات، بڑے تصرفات ملتے ہیں، اور سیاہ و سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ غیب کے علوم ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت کی نگاہیں لوح محفوظ پر رہتی ہیں اور ماضی و مستقبل ان پر روشن ہوتا ہے، مگر یہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے واسطہ و عطا سے ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی وساطت کے بغیر، کوئی غیر نبی، کسی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہوئی ہے۔ ان سے عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں، ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ان کی دعاؤں سے خلق خدا فائدہ اٹھاتی ہے، ان کی محبت دین و دنیا کی سعادت اور خدائے تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔ ان کے مزارات پر حاضری، مسلمان کے لیے بڑی سعادت اور باعثِ برکت ہے اور ان کو دور و نزدیک سے پکارنا، یا غوث، یا خواجہ، اور ایسی ہی دوسری ندائیں کرنا، ان کے نام کا نعرہ لگانا، سب سلف صالحین کا طریقہ ہے اور دیندار، پابندِ شرع اہل محبت کا وطیرہ ہے۔

مسئلہ: مردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے کو بینا کر دینا، کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام خوارقِ عادات، اولیاء سے ممکن ہیں، سوا اس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے لیے ممانعت ثابت ہو چکی جیسے قرآن مجید کے مثل کوئی سورت لے آنا، یا دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلام الٰہی سے مشرف ہونا، اس کا جو اپنے کسی ولی کے لیے دعویٰ کرے، کافر ہے۔ جھوٹے صوفی کبھی کبھی ایسی ہانک دیا کرتے ہیں، مسلمان ان سے دور ہی رہیں: ”نادان کی دوستی، جی کا جنجال۔“ مشہور کہاوت کا مصداق یہ بھی ہیں۔

مسئلہ: ان سے استمداد و استعانت، یعنی مشکلات میں ان سے مدد چاہنا، محبوب اور

بزرگانِ دین کا معمول ہے۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی جائز لفظ کے ساتھ ہو۔ رہا ان کو فاعل مستقل جاننا یہ وہابیہ کا فریب ہے۔ مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا۔ مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ، قبیح رسومات پر ڈھالنا، اور اسے بت پرستوں کا عمل ٹھہرانا، انہیں معنوی خارجیوں کا طریقہ ہے۔

مسئلہ: اولیاء اللہ کو ایصالِ ثواب نہایت موجب برکات و امر مستحب ہے، اسے عرفاً براہِ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں۔ یہ نذر شرعی نہیں، بلکہ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے، اسے عرف میں نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ ان میں خصوصاً سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ، جسے عرف عام میں گیارہویں شریف کی فاتحہ کہتے ہیں، نہایت عظیم برکت کی چیز ہے اور نیاز کا کھانا خواہ کسی بھی بزرگ کے لیے ہو، غنی بھی کھا پی سکتا ہے، اگرچہ وہ سید ہو۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے: "نیاز کا کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔"

مسئلہ: عرسِ اولیائے کرام، یعنی قرآن خوانی، فاتحہ خوانی و نعت خوانی، وعظ اور ایصالِ ثواب کے لیے مزارات پر مسلمانوں کا جمع ہونا، اور شیرینی وغیرہ تمام حاضرین میں تقسیم کرنا بے شک جائز اور باعثِ اجر و برکات ہے۔ رہے منکراتِ شرعیہ یعنی وہ امور جو شرع میں منکر ہیں، جیسے رقص و سرود اور قوالیوں کی محفلیں سجانا، ریاء و نمائش کے لیے ہو حق کے نعرے لگانا، وجد لانا، وہ تو ہر حالت میں مذموم اور قابلِ مذمت ہیں، مزاراتِ طیبہ کے پاس اور زیادہ مذموم۔ پھر عورتوں کو تو قبور پر ویسے بھی جانا نہ چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے: "اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔" بے شک حاضرین مزار شریف، صاحبِ مزار کے مہمان ہوتے ہیں، مگر عورتیں ناخواندہ مہمان۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے، نہ یوں مردوں کے ساتھ خلط ملط کا، جیسا کہ ایسے موقعوں پر دیکھنے میں آتا ہے۔ بزرگانِ دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں، ان سے اُن حضرات کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے توجہ بھی کم کر دی ہے، ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے، وہ اب کہاں؟

اور اولیائے کرام کے اعراس کی تعیین میں مصلحت یہ ہے کہ ان کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن، قبور کریمہ کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے، چنانچہ وہ وقت جو خاص وصال کا ہے، برکات حاصل کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے اور شرعاً اس کی ممانعت نہیں، نہ لازم و ضرور ہے۔

(۳۸) پیرانِ طریقت

عموماً مسلمانوں کو بحمدہ تعالیٰ اولیاء کرام سے نیازمندی اور مشائخ عظام کے ساتھ انہیں ایک خاص عقیدت ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ نیک نیتی سے ان کے سلسلہ میں منسلک ہو جانا اور محبوبانِ خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا بڑی سعادت اور دنیا و آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی نجات و فلاح کا موجب ہے۔ انہیں یقین ہے کہ محبوبانِ خدا آیۂ رحمت و نشانِ برکت ہیں، وہ اپنا نام لینے والوں کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظرِ رحمت رکھتے ہیں اور اگر ان کا مرید کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو مولائے کریم کی بارگاہ سے اسے توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ مسلمان مرد بالخصوص عورتیں کہ شعبدہ بازوں کا جلد شکار ہو جاتی ہیں، یہ چند باتیں یاد رکھیں تاکہ جب مرید ہونا چاہیں تو اچھی طرح تفتیش کر لیں، ورنہ اگر کسی بدمذہب کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تو دین و دنیا اور آخرت کا سنورنا اور سنوارنا درکنار، اصل ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور مقبولِ بارگاہ ہونا کجا، مردودِ بارگاہ قرار پائیں گے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

پیری کے لیے چار شرطیں ہیں۔ قبل از بیعت ان کا لحاظ فرض ہے:

(۱) مرشدِ خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں اور جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پرنور سید المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم تک متصل ہو جائے۔ اس کا سلسلہ باتصالِ صحیح حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم

تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعے سے اتصال ناممکن۔ جو خود وہاں سے کٹ چکا، وہ دوسروں کو ان سے کیسے جوڑ سکتا ہے۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔ بعض لوگ بلا بیعت، محض اس زعم میں کہ ہم فلاں کے وارث ہیں اپنے باپ دادا کے سجادہ پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی تو ان کی بیعت بھی لاحاصل۔

(۲) شیخ سنی العقیدہ ہو۔ مذہب اہل سنت و جماعت کا پیرو ہو اور حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی ان چاروں میں سے کسی ایک مذہب کا مقلد، ورنہ جو بدمذہب گمراہ مثلاً وہابی ہے، اس کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم تک۔

(۳) آج کل بہت سے بددینوں، بلکہ بے دینوں، حتیٰ کہ وہابیہ نے کہ سرے سے اولیاء اللہ کے منکر اور دشمن ہیں۔ فریب دہی اور بدکاری اور مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنے کے لیے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ مسلمان ان کے فریب کا شکار نہ ہوں۔ ہوشیار! خبردار! احتیاط، احتیاط!

(۳) شیخ عالم ہو، یعنی علمِ فقہ کم از کم اتنا رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے اور لازم ہے کہ عقائد اہلِ سُنّت و جماعت سے پورا پورا واقف ہو۔ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی کی خوب پرکھ رکھتا ہو۔ ورنہ آج بدمذہب نہیں تو کل ہو جائے گا۔ سینکڑوں کلمات اور حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہِ جہالت ان میں پڑ جاتا ہے۔ اول تو ان کی ناواقفی کے سبب انہیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے ایسی باتیں یا حرکتیں صادر ہوئی ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور ایمان ہاتھ سے جاتا ہے اور جب تک اطلاع نہ ہو تو یہ ناممکن ہے۔ تو اس وبال کفر میں گرفتار کے گرفتار ہی رہے، اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے توبہ بھی کر لے مگر وہ جو سجادۂ اہل طریقت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں، ان کی عظمت کہ خود ان کے دلوں میں مرچی بسی ہے، وہ کب قبول کرنے دے گی، تو بے توبہ اسی کفر کی اندھیری میں ہاتھ پیر مارتے رہیں گے۔ خود تو گمراہی میں بھٹک رہے ہیں، اوروں کو بھی لے ڈوبیں گے اور وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا ہے، اسے جاری رکھیں گے، لہٰذا شیخ پر لازم ہے کہ عقائد اہل

سنت و جماعت کا عالم ہو۔

(۴) فاسقِ معلن نہ ہو۔ یعنی علانیہ نہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور نہ کسی گناہ صغیرہ پر مصر کہ باوجود علم و تنبیہہ اسی گناہ پر اڑا رہے۔ ہاں جو شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہِ صغیرہ کا مرتکب ہو یا گناہ صغیرہ کا متعدد بار اس سے صدور ہو، یا نماز روزہ وغیرہ عبادتوں کو جو وقت معین میں فرض ہیں کہ وقت نکلنے پر قضا ہو جاتی ہیں، بغیر عذر شرعی ان کو وقت سے موخر کرے یا محض کاہلی اور سستی سے نماز یا جماعت ترک کرے یا جو شخص حقیر و ذلیل افعال اس سے صادر ہوں جیسے راستہ پر پیشاب کرنا، چلتے پھرتے لوگوں کے سامنے یا بازاروں میں کھانا پینا، یا صرف پاجامہ یا تہہ بند پہن کر بغیر کرتا پہنے یا بغیر چادر اوڑھے گزرگاہِ عام پر چلنا یا لوگوں کے سامنے خواہ مخواہ پاؤں دراز کر کے بیٹھنا وغیرہا۔ ایسا شخص بھی بیعت کے قابل نہیں۔

اور ایسے پیروں سے بدتر ہیں وہ نام نہاد پیر

کہ ناواقف و بے علم ہونے کے باوجود علماء کی طرف رجوع ہی نہ لائیں جو جی میں آئے کر گزریں اور ان سے بدتر ہیں وہ کہ جہالت کے باوجود صاحب العلم، صائب الرائے بنے۔ احکامِ علماء میں اپنی رائے کو دخل دے یا کسی حکمِ شرعی کے خلاف اپنے یہاں کے باطل رواج پر اڑے۔ اور اسے حدیث و فقہ سے بتا دیا جائے کہ یہ رواج بے اصل ہے۔ اس کی شریعت مطہرہ میں کوئی سند نہیں۔ جب بھی اسی کو حق کہے۔ اور ان سے ہزار درجے بدتر ہیں وہ ابلیسی مسخرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں اور انہیں میں ہیں، وہ جھوٹے مدعیانِ فقر جو کہتے ہیں عالموں، فقیروں میں سدا سے ہوتی آئی ہے، یا کہیں کہ شریعت راستہ ہے اور ہم تو منزل پر پہنچ لیے، اب ہمیں شریعت کی ضرورت نہیں۔ شریعت راستہ ہے اور اب ہمیں اس راستے سے کیا کام۔ نماز روزہ کی بھی حاجت نہیں۔

اور ان سے بدتر بلکہ بدترین ہیں وہ نام نہاد پیرانِ بداطوار و بدکردار جو اگرچہ بزعم

خود وہابی، دیوبندی، رافضی وغیرہم بددینوں، بدمذہبوں سے نہیں بلکہ ان سے دور رہتے ہیں، بلکہ گاہ بگاہ ان کی کسی ناگفتنی یا ناکردنی سے براءت کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ مگر انہیں صوفی باصفا، عالم باعمل، راہبر و رہنما مانتے جانتے ہیں اور جب ان کی کفری عبارتیں اور ان عبارتوں پر احکام شریعت بیان کیے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم اپنی زبان سے کسی کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ یہ عالموں کی باتیں ہیں، عالم ہی جانیں، ہم اپنی زبان کیوں آلودہ کریں وغیرہا"۔

یہ سب باتیں باغوائے شیطانی ہیں اور ان سب کا پیر شیطان ہے، اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں اور خود پیر و ولی و قطب بنیں۔ ارشادِ قرآنی کے مطابق "شیطان نے انہیں اپنے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی۔ وہی شیطانی گروہ ہیں۔ سنتا ہے شیطان ہی کے گروہ زیاں کار ہیں" اور ظاہر ہے کہ جو ایسے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے گا، جو ایسے کا دامن تھام کر آگے بڑھے گا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم وبارک کی راہ سے دور جا پڑے گا، مشہور ہے ؎

ہر کہ پسِ کور شد
در چہ و در گور شد

(۳۹) آداب المریدین

مسلمان مرد خواہ عورت نے دنیاوی اغراض فاسدہ کے لیے نہیں، بلکہ نیک نیتی سے صرف تبرک کے لیے جب کسی عالم، سنی صحیح العقیدہ، صحیح الاعمال، (یعنی وہ جس کے اعمال، احکامِ شرع کے برخلاف نہ ہوں، یعنی وہ فاسق معلن نہ ہو) بلکہ جامعِ شرائط بیعت ہو کہ بیعت لینے کا شرع و طریقت میں اہل ہو، اس کے ہاتھ میں دے دیا، تو اب مرید پر لازم ہے۔

(۱) اپنے ارادۂ و اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد، ہادی برحق، واصلِ بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے کہ شیخ ہادی نائب و خلیفہ ہے محبوبانِ خدا بلکہ محبوبِ

خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) کا۔

(۲) اسے مطلقاً ہر حال میں اپنا حاکم و مالک اور متصرف (تصرف کرنے والا) جانے۔

(۳) اس کے چلانے پر راہِ سلوک پر چلے، کوئی قدم بغیر اس کی مرضی کے نہ رکھے۔

(۴) اس کے لیے اس کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام، اگر اس کے نزدیک صحیح معلوم نہ ہوں، تو انہیں افعالِ خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے مثل سمجھے۔ اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، ورنہ فلاح نہ پائے گا۔

(۵) اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔

(٦) زنہار زنہار اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے۔

(۷) ہر آسانی و دشواری، ہر خوشی و ناگواری میں اس کا حکم سنے اور اطاعت کرے۔

(۸) یقین رکھے کہ شیخ کا جو فعل مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ شیخ کے پاس اس کی صحت پر دلیلِ قطعی ہے۔

(۹) شیخ کے روبرو لڑائی جھگڑا، دنگا فساد، درکنار بلند آواز سے بات بھی نہ کرے کہ ہادیانِ برحق اور واصلانِ بحق کی عزت و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی عزت و تعظیم ہے۔

(۱۰) ہرگز ہرگز کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کی اذیتِ قلبی اور کلفتِ روحانی کا سبب بنے۔

غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، یہی بیعت سالکین ہے اور یہی مقصودِ مرشدین ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے اور یہی بندہ کو واصل بحق بناتی ہے۔ ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

(۴۰) دُعائے خیر

دردِ دل کر مجھے عطا یارب
دے میرے درد کی دوا یارب

لاج رکھ لے گناہگاروں کی
نام رحمٰن ہے تیرا یارب

مجھے ایسے عمل کی دے توفیق
کہ ہو راضی تیری رضا یارب

ہر بھلے کی بھلائی کا صدقہ
اس برے کو بھی کر بھلا یارب

مجھے دونوں جہاں کے غم سے بچا
شاد رکھ شاد، دائما یارب

اس نکمّے سے کام لے ایسے
یہ نکما ہو کام کا یارب

کر دے فضل و نعم سے مالا مال
ہو مع الخیر خاتما یارب

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ ونور عرشہ ومظہر لطفہ وزینۃ فرشہ ومالک ملکہ وقاسم رزقہ سیدنا و مولانا وملجانا وماوانا سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وابنہ سیدنا الغوث الاعظم وحزبہ اجمعین وعلینا بھم ولھم ومعھم وفیھم برحمتک یاارحم الراحمین یااالہ العالمین ○

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ
مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۸۱ء
دوشنبہ

دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد
پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدلله الواحد الاحد الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد والصلوة والسلام على حبيبه سيدنا محمد الممجد وعلى آله واصحابه والتابعين لهم باحسان وعلينا بهم ولهم ومعهم وفيهم برحمتك يا حنّان يا منّان۔

طہارت کا بیان

نماز کے لیے طہارت (پاکی) ایسی ضروری چیز ہے کہ بغیر اس کے نماز ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ جان بوجھ کر بغیر طہارت نماز ادا کرنے کو علمائے کرام کفر لکھتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت۔ (امام احمد)

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورۂ روم پڑھتے تھے کہ متشابہ لگا۔ یعنی قراءت میں شبہ پڑا۔ بعد نماز ارشاد فرمایا "کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے۔ انہیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہ پڑتا ہے"۔ (نسائی شریف)

تو جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا وبال یہ ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی

نحوست کا کیا پوچھنا۔ یہ تو عبادت کی بے ادبی و توہین ہے اور اس کا نتیجہ معلوم۔ مولیٰ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہر مسلمان کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔

طہارت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) طہارت صغریٰ۔ (۲) طہارت کبریٰ۔

طہارتِ صغریٰ وضو ہے اور طہارتِ کبریٰ غسل۔

جن چیزوں سے صرف وضو لازم آتا ہے، ان کو حَدَثِ اصغر کہتے ہیں اور جن چیزوں سے غسل فرض ہو ان کو حَدَثِ اکبر کہا جاتا ہے۔ (عامہ کتب)

چند ضروری اصطلاحیں

(۱) **فرض:** وہ بات کہ بے اس کے کیے آدمی بری الذمہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت میں ہے تو وہ عبادت بے اس کے باطل و معدوم ہوگی۔ اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے۔

(۲) **واجب:** وہ کہ بے اس کے کیے بھی بری الذمہ ہونے (چھٹکارا پانے) کا احتمال ہے۔ مگر غالب گمان اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو عبادت بے اس کے ناقص رہے۔ کسی واجب کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چند بار چھوڑنا گناہ کبیرہ۔

(۳) **سنّت مؤکدہ:** وہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو البتہ کبھی ترک بھی فرما دیا ہو (نہ کیا ہو) یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا بہت بُرا۔ یہاں تک کہ جو اس کے چھوڑنے کی عادت ڈال لے، وہ عذاب کا مستحق ہے۔

(۴) **سنّت غیر مؤکدہ:** وہ کہ اس کا چھوڑنا شریعت کو پسند نہیں۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ بطور عادت ہو عتاب کا موجب نہیں۔

(۵) **مستحب:** وہ جس کا کرنا شریعت کو پسند ہے مگر نہ کرنے پر کچھ ناپسندی نہ ہو۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

(۶) **حرام قطعی:** یہ فرض کا مقابل ہے۔ اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ و فسق ہے اور بچنا فرض و ثواب۔

(۷) **مکروہ تحریمی:** وہ کہ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے اور چند بار اس کا کرنا گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔

(۸) **مکروہ تنزیہی:** وہ جس کا کرنا شریعت کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس کے کرنے پر عذاب آئے۔

وضو کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ

یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

چند احادیثِ کریمہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے منہ اور ہاتھ آثارِ وضو سے چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب منہ دھویا تو اس کے چہرے کے گناہ نکلے یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے یہاں تک کہ کانوں سے نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں یہاں تک کہ ناخنوں سے۔ پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز پڑھنا اس کے علاوہ ہے۔ (مالک و نسائی)

(۳) جو شخص ایک ایک بار وضو کرے تو یہ ضروری بات ہے اور جو دو دو بار کرے اس کو دونا ثواب ہے اور جو تین تین بار دھوئے تو یہ میرا اور اگلے نبیوں کا وضو ہے۔

(امام احمد)

(۴) جو شخص سخت سردی میں کامل وضو کرے اس کے لیے دونا ثواب ہے۔ (طبرانی)

(۵) جو شخص وضو پر وضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (ترمذی)

فقہی احکام

آیۂ کریمہ جو اوپر لکھی گئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ وضو میں چار باتیں فرض ہیں:

(۱) منہ دھونا۔

(۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

(۳) سر کا مسح کرنا۔

(۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

فائدہ: (۱) کسی عضو کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عضو کے ہر حصّہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے۔ نہ اس سے وضو یا غسل ادا ہو گا۔ اس بات کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ لوگ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور نمازیں برباد جاتی ہیں۔ بدن میں

بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جب تک ان کا خاص خیال نہ رکھا جائے ان پر پانی نہ بہے گا۔ جس کی تشریح ہر عضو میں بیان کی جائے گی۔

(۲) کسی عضو پر تر ہاتھ پھیرنے یا تری پہنچنے کو مسح کہتے ہیں۔ (درمختار وغیرہ)

(۱) **منہ دھونا:** شروع پیشانی سے (یعنی جہاں تک عموماً سر کے بال ہوتے ہیں) ٹھوڑی یعنی نیچے کے دانت جمنے کی جگہ تک لمبائی میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک چوڑائی میں اس حد کے اندر جلد کے ہر حصّے پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

(ردالمحتار)

مسئلہ: لبوں کا وہ حصّہ جو عموماً اور عادتاً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے۔ اس کا دھونا فرض ہے۔ یوں ہی رخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں، اس کا دھونا بھی فرض ہے۔

مسئلہ: نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ حرکت دینا ضروری نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

(۲) **ہاتھ دھونا:** اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ اگر کہنیوں سے ناخنوں تک کوئی جگہ ذرہ برابر دھلنے سے رہ جائے گی، وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ: ہر قسم کے جائز و ناجائز گہنے، چھلے، انگوٹھیاں، پہنچیاں، کنگن، کانچ لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہہ جائے گا تو کچھ ضروری نہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں، انگلیوں کی کروٹیں، ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، کلائی کے بال جڑ سے نوک تک، ان سب پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ اگر کچھ بھی رہ گیا یا بالوں کی جڑوں پر پانی بہہ گیا مگر کسی ایک بال کی نوک پر نہ بہا تو وضو نہ ہوا مگر ناخنوں کے اندر کا میل معاف ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: عورتوں کو پھنسی چوڑیوں کا شوق ہوتا ہے۔ انہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔
(فتاویٰ رضویہ)

(۳) سر کا مسح: سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے۔ (ردالمحتار) سر سے نیچے جو بال لٹکتے ہیں، ان کا مسح کافی نہیں۔

مسئلہ: مسح کرنے کے لیے ہاتھ تر ہونا چاہیے۔ خواہ کسی عضو کو دھونے کے بعد ہاتھ میں تری رہ گئی یا نئے پانی سے ہاتھ تر کر لیا ہو۔ ہاں کسی عضو کے مسح کے بعد ہاتھ میں جو تری رہ جائے گی وہ دوسرے عضو کے مسح کے لیے کافی نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: دوپٹہ پر مسح ہرگز کافی نہیں۔ مگر جبکہ دوپٹہ اتنا باریک اور تری اتنی زیادہ ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر چوتھائی سر یا بالوں کو تر کر دے تو مسح ہو جائے گا۔ (بحر وغیرہ)

(۴) پاؤں دھونا: اس حکم میں گٹے بھی داخل ہیں۔ گھائیاں، انگلیوں کی کروٹیں، ٹخنے، ایڑیاں اور کونچیں سب کا دھونا فرض ہے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: چھلے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا ان سے نیچے ہوں ان کا حکم وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

متفرق مسائل

(۱) آنکھوں کے ڈھیلے اور پپوٹوں کی اندرونی سطح کا دھونا کچھ درکار نہیں بلکہ نہ چاہیے کہ نقصان دیتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۲) جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان پر پانی بہہ جانا شرط ہے۔ اگرچہ بلا ارادہ اپنے فعل سے نہ ہو۔ مثلاً مینہ برسا اور اعضاء وضو کے ہر حصّے سے دو دو قطرے پانی کے بہہ گئے وہ اعضاء دھل گئے یا پھوار برسی اور چوتھائی سر کو تری پہنچ گئی تو مسح سر کا فرض اتر گیا۔
(درمختار وغیرہ)

(۳) جس چیز کی انسان کو ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کی دیکھ بھال اور احتیاط میں حرج ہو، اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا، وضو ہونے سے نہیں روکتا۔ اگرچہ وہ چیز جرم دار ہو، اگرچہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے، اگرچہ سخت چیز ہو، جیسے پکانے گوندھنے والیوں کے لیے آٹا، عورت کے لیے مہندی یا کوئے پلک میں سرمہ، کاجل، اسی طرح بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ۔ (در مختار)

(۴) عورت کے ہاتھ پاؤں پر مہندی کا جرم (تہہ) لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو وضو و غسل ہو جائے گا۔ ہاں جب معلوم ہو جائے تو چھڑا کر وہاں پانی بہادے۔ یونہی سرمہ آنکھ کے کوئے یا پلک میں رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۵) کسی کے ماتھے پر افشاں چنی ہو اور اوپر سے پانی بہادیا یا ہاتھ پاؤں کے ناخنوں پر سرخی کا جرم (تہہ) موجود ہے اور وضو کر لیا تو وضو نہ ہوگا کہ یہ نہ ضرورت کی چیزیں ہیں اور نہ ان کی نگہداشت اور احتیاط میں کوئی حرج ہے۔ لہٰذا ماتھے کا گوند اور سرخی کا جرم دُور کر کے وضو و غسل کرنا چاہیے۔

وضو کی سنتیں

(۱) نیت کرنا۔

(۲) بسم اللہ سے شروع کرنا۔

(۳) پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھونا۔

(۴) مسواک کرنا (یہ عورتوں کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے) لیکن اگر وہ نہ کریں تو حرج نہیں۔ ان کے لیے مسی کافی ہے۔ ان کے دانت اور مسوڑھے بہ نسبت مردوں کے کمزور ہوتے ہیں۔ (الملفوظ)

(۵) تین چلو پانی سے تین کلیاں کرنا۔

(۶) تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھانا۔

(۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۸) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

(۹) جو اعضاء دھونے کے ہیں ان کو تین تین بار دھونا۔

(۱۰) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔

(۱۱) ساتھ ہی دونوں کانوں کا اسی پانی سے مسح کرنا۔

(۱۲) ترتیب سے وضو کرنا کہ پہلے منہ پھر ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں۔

(۱۳) اعضاء کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے۔ (عامہ کتب)

وضو کے مستحبات

(۱) قبلہ رو اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا۔

(۲) وضو کا پانی پاک جگہ پر گرانا۔

(۳) پانی بہاتے وقت ہر حصّہ پر تر ہاتھ پھیر لینا۔

(۴) اپنے ہاتھ سے پانی بھرنا۔

(۵) وضو کرنے میں بغیر ضرورت دوسرے سے مدد نہ لینا۔

(۶) وقت سے پہلے وضو کر لینا۔

(۷) انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دینا۔ اگر تنگ ہو تو ہلانا ضروری ہے۔

(۸) اطمینان سے وضو کرنا۔

(۹) دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا۔

(۱۰) ہر عضو کو دھوتے وقت نیت وضو حاضر رہنا۔

(۱۱) بسم اللہ اور درود شریف وغیرہ دعائیں پڑھنا۔

(۱۲) گردن کا مسح کرنا۔

(۱۳) وضو سے فارغ ہوتے ہی آسمان کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر کلمۂ شہادت اور اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ پڑھنا۔

(۱۴) وضو کا بچا ہوا تھوڑا پانی پی لینا۔

(۱۵) بغیر ضرورت بدن کو کپڑے سے بالکل خشک نہ کرنا۔ (عامہ کتب)

وضو کرنے کا مسنون طریقہ

پہلے نیت کر کے وضو کرنے، قبلہ رو اونچی جگہ بیٹھیں۔ وضو کا پانی پاک جگہ گرائیں اور وضو کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ پڑھ لیں۔ پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئیں اور اس کا خیال رکھیں کہ انگلیوں کی گھائیاں اور کروٹیں پانی بہنے سے نہ رہ جائیں ورنہ وضو نہ ہوگا۔ پھر تین مرتبہ مسواک کریں، پھر تین بار اس طرح کلی کریں کہ منہ کی تمام جڑوں اور دانتوں کی سب کھڑکیوں میں غرض ہر بار منہ کے اندر اور ہر پرزہ پر پانی بہہ جائے اور روزہ نہ ہو تو غرغرہ کریں اور کلی یا غرغرہ داہنے ہاتھ سے پانی لے کر کریں۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی ناک میں ڈال کر ناک صاف کریں اور تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائیں کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہہ جائے۔ اور روزہ نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائیں۔ یہ کام داہنے ہاتھ سے کریں۔ پھر منہ دھونے کے لیے دونوں ہاتھوں سے ماتھے کے سرے پر ایسا پھیلا کر پانی ڈالیں کہ اوپر کا بھی کچھ حصّہ دھل جائے اور دونوں رُخسار ساتھ ہی ساتھ دھوئیں اور منہ پر پانی لمبائی میں پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک بہائیں۔ پھر پہلے داہنا پھر بایاں، دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار ناخنوں سے کہنیوں تک برابر پڑتی چلی جائے اور اس کا خیال رکھیں کہ ایک رونگٹا بھی خشک نہ رہے۔ اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہہ گیا اور اوپری حصّہ خشک رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔ پھر پورے سر کا مسح کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کا انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر ایک ہاتھ کی باقی انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے سے ملائیں اور پیشانی کے بال پر رکھ کر گدی تک اس طرح کھینچتے ہوئے لے جائیں کہ

ہتھیلیاں سر سے جُدا رہیں۔ وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتے ہوئے پیشانی تک واپس لائیں اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کانوں کے پیٹ کا اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کی پشت کا اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کریں۔ گلے پر ہاتھ نہ لگائیں کہ بدعت ہے۔

پھر تین تین بار پہلے دایاں، پھر بایاں، دونوں پاؤں ٹخنے کے اوپر نصف پنڈلی تک دھوئیں اور دھونے میں ہر بار پانی پاؤں کے ناخنوں کی طرف سے گٹوں کے اوپر تک لائیں کہ سنت یہی ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے کریں۔ وضو کے بعد میانی پر کچھ پانی چھڑک لیں کہ شیطانی وسوسہ کو دور کرتا ہے۔ پھر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا سا پی لیں کہ شفا بخشتا ہے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کلمۂ شہادت اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ پڑھ لیں۔ (عامہ کتب)

وضو کے مکروہات

(۱) وضو کے لیے ناپاک جگہ بیٹھنا یا ناپاک جگہ وضو کا پانی گرانا۔
(۲) اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں پانی ٹپکانا۔
(۳) مسجد کے اندر وضو کرنا۔
(۴) پانی میں تھوکنا، ناک سنکنا اگرچہ دریا یا حوض ہو۔
(۵) قبلہ کی طرف تھوکنا یا کلی کرنا۔
(۶) بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔
(۷) زیادہ پانی خرچ کرنا۔
(۸) اتنا کم پانی خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔
(۹) چہرہ پر زور سے پانی مارنا۔
(۱۰) ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ یہ ہندوؤں (کافروں) کا طریقہ ہے۔
(۱۱) گلے کا مسح کرنا۔

(۱۲) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔

(۱۳) دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۱۴) تین نئے پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔

(۱۵) دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا کہ وہ برص (سفید داغ) پیدا کرتا ہے۔

(۱۶) ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرلینا۔

(۱۷) کسی سنت کو چھوڑ دینا۔

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں شریعت مطہرہ نے نواقض وضو قرار دیا ہے۔ یعنی ان میں سے اگر ایک بھی پائی جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان میں بعض یہ ہیں:

(۱) آگے یا پیچھے کے مقام سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کسی نجاست یا کیڑے یا پتھری کا نکلنا یا پیچھے سے ہوا کا خارج ہونا۔

(۲) خون، پیپ یا زرد پانی جب کہ کہیں سے نکل کر ایسی جگہ بہہ کر چلا جائے کہ جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔

(۳) آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو اور اس وجہ سے جو آنسو یا پانی بہے گا وضو توڑ دے گا۔ دکھتی ہوئی آنکھ سے جو آنسو بہتا ہے اس کا یہی حکم ہے کہ یہ پانی خود بھی نجس ہے۔

(۴) کھانے یا پانی یا صفرا کی منہ بھرتے، یوں ہی جمے ہوئے خون کی منہ بھرتے، اور بہتے ہوئے خون کی قے جب کہ تھوک اس پر غالب نہ ہو، وضو توڑ دیتی ہے۔

(۵) بے ہوشی، غشی، پاگل پن اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں، وضو توڑ دیتا ہے۔

(۶) بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں جب کہ جاگتے میں اور رکوع و سجود والی نماز میں ہو وضو توڑ دیتا ہے۔

(۷) سو جانے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے۔ مثلاً لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز کے سہارے بیٹھے بیٹھے نیند آگئی کہ اگر وہ چیز نہ ہوتی تو گر پڑتے تو وضو جاتا رہا۔ اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا سجدے میں قصداً سو گئے تو بھی وضو گیا اور نماز بھی گئی۔

(۸) منہ سے خون کا نکلنا بھی جب کہ تھوک پر غالب ہو ناقض وضو ہے۔

(عامہ کتب، بہار شریعت)

وہ صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا

(۱) خون یا پیپ یا زرد پانی ابھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھر آتا ہے۔

(۲) یا اپنی یا پرائی شرمگاہ۔ (پیشاب پاخانہ کی جگہ پر ہاتھ لگایا)

(۳) یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی اس پر خون کی سرخی آگئی مگر وہ خون بہنے کے قابل نہیں۔

(۴) یا ناک صاف کی اس میں سے جما ہوا خون نکلا۔

(۵) کان میں تیل ڈالا تھا اور ایک دن بعد کان یا ناک سے نکلا۔

(۶) جوں، کھٹمل، مچھر یا پسو نے خون چوسا۔

(۷) بلغم کی قے جتنی بھی ہو۔

(۸) بیٹھے بیٹھے جھونکے لیتے رہے یا اونگھتے رہے۔

(۹) یا نماز کے اندر سوتے میں یا نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا۔ تو ان صورتوں میں وضو نہ جائے گا اور آخری صورت میں نماز یا سجدہ فاسد ہے۔ (عامہ کتب)

فائدہ: اپنی یا پرانی شرمگاہ دیکھنے سے وضو جاتا رہتا ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ محض بے اصل بات ہے۔ ہاں عورت کا بلا ضرورت بدن کھلا رکھنا اگرچہ وہ سر ہو یا کلائی یا بازو دوسرے کے سامنے کھولنا حرام ہے۔

وضو کے متفرق مسائل

(۱) خود پانی کا بدن کے حصوں پر بہہ جانا ضروری ہے۔ اگر ہاتھ یا پاؤں کے پنجے پر پانی ڈالا، کہنیوں اور پاؤں کے گٹوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا (جیسا کہ بہت لوگ کرتے ہیں) تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہوا چپڑنا ہوا اور فرض بہانا تھا۔

(۲) مستحب ہے کہ اعضا دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد دوڑتا ہے اور تھوڑا بہت کا کام دیتا ہے۔ خصوصاً جاڑے میں اس کی زیادہ حاجت ہے کہ اعضا میں خشکی ہوتی ہے۔ بہتی دھار بیچ میں جگہ چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے اس ترکیب سے وضو بھی کامل ہوگا اور پانی میں اسراف (فضول خرچی) سے بھی انسان بچا رہے گا۔

(۳) بہت سے لوگ یوں کیا کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلو ڈال کر سارے منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ منہ دھل گیا۔ حالانکہ پانی کا اوپر چڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور اس طرح دھونے میں منہ نہیں دھلتا اور وضو نہیں ہوتا۔ یونہی چلو میں پانی لے کر کلائی پر الٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔

(۴) جو حصّے دھونے کے ہیں، طہارت میں ان میں سے ہر حصّہ کا پورے تین بار دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ لہٰذا ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ عضو کا کوئی حصّہ رہ نہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی اور اس میں چلوؤں کی گنتی نہیں بلکہ پورا عضو دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین مرتبہ ہوا اگرچہ کتنے ہی چلوؤں سے۔

(۵) کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں اس قدر کھینچ کر تاگا باندھا جاتا ہے کہ پانی کا بہنا تو درکنار، تاگے کے نیچے تر بھی نہیں ہوتا۔ اس سے بچنا لازم ہے۔

(۶) پانی احتیاط سے خرچ کریں۔ بے سبب زیادہ خرچ کرنے سے بچیں۔ بعض لوگ چلو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ ابل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بے کار ہوگیا۔ اس سے احتیاط چاہیے۔ جس کام کے لیے لیں اس کا اندازہ کر لیں۔ مثلاً ناک میں پانی چڑھانے کے لیے آدھا چلو کافی ہے۔

(۷) لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے یا جلدی جلدی تین بار پچ پچ کر لینے سے کلی اور ناک کی پھنک یا نوک سے پانی چھلا لینے سے وضو میں سنت ادا ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس کی عادت ڈالنا گناہ ہے اور غسل میں ایسا کرنے سے تو غسل ادا ہی نہیں ہوتا کہ فرض رہ جاتا ہے۔

(۸) استنجا کے بعد جو پانی برتن میں بچ رہا ہے پاک ہی ہے۔ اس سے وضو جائز ہے اور اس کا پھینک دینا گناہ و ناجائز ہے۔ یوں ہی وضو کے بعد لوٹے میں جو پانی بچ رہتا ہے وہ دوسرے وضو یا کسی اور کام میں آ سکتا ہے۔ لوگ اسے پھینک دیتے ہیں۔ یہ نہ چاہیے کہ اسراف میں داخل ہے۔ (در مختار، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

ضروری نہایت ضروری

بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا وہ پاک تو ہے مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ (در مختار)

یوں ہی اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی حصّہ جو وضو میں دھویا جاتا ہے۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جسم کا کوئی حصّہ جو دھلا نہ ہو، پانی میں پڑ جائے یا پانی سے چھو جائے تو وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ اس سے وضو یا غسل نہیں ہو سکتا۔ اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔ ہاں کپڑے وغیرہ دھونے کے کام آ سکتا ہے عورتیں اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ دیں وہ اکثر چھنگلی یا کسی انگلی کی گانٹھ پانی میں ڈال کر دیکھتی ہیں کہ گرم ہے یا نہیں اور اس کا انہیں خیال بھی نہیں ہوتا کہ اب یہ پانی نہ وضو کے قابل رہا نہ غسل کے۔ ہاں ہاتھ دھو کر ڈالیں تو کوئی حرج نہیں۔ یوں ہی اگر ہاتھ دھلا ہوا ہے مگر پھر دھونے کی نیت سے پانی میں ڈالا اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو۔ جیسے کھانے کے لیے، وضو کے لیے تو یہ پانی مستعمل ہو گیا۔ یعنی وضو و غسل کے کام کا نہ رہا اور اس کو پینا بھی مکروہ ہے۔ (نور الابصار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

ایسے پانی کو جو مستعمل ہو گیا اگر وضو یا غسل کے کام میں لانا چاہیں تو اچھا پانی اس

سے زیادہ اس میں ملادیں۔ یہ سب پانی کام کا ہو جائے گا۔ (در مختار ردالمحتار وغیرہ)

وضو کی دعائیں

(۱) کلی کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔

الٰہی میری مدد فرما، قرآن کی تلاوت اور اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر۔

(۲) ناک میں پانی ڈالتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ۔

الٰہی مجھے جنّت کی خُوشبو سونگھا اور جہنم کی بدبُو نہ سونگھا۔

(۳) منہ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ۔

الٰہی میرا چہرہ روشن کر جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔

(۱۴) داہنا ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

الٰہی میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دینا اور مجھ سے آسان حساب کرنا۔

(۵) بایاں ہاتھ دھوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔

الٰہی میرا نامہ اعمال نہ میرے بائیں ہاتھ میں دینا نہ میری پیٹھ کے پیچھے سے۔

(۶) سر کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ

عَرْشِكَ۔

سوا کہیں سایہ نہ ہو گا۔

(۷) کانوں کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

الٰہی تو مجھے ان لوگوں میں کر دے جو بات سنتے اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔

(۸) گردن کا مسح کرتے وقت:

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

الٰہی میری گردن آگ سے آزاد کر دے۔

(۹) دایاں پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔

اے اللہ میرا قدم پل صراط پر ثابت رکھ جس دن اس پر قدم لغزش کریں گے۔

(۱۰) بایاں پاؤں دھوتے وقت:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْكُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ۔

اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میری کوشش کو کامیاب بنا اور میری تجارت ہلاک نہ ہو۔

(۱۱) وضو سے فارغ ہوتے ہی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔

اے اللہ تو مجھے توبہ قبول کرنے والوں میں اور پاک لوگوں میں کر دے۔

پھر کھڑے ہو کر اور آسمان کی طرف منہ کر کے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ۔

تو پاک ہے اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش چاہتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

متفرق مسائل

(۱) جو چیز انسان کے بدن سے نکلے اور وضو نہ توڑے وہ نجس نہیں۔ مثلاً خون کہ بہہ کر نہ نکلے یا تھوڑی قے کہ منہ بھر نہ ہو، پاک ہے۔

(۲) خارش یا پھنسیوں میں جبکہ بہنے والی رطوبت نہ ہو بلکہ صرف چپک ہو۔ کپڑا اس سے بار بار چھو کر اگرچہ کتنا ہی سن جائے، پاک ہے۔

(۳) سوتے میں جو رال منہ سے گرے، اگرچہ پیٹ سے آئے اور بدبودار ہو، پاک ہے۔

(۴) آنکھ دکھنے میں جو آنسو بہتا ہے ناپاک بھی ہے اور ناقض وضو بھی۔ اس سے احتیاط ضروری ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کرتے وغیرہ سے اس آنسو کو پونچھ لیا کرتے ہیں اور اپنے خیال میں اسے آنسوؤں کی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ غلطی ہے اور اگر ایسا کیا تو کپڑا ناپاک ہو گیا۔

(۵) شیر خوار بچے (دودھ پیتے) نے دودھ ڈال دیا۔ اگر وہ منہ بھر ہے، نجس ہے۔ درہم سے زیادہ جگہ میں جس چیز کو لگ جائے گا، ناپاک کر دے گا۔ لیکن اگر یہ دودھ معدے سے نہیں آیا بلکہ سینے تک پہنچ کر پلٹ آیا تو پاک ہے۔

(۶) درمیان وضو میں کوئی ایسی بات ہوئی جس سے وضو جاتا رہتا ہے تو نئے سرے سے وضو کرے۔ وہ پہلے دھلے ہوئے بے دھلے ہو گئے۔

(۷) منہ سے اتنا خون نکلا کہ تھوک سرخ ہو گیا تو اگر لوٹے کٹورے یا کسی اور برتن سے منہ لگا کر کلی کے لیے پانی لیا تو لوٹا، کٹورا اور کل پانی نجس ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور پھر دھو کر کلی کے لیے پانی لے۔

(۸) اگر درمیان وضو میں کسی عضو کے دھونے میں شک واقع ہوا اور یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے تو اس کو دھو لے اور اگر شک پڑا کرتا ہے تو اس کی طرف دھیان نہ دے۔ یوں ہی اگر وضو کرنے کے بعد شک ہو تو اس کا کچھ خیال نہ کریں۔

(۹) جو باوضو تھا اب اسے شک ہے کہ وضو ہے یا ٹوٹ گیا تو وضو کرنا اسے ضروری نہیں۔ ہاں کرلے تو بہتر ہے اور اگر یہ شبہ بطور وسوسہ کے ہو کہ اکثر پڑتا ہی رہتا ہے تو اسے ہرگز نہ مانے۔ اس صورت میں احتیاط سمجھ کر وضو کرنا احتیاط نہیں بلکہ شیطان لعین کی پیروی ہے۔

(۱۰) میانی میں تری دیکھی مگر یہ نہیں معلوم کہ پانی ہے یا پیشاب تو اگر عمر کا یہ پہلا واقعہ ہے تو وضو کرلے اور اس جگہ کو دھولے اور اگر بارہا ایسے شبہے پڑتے رہتے ہیں تو اس کی طرف توجہ نہ دے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔

فائدہ: ولہان ایک شیطان کا نام ہے جو وضو میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اس کے ہر ایک وسوسے سے بچنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ اعوذ باللہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا قل اعوذ برب الناس پڑھیں اور وسوسہ کا بالکل خیال نہ کرنا۔ بلکہ اس کے خلاف عمل کرنا، وسوسہ کو دفع کرتا ہے۔

(در مختار، رد المحتار، بہار شریعت)

غسل کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ اگر تم جنب ہو تو خوب پاک ہو جاؤ، یعنی غسل کرو۔

اور فرماتا ہے: حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ (اے مردو تم عورتوں کے قریب نہ جاؤ) یہاں تک کہ وہ حیض والی عورتیں پاک ہو جائیں۔

چند احادیثِ کریمہ

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

(۱) ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ تو بال دھوؤ اور جلد کو صاف کرو۔

(ابوداؤد و ترمذی

(۲) جو شخص جنابت کے غسل میں ایک بال کی جگہ بے دھوئے چھوڑ دے گا، اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا۔ (یعنی عذاب دیا جائے گا) (ابوداؤد)

(۳) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا۔ تو کیا جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر نہانا فرض ہے؟ فرمایا ہاں جبکہ پانی (منی) دیکھے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منہ ڈھانپ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے۔ فرمایا: ہاں! ایسا نہ ہو تو کس وجہ سے بچہ ماں کے مشابہ (ملتا جلتا) ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: امہات المومنین کو اللہ عزوجل نے حاضری خدمت سے پہلے بھی احتلام (بدخوابی) سے محفوظ رکھا تھا۔ اس لیے کہ احتلام میں شیطان کا دخل ہوتا ہے اور شیطانی مداخلتوں سے ازواجِ مطہرات (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ و ستھری بیبیاں ہماری مقدس مائیں) پاک ہیں۔ اسی لیے ان کو حضرت ام سلیم کے اس قول کا تعجب ہوا۔

(بہار شریعت)

(۴) فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں تصویر اور کتا اور جنب ہو۔ (ابوداؤد)

(۵) حیض والی اور جنب قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔ (ترمذی)

(۶) ان گھروں کا رُخ مسجد سے پھیر دو کہ میں مسجد کو حیض والی اور جُنُب کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (ابوداؤد)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہ فرماتے۔ (ترمذی شریف وغیرہ)

فقہی احکام

غسل میں تین فرض ہیں:

(۱) **کلی کرنا:** کہ منہ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ آج کل بہت بے علم یہ سمجھتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دیئے کو کلی کہتے ہیں۔ اگرچہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک پانی نہ پہنچے۔ یوں غسل نہیں اترتا۔ نہ اس غسل سے نماز ہو سکے۔ بلکہ فرض ہے کہ ڈاڑھوں کے نیچے گالوں کی تہہ میں، دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں اور زبان کی ہر کروٹ میں، حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے۔ (در مختار وغیرہ)

مسئلہ: دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی ایسی چیز جمی ہو جو پانی بہنے سے روکے تو اس کا چھڑانا ضروری ہے جبکہ چھڑانے میں ضرر اور حرج نہ ہو۔ جیسے چھالیہ کے دانے، گوشت کے ریزے اور اگر چھڑانے میں ضرر اور حرج ہو جیسے بہت پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں چونا جم جاتا ہے کہ چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں اور ان کے چھیلنے میں ضرر کا اندیشہ ہے تو اس قدر کی معافی ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۲) **ناک میں پانی ڈالنا:** دونوں نتھوں کا جہاں تک نرم حصّہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک اس کا دھونا کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے۔ بال برابر جگہ بھی دھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر کثافت (رینٹھ) جم گئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ نیز ناک کے بالوں کا بھی دھونا فرض ہے۔ بلاق کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ پھر اگر تنگ ہے تو حرکت دینا ضروری ہے ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار، در مختار وغیرہ)

(۳) **تمام ظاہری بدن:** یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے، ہر رونگٹے پر پانی بہہ جانا۔ جب تک ایک ایک ذرے پر پانی بہتا ہوا نہ گزرے گا، غسل ہرگز نہ ہوگا۔ (عامہ کتب، بہار شریعت)

غسل کی احتیاطیں

غسل میں دو قسم کی بے احتیاطیاں پائی جاتی ہیں جن میں غسل نہیں ہوتا اور نمازیں برباد ہو جاتی ہیں:

اوّل: پانی کو بعض جگہ تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں یا بھیگا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مسح ہوا، غسل نہ ہوا۔ غسل میں پانی ہر جگہ بہہ جانا ضروری ہے۔

دوم: اکثر عوام، بلکہ بعض پڑھے لکھے بھی یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا۔ حالانکہ بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جب تک خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے وہ نہیں دھلیں گی اور غسل نہ ہو گا۔ لہٰذا ہم یہاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ خوب توجہ سے پڑھیں اور ہمیشہ دھیان میں رکھیں کہ بدن کے ہر ذرے پر رونگٹے پر پانی بہانا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہو گا۔

وضو میں جن اعضاء کی احتیاط کی جاتی ہے، ان کا لحاظ یہاں بھی ضروری ہے۔ ان کے علاوہ خاص غسل میں احتیاط کی جگہیں یہ ہیں:

(۱) سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا ضروری ہے اور گندھے ہوں تو عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے۔ کھولنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔

(۲) کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو میں بیان ہوا۔ اسے پھر دیکھ لیں۔

(۳) کان کا ہر پرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ، کانوں کے پیچھے بال ہٹا کر پانی بہائیں۔

(۴) ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھلے گا۔

(۵) دو بغلیں کہ بے ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی۔

(۶) بازو کا ہر پہلو اور پیٹھ کا ہر ذرہ۔

(۷) پیٹ کی بلیٹیں اٹھا کر اور ناف میں انگلی ڈال کر دھوئیں۔

(۸) ران اور پیڑو کا جوڑ اور ران اور پنڈلی کا جوڑ۔

(۹) دونوں سرین ملنے کی جگہ۔

(۱۰) رانوں کی گولائی اور پنڈلیوں کی کروٹیں۔

(۱۱) ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھوئیں۔

(۱۲) پستان اور پیٹ کے جوڑ کی جگہ۔

(۱۳) شرمگاہ کا ہر گوشہ، ہر ٹکڑا نیچے اوپر، خیال سے دھویا جائے۔ ہاں اندر انگلی ڈال کر دھونا ضروری نہیں، مستحب ہے۔ یوں ہی حیض و نفاس سے فارغ ہو کر غسل کرتی ہے تو ایک پرانے کپڑے سے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے، لازمی نہیں۔

(۱۴) ماتھے پر افشاں چنی ہو تو اس کا چھڑانا ضروری ہے۔ یوں ہی بالوں میں اگر اتنا گوند وغیرہ لگا ہے کہ اس کے ہوتے بال اچھی طرح تر نہ ہوں گے تو اس کا چھڑانا بھی ضروری ہے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ (در مختار، رد المحتار، فتاوی رضویہ، بہار شریعت)

غسل کی سنتیں

(۱) غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئیں۔

(۲) پھر استنجا کی جگہ دھوئیں خواہ ناپاکی ہو یا نہ ہو۔

(۳) پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اسے دور کریں۔

(۴) پھر نماز کا سا وضو کریں مگر پاؤں نہ دھوئیں۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر یا پکے فرش پر نہائیں تو پاؤں بھی دھو لیں۔

(۵) پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑ لیں خصوصاً جاڑے میں۔

(۶) پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائیں۔

(۷) پھر تین مرتبہ بائیں مونڈھے پر۔

(۸) پھر تین بار سر پر اور تمام بدن پر پانی بہائیں اور یہاں سے ہٹ جائیں اور وضو

کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولیں۔

(۹) نہاتے وقت قبلہ کو منہ نہ کریں۔

(۱۰) تمام بدن پر ہاتھ پھیریں اور ملیں۔

(۱۱) ایسی جگہ نہائیں کہ کوئی نہ دیکھے۔ عورتوں کو اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۱۲) کسی قسم کی نہ بات چیت کریں نہ کوئی دعا پڑھیں۔

(۱۳) بیٹھ کر نہائیں اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لیں۔

(۱۴) وضو کی سنتیں اور مستحبات کا غسل میں بھی خیال رکھیں۔

(در مختار، رد المحتار وغیرہ)

غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے

پانچ چیزیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی پائی جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے:

(۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ (یعنی مستی کی حالت میں) الگ ہو کر شرمگاہ سے نکلنا۔ لہٰذا اگر منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی یا پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلا شہوت نکل آئے تو ان دونوں صورتوں سے غسل فرض نہیں، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲) احتلام: یعنی سوتے سے اٹھے اور بدن یا کپڑے پر تری پائے تو غسل واجب ہے۔ اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔ ہاں اگر یقین ہے کہ یہ منی یا مذی نہیں بلکہ پیشاب یا پسینہ ہے یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور خیال میں انزال (منی نکلنے) کی لذت ہو تو غسل واجب نہیں۔ (رد المحتار)

مسئلہ: اگر منی نہ ہونے کا یقین ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں اور یاد ہے تو غسل فرض ہے۔ (رد المحتار)

مسئلہ: مرد اور عورت ایک چارپائی پر سوئے اور جاگے تو بستر پر منی پائی گئی، ان میں سے ہر ایک احتلام کا انکار کرتا ہے تو دونوں غسل کریں۔ (ردالمحتار)

فائدہ: شہوت کے وقت شروع شروع میں جو چیز شرمگاہ سے سفید رنگت کی نکلتی ہے اور اس کے نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ خواہش اور بڑھ جاتی ہے اسے مذی کہتے ہیں اور شہوت کے بعد جب خوب لذت آتی ہے تو ایک گاڑھی رطوبت شرمگاہ سے نکلتی ہے اسے منی کہتے ہیں۔ منی نکلنے کے بعد شہوت و خواہش ختم ہو جاتی ہے اور جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ مذی نکلنے پر غسل فرض نہیں۔
(ہدایہ، فتح القدیر وغیرہ)

(۳) **حشفہ:** یعنی مرد کی شرمگاہ کا سر عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا شہوت و خواہش ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض کرتا ہے اور اگر ایک بالغ ہو دوسرا نابالغ تو بالغ پر غسل فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا۔ (عامہ کتب)

(۴) **حیض سے فارغ ہونا۔**

(۵) **نفاس کا ختم ہونا:** ان دونوں کی تفصیل آگے آتی ہے۔

متفرق مسائل

(۱) جس پر چند غسل ہوں سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا، سب ادا ہو گئے اور چونکہ غسل کی نیت کی ہے تو سب کا ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

(۲) عورت پر غسل فرض تھا اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا تو چاہے اب نہالے یا حیض ختم ہونے کے بعد۔ (عالمگیری وغیرہ)

(۳) جس پر غسل فرض تھا اسے چاہیے کہ نہانے میں دیر نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں جُنُب (جس پر غسل فرض ہوتا ہے) ہو اس میں رحمت کے

فرشتے نہیں آتے اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آگیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے اب دیر لگائے گا تو گناہگار ہو گا۔

(۴) جُنُب اگر کھانا کھانا یا عورت سے صحبت کرنا چاہتا ہے تو وضو کر لے یا ہاتھ منہ دھو کر کلی کر لے اور اگر ویسے ہی کھا پی لیا تو گناہ نہیں مگر مکروہ ہے اور محتاجی لاتا ہے اور بے نہائے یا بے وضو کیے جماع کر لیا تو بھی کچھ گناہ نہیں۔ (ردالمحتار)

(۵) رمضان میں اگر رات کو غسل کی حاجت ہو گئی تو بہتر یہی ہے کہ صبح صادق سے پہلے نہا لے تاکہ روزے کا ہر حصہ ناپاکی سے خالی ہو اور غسل نہ کیا تو بھی روزے میں کچھ نقصان نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ غرغرہ اور ناک میں پانی چڑھانا، یہ دونوں کام فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے کر لے کہ پھر روزے میں نہ ہو سکیں گے اور اگر نہانے میں اتنی دیر لگا دی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان میں اور زیادہ۔ (عالمگیری وغیرہ)

(۶) جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، قرآن مجید چھونا یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا ایسا تعویذ چھونا جس پر آیت لکھی ہوئی ہے، حرام ہے۔ (ردالمحتار)

(۷) قرآن جزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں۔ یوں ہی رومال وغیرہ ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنے جسم پر ہے نہ قرآن پر چڑھا ہوا، تو جائز ہے۔ ہاں کرتے کی آستین، دوپٹے کے آنچل یا جو چادر چڑھی ہوئی ہے، اس کے کونے سے چھونا حرام ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

(۸) درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کر کے پڑھیں۔

(۹) اذان کا جواب دینا ان سب کو جائز ہے۔ (ردالمحتار)

(۱۰) قرآن کی کوئی آیت اگر دعا کی نیت سے پڑھی جیسے شکر کے موقع پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یا بری خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○ کہا تو کچھ حرج نہیں۔ (ردالمحتار)

(۱۱) جس کا وضو نہ ہو اسے بھی قرآن کریم یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ ہاں

بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ (در مختار)

کس پانی سے وضو و غسل جائز ہے اور کس سے نہیں

مسئلہ: مینہ، ندی نالے، چشمے، سمندر، دریا، کنوئیں اور برف، اولے کے پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: جس پانی میں کوئی چیز مل گئی ہو کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو گیا۔ جیسے شربت یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا نہ ہو، جیسے شوربا، چائے، گلاب یا اور عرق تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔ (نور الایضاح وغیرہ)

مسئلہ: اگر ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا ہو جیسے صابن یا بیری کے پتے تو وضو جائز ہے۔ ہاں اگر وہ پانی گاڑھا ہو جائے تو وضو و غسل جائز نہیں۔ (در مختار وغیرہ) اور اگر کوئی پاک چیز ملی جس سے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی مگر اس کا پتلا پن نہ گیا۔ جیسے ریتا، چونا یا تھوڑی سی زعفران کا رنگ اتنا آجائے کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وضو و غسل جائز نہیں۔ یونہی پڑیا کا رنگ۔ (قدوری، در مختار وغیرہ)

مسئلہ: بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہا لے جائے، پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہو گا۔ ہاں اگر نجس چیز سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا تو ناپاک ہو گیا۔ اب یہ پانی اس وقت پاک ہو گا کہ نجاست نیچے بیٹھ جائے اور اس کا رنگ، بُو، مزہ ٹھیک ہو جائیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: مینہ برستے میں چھت کے پرنالے سے جو مینہ کا پانی گرے وہ پاک ہے۔ اگرچہ چھت پر جابجا نجاست پڑی ہو۔ جب تک کہ نجاست سے پانی کا کوئی وصف رنگ، مزہ، بو نہ بدلے اور اگر مینہ رک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہو گیا تو اب چھت پر ٹھہرا ہوا پانی اگر چھت سے ٹپکے، ناپاک ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: وہ بڑے حوض جو عموماً مسجدوں میں بنائے جاتے ہیں یا جنگل کے وہ گڑھے اور تالاب جو دہ در دہ ہوں (یعنی جس کی لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو) ان کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے۔ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے رنگ، یا بو یا مزہ نہ بدلے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: کسی درخت یا پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو و غسل جائز نہیں۔ جیسے کیلے کا پانی یا انگور و انار اور تربوز کا پانی اور گنے کا رس۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: جو پانی گرم ملک میں، گرم موسم میں، سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہوگیا تو جب تک گرم ہے اسے کسی طرح استعمال نہ کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ گیا تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں برص (سفید داغ) کا اندیشہ ہے مگر پھر بھی اگر وضو یا غسل کر لیا تو ہو جائے گا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا وہ پاک ہے مگر اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔ (عامہ کتب) وضو یا غسل کرتے وقت پانی کے قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے تو یہ وضو اور غسل کے کام کا ہے ورنہ سب بیکار ہو گیا۔

(عامہ کتب)

مسئلہ: نابالغ کا بھرا ہوا پانی شرعاً اس کی ملک ہو جائے گا۔ اسے پینا یا اس سے وضو و غسل کرنا یا کسی اور کام میں لانا، اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے، اس کے سوا کسی اور کو جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے اور اگر وضو و غسل کر لیا تو ہو جائے گا مگر گناہ گار ہوگا۔ یہاں سے استادوں اور استانیوں کو سبق لینا چاہیے۔ وہ اکثر نابالغوں سے نل یا کنوئیں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔ اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا پانی بغیر اجازت استعمال کرنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ: بچہ نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو اگر معلوم ہے کہ اس کے ہاتھ پر نجاست

تھی جب تو ظاہر ہے کہ پانی نجس ہو گیا ورنہ نجس نہ ہو گا مگر دوسرے پانی سے وضو کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

کنویں کا بیان

رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا۔ اور فرماتا ہے: وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ۔ یعنی آسمان سے پانی کا نزول مولیٰ تعالیٰ کا ایک احسانِ عظیم ہے کہ اسی پاک پانی کی بدولت وضو و غسل اور تطہیر نجاسات کی ساری ضرورتیں ہم پوری کرتے ہیں اور ہماری ضروریات زندگی کا تمام تر دارومدار اسی پانی پر ہے۔

پانی کے رہنے یا پائے جانے کی دو جگہ ہیں:

(۱) معدن جیسے جھیل، چشمہ، نہر، ندی، سمندر اور بڑے بڑے حوض، گڑھے اور کنواں۔

(۲) مشک، مٹکے، ٹینکیاں، گھڑے، لگن اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔

اور معدن ایسی چیز ہے کہ اس کے اندر کسی ناپاک چیز کے گر جانے سے مطلقاً اگر اس کے ناپاک ہو جانے کا حکم دیا جائے تو انسانیت سسک سسک کر تباہ و برباد ہو جائے یا اس پر ایسی مشقتوں کا بار عظیم آپڑے جو اس کی برداشت و تحمل سے باہر ہے۔ ظاہر ہے کہ استعمالی برتنوں یا مشکیزوں کی طرح، پانی کے چشموں یا دریاؤں یا نہروں یا بڑے بڑے حوضوں کا نہ کوئی سرپوش ہے اور نہ اس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے کہ جانوروں کے لید، گوبر اور درندوں سے وہ محفوظ رہیں یا کوئی نجاست، کوئی گندگی اس کے پانی کو آلودہ نہ کر سکے۔ اس لیے شریعتِ مطہرہ نے حکم دیا کہ ایسے پانی میں اگر کوئی نجاست وغیرہ پڑ جائے یا وہاں درندے گوبر، لید، پیشاب، پاخانہ کریں یا نہائیں تو وہ نجاست و آلودگی، پانی کی پیدائشی طہارت پر غالب نہیں آسکتی اور وہ پانی علیٰ حالہٖ پاک کا پاک باقی رہتا ہے۔

اس کے برخلاف گھڑے، مٹکے، لگن وغیرہ ایسے برتن جنہیں ناپاک ہو جانے کے

بعد پاک کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ شریعتِ مطہرہ نے ان کے متعلق یہی حکم دیا کہ اگر وہ ناپاک ہو جائیں تو انہیں بطریق معروف پاک و صاف کرلیا جائے اور انہیں کے حکم میں ہیں پانی کی وہ ٹینکیاں یا زیر زمین حوض جن کا عموماً آج کل رواج پڑ گیا ہے کہ اگر وہ اتفاقاً ناپاک ہو جائیں تو انہیں تین مرتبہ دھونے اور ہر بار اسے کپڑے وغیرہ سے خشک کرنے کی زحمت گوارا کی جائے۔

اب باقی رہے کنویں کہ وہ بڑے یا دہ در دہ حوض کے حکم میں نہیں کہ ان کے پانی کو آب جاری قرار دے کر مطلقاً ان کے پاک رہنے کا حکم دے دیا جائے اور نہ وہ ایسی چیزوں میں داخل ہیں جس کا پاک صاف کرلینا، طاقت بشری سے باہر اور ناقابلِ برداشت امر ہو۔ اور نہ اتنا آسان ہی ہے کہ جب چاہیں انہیں پاک کرلیں جس طرح استعمالی برتنوں کو پاک و صاف کرلیا جاتا ہے اور کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ شریعتِ مطہرہ نے انسانی ضرورتوں اور بشری تقاضوں کا لحاظ فرماتے ہوئے کنویں کی طہارت کے کئی طریقے اپنی اپنی اہمیت اور نوعیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے:

(الف) کنویں کا کل پانی نکالا جائے جبکہ:

(۱) کنویں میں آدمی یا کسی جانور کا پیشاب، یا بہتا ہوا خون یا کسی قسم کی شراب کا کوئی قطرہ یا ناپاک لکڑی یا نجس کپڑا یا کوئی اور ناپاک چیز کنویں میں گر جائے۔

(۲) یا جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، ان کا پاخانہ یا پیشاب یا مرغی اور بط کی بیٹ اس میں پڑ جائے۔

(۳) یا کنویں میں آدمی، بکری یا کتا یا ان سے بڑا یا ان کے برابر کوئی اور جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے گر کر مر جائے یا کچا بچہ یا جو بچہ مردہ پیدا ہوا وہ گر جائے یا گر کر مر جائے اگرچہ گرنے سے پہلے مردہ بچہ کو نہلا دیا گیا ہو۔

(۴) یا مرغا، مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا کوئی اور دموی جانور (جس میں بہتا ہوا خون ہو) اس میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے یا دو بلیاں مر جائیں، یا سور کنویں میں گر جائے اگرچہ نہ مرے یا اس کی ہڈی گر جائے۔

(۵) یا کافر مردہ اگرچہ سو بار دھویا گیا ہو، کنویں میں گر جائے یا اس کی انگلی یا ناخن پانی

سے لگ جائے۔

(۶) یا چھ چوہے گر کر مرجائیں یا چھپکلی یا چوہے کی دم کٹ کر کنویں میں گر جائے اگرچہ پھولی پھٹی نہ ہو۔

(۷) یونہی جبکہ جوتا یا گیند کنویں میں گر گئی اور نجس ہونا یقینی ہے۔

(۸) یونہی کوئی جانور زندہ نکل آیا مگر اس کا منہ پانی میں پڑا اور اس کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے تو ان سب صورتوں میں کنویں کا کل پانی نکالا جائے گا۔

(ب) چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے جبکہ:

(۱) کنویں میں کبوتر، بلی، مرغی، گر کر مرجائے۔

(۲) یا تین یا چار پانچ چوہے گر کر مرجائیں۔

(۳) یا چھوٹی ہوئی مرغی کوئیں میں گری اور زندہ نکل آئی۔

(ج) بیس سے تیس ڈول پانی نکالا جائے جبکہ:

(۱) چوہا، چھچھوندر، چڑیا، چھپکلی، گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا کوئی دموی جانور کنویں میں گر کر مرگیا اور پھولا پھٹا نہیں یا دو چوہے گر کر مرجائیں یا چوہا پانی میں گرا اور پانی میں اس کا منہ پڑا۔

(د) صرف احتیاطاً تسکین قلب کے لیے بیس ڈول نکالنا مستحب ہے جبکہ:

(۱) جبکہ جوتا یا گیند (یا گلی وغیرہ) کنویں میں گر گئی اور اس کا نجس ہونا یقینی نہیں۔

(۲) سور کے سوا اور کوئی جانور کنویں میں گرا مگر زندہ نکل آیا اور اس کے جسم پر نجاست لگی ہونا یقینی معلوم نہ ہو اور پانی میں اس کا منہ نہ پڑا۔

(۳) یونہی جس کا جھوٹا پاک ہے مثلاً بکری گری اور زندہ نکل آئی۔

(۴) بچے کے نہالچے کا ٹکڑا کنویں میں گر گیا اور اس پر نجاست کا ہونا معلوم نہیں۔

(۵) یونہی بے وضو اور جُنُب (جس پر غسل فرض ہے) اگر بلا ضرورت کنویں میں اتریں اور ان کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو۔

(ر) بوجہ ضرورت پانی کی ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے گا جبکہ:

(۱) پانی کا جانور یعنی وہ جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اگر کنویں میں مرجائے یا مرا ہوا گر

جائے اگرچہ پھولا پھٹا ہو مگر پھٹ کر اس کے اجزا پانی میں مل گئے تو اس کا پینا حرام ہے۔

(۲) یا جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے مچھر مکھی وغیرہ، وہ کنویں میں مر جائیں یا مر کر کنویں میں گر جائیں۔

(۳) یا گھڑا بالٹی ڈول وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہے اگر کنویں میں ڈالا جائے یا گر پڑے۔ یونہی لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں وہ کنویں میں جا پڑے کنواں ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

(۴) یا اہل ہنود کنویں میں اپنے لوٹے ڈالیں اور پانی بھریں یا ان پر کھڑے ہو کر نہائیں یا اپنے کپڑے دھوئیں کہ چھینٹے کنویں میں جائیں۔ جب نجاست یقیناً نامعلوم ہو اور صرف اس قدر کہ غالباً ان کے برتن کپڑے ناپاک ہوتے ہیں حکم نجاست کے لیے کافی نہیں۔ ورنہ بازار کی مٹھائی اور دودھ گھی وغیرہ سب حرام و نجس ٹھہریں گے اور یہ حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص۔

ہاں احتیاط اس میں ہے کہ کنویں کو ان کے تصرف سے بچایا جائے بالخصوص مسجد کے کنوئیں کہ ان کے تصرف سے دور رہیں اور اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار اور گنوار اس سے پانی بھرتے یا وہاں نہاتے دھوتے ہیں تو یہ محل ضرورت و حرج میں آگیا۔ جبکہ اور کنواں وہاں نہ ہو۔ ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر، گندوں کیلئے چھوڑ دیں۔

(۵) مینگنیاں اور گوبر اور لید اگرچہ ناپاک ہیں مگر خشک یا تر۔ ثابت یا ریزہ ریزہ کنویں میں گر جائیں تو بوجہ ضرورت ان کا قلیل معاف رکھا گیا ہے اور قلیل وہ ہے جسے دیکھنے والا کم کہے۔ کنواں شہر میں ہو یا گاؤں میں۔ اس پر ڈھکنا ہو یا نہ ہو۔ ہاں کثیر ہو تو کنواں ناپاک قرار دیا جائے گا اور اس کا سب پانی نکالا جائے گا۔

(۶) یا اڑنے والے حلال جانور، کبوتر چڑیا کی بیٹ یا شکاری پرند چیل شکرا باز کی بیٹ گر جائے یا چوہے یا چمگادڑ کا پیشاب اس میں پڑ جائے۔

(۷) یا پیشاب کی بہت باریک بوندکیاں مثل سوئی کی نوک کے اور نجس غبار کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا اور پانی کی ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(درمختار، ردالمحتار، عالمگیری، فتاویٰ رضویہ)

چند اور مسائلِ متعلقہ

(۱) جس کنویں کا پانی ناپاک ہوگیا اس کا ایک قطرہ بھی پاک کنویں میں پڑ جائے تو یہ بھی ناپاک ہوگیا۔ جو حکم اس کا تھا اس کا بھی ہوگیا۔ یونہی ڈول، رسی، گھڑا، جن میں ناپاک کنویں کا پانی لگا تھا وہ بھی ناپاک ہوگئے۔ اگر یہ پاک کنویں میں پڑے تو وہ پاک بھی ناپاک ہو جائے گا۔

(۲) آدمی کا بچہ جو زندہ پیدا ہو حکم میں آدمی کے ہے اور بکری کا چھوٹا بچہ، بکری کے حکم میں ہے اور جو جانور کبوتر سے چھوٹا ہو چوہے کے حکم میں ہے اور جو بکری سے چھوٹا ہو مرغی کے حکم میں ہے۔

(۳) کنویں میں وہ جانور گرا جس کا جھوٹا پاک ہے یا مکروہ۔ اور پانی کچھ نہ نکالا گیا تھا کہ کسی نے وضو و غسل کرلیا تو وضو و غسل ہو جائے گا۔

(۴) جس کی پیدائش پانی میں نہ ہو اور پانی میں رہتا ہو جیسے بط، اس کے مرجانے سے پانی نجس ہو جائے گا۔

(۵) جس کنویں کا پانی نجس ہوگیا اور اس میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے، نکال لیا گیا تو اب وہ ڈول جس سے پانی نکالا ہے پاک ہوگیا دھونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی دیوار دھونے کی حاجت کہ وہ پاک ہوگئی۔

(۶) یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اتنا اتنا پانی نکالیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جو اس میں گری ہے پہلے اسے نکال لیں پھر اتنا پانی نکالیں اور اگر وہ اسی میں پڑی رہی تو کتنا ہی پانی نکالیں بیکار ہے کسی شمار میں نہیں۔ ہاں اگر وہ چیز سڑ گل کر مٹی ہوگئی یا وہ چیز خود نجس نہ تھی بلکہ کسی نجس چیز کے لگنے سے نجس ہوگئی جیسے نجس کپڑا، اور اس کا نکالنا مشکل ہو تو اب فقط پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

(۷) جس کنویں کا ڈول معین ہو تو اسی کا اعتبار ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اسی سے پانی نکالا جائے اور اگر کوئی خاص ڈول معین نہ ہو تو ایسا تو ہو کہ اس میں ایک صاع (تقریباً

ساڑھے چار سیر) پانی آجائے۔

(۸) کنویں سے مرا ہوا جانور نکلا تو اگر اس کے گرنے مرنے کا وقت معلوم ہو تو اسی وقت سے پانی نجس ہے۔ اس پانی سے اگر کسی نے وضو یا غسل کیا تو نہ وہ وضو و غسل ہوا اور نہ ہی اس سے جو نمازیں پڑھی گئیں وہ نمازیں ہوئیں۔ بلکہ وہ پانی جس برتن یا بدن یا کپڑے کو لگا ان کا پاک کرنا ضروری ہے اور ان سے جو نمازیں پڑھیں ان کا دوبارہ پڑھنا فرض اور اگر وقت معلوم نہیں تو جس وقت دیکھا گیا اسی وقت سے نجس قرار پائے گا۔ اگرچہ پھولا پھٹا ہو۔ اس سے قبل پانی نجس نہیں اور پہلے جو وضو و غسل کیا یا کپڑے دھوئے کچھ حرج نہیں۔ تیسیرًا کہ امت مرحومہ مشقت میں نہ پڑے۔ اسی پر عمل ہے۔

(۹) کنویں سے جتنا پانی نکالنا ہے اس میں اختیار ہے کہ ایک دم سے نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے۔ دونوں صورتوں میں پاک ہو جائے گا۔ البتہ مقرر حد پوری ہونے ہی پر وہ پانی قابل استعمال ہو گا۔

(۱۰) مرغی کا تازہ انڈا جس پر ہنوز رطوبت لگی ہو پانی میں پڑ جائے تو نجس نہ ہو گا۔

(۱۱) بچہ اگرچہ مسلمان کا ہو اس نے یا کافر نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو اگر ان کے ہاتھ کا نجس ہونا معلوم ہو جب تو ظاہر ہے کہ پانی نجس ہو گیا ورنہ نجس نہ ہوا مگر دوسرے پانی سے وضو کرنا بہتر ہے۔ (در مختار، رد المحتار، عالمگیری وغیرہ)

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کا بیان

مسئلہ: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے چوپائے ہوں یا پرندے، ان کا جھوٹا پاک ہے جیسے گائے، بیل، بھینس، کبوتر، تیتر وغیرہ یوں ہی گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ: جو مرغی چھوٹی پھرتی اور غلیظ پر منہ ڈالتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور بند رہتی ہو تو پاک ہے۔ یونہی بعض گائیں جن کی عادت غلیظ کھانے کی ہوتی ہے ان کا جھوٹا مکروہ ہے اور اگر ابھی نجاست کھائی اور اسی حالت میں پانی میں منہ ڈال دیا یا بیل، بھینسے، بکرے نے حسب عادت مادہ کا پیشاب سونگھا اور اس سے اس کا منہ ناپاک ہو گیا

اور اسی حالت میں پانی میں منہ ڈال دیا تو ان صورتوں میں پانی ناپاک ہو گیا۔

مسئلہ: سور، کتا، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

مسئلہ: پانی کے رہنے والے جانور کا جھوٹا پاک ہے خواہ ان کی پیدائش پانی میں ہو یا نہیں۔

مسئلہ: اڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا، باز، بہری، چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے اور یہی حکم کوے کا ہے۔ یوں ہی گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ: گدھے، خچر کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی اس کے قابل وضو ہونے میں شک ہے۔ لہٰذا اس سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا۔ (عامہ کتب)

متفرق مسائل

(۱) کتے نے برتن میں منہ ڈالا تو اگر وہ چینی یا دھات کا ہے یا مٹی کا روغنی یا استعمالی چکنا ہے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا ورنہ ہر بار دھو کر سکھانا ضروری ہے یونہی چینی کے برتن میں بال ہو یا اور برتن میں دراڑ ہو تو تین بار سکھا کر پاک ہو گا۔ فقط دھونے سے پاک نہ ہو گا۔

(۲) معاذ اللہ شراب پی کر فوراً پانی پیا تو پانی نجس ہو گیا۔ اسی طرح شراب خور کی مونچھیں بڑی ہوں کہ شراب مونچھوں میں لگی تو جب تک ان کو پاک نہ کرے جو پانی پیئے گا وہ پانی اور برتن دونوں ناپاک ہو جائیں گے۔

(۳) بلی نے چوہا کھایا، اور فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو برتن ناپاک ہو گیا اور اگر زبان سے منہ چاٹ لیا کہ خون کا اثر جاتا رہا تو ناپاک نہیں۔

(۴) جو جھوٹا پانی پاک ہے اس سے وضو غسل جائز ہیں مگر جُنُب نے بغیر کلی کیے پانی

پیا تو اس جھوٹے پانی سے وضو ناجائز ہے کہ مستعمل ہوگیا۔

(۵) اچھا پانی ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو و غسل مکروہ ہے اور اگر اچھا پانی موجود نہیں تو کوئی حرج نہیں۔

(٦) اچھا پانی ہوتے ہوئے مشکوک سے وضو و غسل جائز نہیں اور اگر اچھا پانی نہ ہو تو اسی سے وضو غسل کرلے اور تیمم بھی ورنہ نماز نہ ہوگی۔

(۷) مشکوک پانی اچھے پانی میں مل گیا تو اگر اچھا زیادہ ہے تو اس سے وضو ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۸) مٹکے کو کتے نے اوپر سے چاٹ لیا تو اس کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

(۹) مشکوک جھوٹے کو کھانا پینا نہیں چاہیے۔

(۱۰) جس کا جھوٹا ناپاک ہے، اس کا پسینہ اور لعاب بھی ناپاک ہے اور جس کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ اور لعاب بھی پاک ہے اور جس کا جھوٹا مکروہ اس کا لعاب اور پسینہ بھی مکروہ ہے۔

(۱۱) گدھے، خچر کا پسینہ اگر کپڑے میں لگ جائے کپڑا پاک ہے چاہے کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ)

تیمم کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔

یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں کا کوئی پاخانے سے آیا یا عورتوں سے صحبت کی اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

چند احادیثِ کریمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) منجملہ ان باتوں کے جن سے ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی یہ تین باتیں ہیں: ۱۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی مثل کی گئیں اور ۲۔ ہمارے لیے تمام زمین مسجد کر دی گئی اور ۳۔ جب ہم پانی نہ پائیں تو زمین کی خاک ہمارے لیے پاک کرنے والی بنائی گئی۔ (مسلم شریف)

(۲) پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس برس پانی نہ پائے اور جب پانی پائے تو اپنے بدن کو پہنچائے (وضو و غسل کرے) کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی)

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں گئے اور نماز کا وقت آگیا مگر ان کے پاس پانی نہ تھا۔ مجبوراً پاک مٹی پر تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وقت کے اندر پانی مل گیا ان میں سے ایک صاحب نے وضو کر کے اپنی نماز دہرالی مگر دوسرے نے نہ دہرائی، پھر جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس کا ذکر کیا تو جس نے نماز دہرائی نہ تھی اس سے فرمایا تو سنت کو پہنچا اور تیری نماز ہو گئی اور جس نے وضو کر کے نماز دہرائی تھی اس سے فرمایا تجھے دونا ثواب ہے۔ (ابو داؤد)

فقہی احکام

جس کا وضو نہ ہو یا اسے نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو یعنی استعمال نہ کر سکتا ہو تو وضو و غسل کی جگہ تیمم کرے اور پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ایسی بیماری کہ وضو و غسل سے اس کے زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو۔ خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہو کہ جب وضو یا غسل کرتا ہے تو بیماری بڑھتی

ہے یا یوں کہ کسی اچھے لائق حکیم نے جو ظاہراً فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان پہنچائے گا لہٰذا محض خیال ہی خیال بیماری بڑھنے کا ہو یا کسی کافر یا فاسق یا معمولی حکیم نے کہہ دیا ہو کہ پانی نقصان پہنچائے گا تو اس کا اعتبار نہیں۔ لہٰذا تیمم کرنا جائز نہ ہو گا۔

(۳) چاروں طرف ایک ایک میل پانی کا پتہ نہیں۔

(۳) اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو، اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں جسے نہانے کے بعد اوڑھے نہ آگ ہے جس سے تاپ سکے۔

(۴) یہ جنگل میں ہے اور ڈول رسی نہیں کہ پانی بھرے۔

(۵) درندے یا دشمن کا خوف یا کسی موذی کا صحیح اندیشہ ہو۔

(۶) پیاس کا خوف کہ اگر وضو یا غسل کرلیا تو وہ خود یا اس کا ساتھی پیاسا رہ جائے گا اور پانی کا دور تک پتہ نہیں۔

(۷) پانی کا گراں (مہنگا) ہونا یعنی جو قیمت ہونی چاہیے اس سے دونا مانگتا ہے۔

(۸) یہ گمان کہ پانی تلاش کرنے میں ساتھی بچھڑ جائیں گے یا ریل چھوٹ جائے گی۔

(۹) یہ گمان کہ وضو یا غسل کرنے میں عیدین کی نماز جاتی رہے گی۔

(۱۰) جو شخص میت کا ولی نہیں اسے نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو۔

(عامہ کتب، بہار شریعت)

متفرق مسائل

(۱) بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو و غسل ضروری ہے، تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمم کرلے۔ (عالمگیری)

(۲) اگر سر پر پانی ڈالنا نقصان کرتا ہے تو گلے سے نہائے اور پورے سر کا مسح کرے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۳) ساتھ میں زمزم شریف نہ ہے اور اتنا ہے کہ وضو ہو جائے گا تو تیمم جائز نہیں۔

(درمختار وغیرہ)

(۴) بدن یا کپڑے پر اتنی نجاست ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہو سکتی اور پانی صرف اتنا ہے کہ چاہے وضو کر لے یا اس کو پاک کر لے تو حکم ہے کہ پہلے اسے پاک کرے پھر تیمم کرے۔ (ردالمحتار)

(۵) وقت اتنا تنگ آگیا کہ وضو یا غسل کرے گی تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو یا غسل کر کے نماز کو دہرائے۔

(فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

(۶) عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی اور پانی پر قادر نہیں تو تیمم کرے۔

(ردالمحتار)

(۷) اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ نہ پانی ملتا ہے نہ پاک مٹی کہ تیمم کرے تو اسے چاہیے کہ وقت نماز میں، نمازی کی سی صورت بنائے یعنی نماز کی نیت کیے بغیر نماز کے تمام حرکات بجالائے۔

(۸) وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح ہے۔ (عامہ کتب)

(۹) نماز اس تیمم سے جائز ہوگی جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادت کے لیے کیا گیا ہو جو بلا طہارت جائز نہیں تو اگر مسجد میں جانے یا قرآن مجید چھونے یا زیارت قبر یا میت کو دفن کرنے کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز نہیں۔ بلکہ جس کے لیے کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔

(۱۰) جس پر غسل فرض ہے اسے پانی نہ ملا اور قرآن مجید پڑھنے کے لیے اس نے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے اور سجدۂ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا اس سے نماز نہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

جس پر نہانا فرض ہے اسے یہ ضروری نہیں کہ وضو اور غسل دونوں کے لیے دو تیمم کرے بلکہ ایک ہی میں دونوں کی نیت کرے دونوں ہو جائیں گے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

تیمم کا مسنون طریقہ

مسئلہ: تیمم میں تین فرض ہیں:

۱۔ **نیت:** تو اگر کسی نے ہاتھ مٹی پہ مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمم نہ ہو گا۔

۲۔ **سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا:** اس طرح کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہو گا۔

۳۔ **دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا:** اس میں یہ بھی خیال رہے کہ ذرہ برابر جگہ باقی نہ رہ جائے ورنہ تیمم نہ ہو گا۔ (عامہ کتب)

تیمم کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نیت کر کے بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ زمین یا مٹی یا اور کسی ایسی چیز پر جس پر مٹی یا غبار ہو مارے۔ انگلیاں کھلی رکھے اور پھر ہاتھوں کو جھاڑ لے اس طرح کہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارے نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے اور پھر دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے پھر دوبارہ یوں ہی کرے اور پہلے داہنے ہاتھ کا مسح کرے پھر بائیں ہاتھ کا۔ اس طرح کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سرے سے کہنیوں تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کے پیٹ کو چھوتی ہوئی گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے۔ یوں ہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے۔ (عامہ کتب)

کچھ اور مسائل

(۱) عورت ناک میں پھول پہنے ہو تو نکال لے ورنہ پھول کی جگہ باقی رہ جائے گی اور

نتھ پہنے ہو جب بھی خیال رکھے کہ نتھ کی وجہ سے کوئی جگہ باقی تو نہیں رہی۔

(۲) انگوٹھی، چھلے پہنے ہو تو انہیں اتار کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ عورتوں کو اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کنگن چوڑیاں جتنے زیور ہاتھ میں پہنے ہو سب کو ہٹا کر یا اتار کر جلد کے ہر حصہ پر ہاتھ پہنچائے۔ اس کی احتیاط وضو سے بڑھ کر ہے۔

(۳) تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں۔

(۴) ایک ہی مرتبہ ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھ پر پھیر لیا یا ایک یا دو انگلیوں سے مسح کیا اگرچہ تمام عضو پر ان کو پھیر لیا ہو تو تیمم نہ ہوا۔

(۵) تیمم اسی چیز سے ہو سکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہو۔ جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے۔ وہ جنس زمین سے ہے جیسے ریتا، چونا، ہڑتال گیرو وغیرہ۔

(۶) گیہوں جو وغیرہ غلہ اور لکڑی، شیشے وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ میں لگ جاتا ہو تو اس غبار سے تیمم جائز ہے اور ہاتھ میں نہ لگتا ہو تو نہیں، گچ کی دیوار پر بھی تیمم جائز ہے۔

(۷) جس جگہ سے ایک نے تیمم کیا دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے، غلط ہے۔

(۸) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا اور علاوہ ان کے پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۹) جس حالت میں تیمم ناجائز ہے اگر وہ تیمم کے بعد پائی گئی تو تیمم ٹوٹ گیا جیسے تیمم والے کا ایسی جگہ گزر ہوا کہ وہاں سے ایک میل کے اندر پانی ہے تو تیمم جاتا رہا۔ یہ ضروری نہیں کہ پانی کے پاس پہنچ جائے۔

(۱۰) مریض نے غسل کا تیمم کیا تھا اور اب اتنا تندرست ہو گیا کہ غسل سے نقصان نہیں پہنچے گا تو تیمم جاتا رہا۔

(۱۱) پانی پر گزرا اور تیمم یاد نہیں جب بھی تیمم جاتا رہا۔

(عالمگیری، ردالمحتار، بہار شریعت)

موزوں پر مسح کا بیان

وضو کا تمام تر دارومدار بدن کے ان ظاہری اعضاء کے دھونے اور سر پر مسح کرلینے پر ہے جو زندگی کے میدان میں، شب و روز تگ و دو، سعی پیہم اور متواتر کوشش سے جلد جلد غبار آلود ہو جاتے ہیں اور جن پر پانی بہانے سے دل میں ایک نیا ولولہ، نئی امنگ اور نئے جوش و خروش کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ البتہ پیروں کا معاملہ اپنے اندر کچھ نئی حکمت عملی کا تقاضا کرتا ہے۔ سردیوں اور بالخصوص ریگستانی سردیوں، خصوصاً برف پوش چٹانوں کے اردگرد وادیوں اور نشیبی علاقوں کی سردیوں کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ خشک اور بدن کو ٹھٹھرا دینے والی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز و تند جھونکے، چاردیواریوں سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتے، پانی بدن کو کاٹنے دوڑتا ہے۔ پھر بھی ہاتھ منہ پر اسے ڈالنا گوارا کرنا ہی پڑتا ہے لیکن پاؤں جو موزوں کی دبیز تہہ میں چھپے ہوئے ہیں، انہیں موزوں سے باہر نکالنا، خود کو بڑی مشقت میں ڈالنا ہے۔ خصوصاً جبکہ آدمی وطن و آبادی سے دور جنگل و بیابان صحرا میں، مصروفِ سفر ہو کہ پانی کا وافر مقدار میں فراہم ہو جانا میسر بھی آجائے تو موزوں کو اتار کر اسے دھو لینا اتنا آسان نہیں جتنا شہروں اور آبادیوں میں ہوتا ہے، چہ جائیکہ دن میں پانچ بار اس عمل کو جاری رکھنا۔ اس لیے شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیتہ نے موزے پہننے کی حالت میں ان کا دھونا ساقط کر دیا اور چند شرائط کے ساتھ مشروط، اور چند قیود کے ساتھ مقید کر کے اسے آبادیوں، بستیوں، ویرانوں، صحراؤں، پہاڑوں، وادیوں میں رہنے اور بسنے والے ہر مرد و عورت کے لیے عام کر دیا۔ یونہی گرمیوں سردیوں ہر موسم کے لیے اس میں تعمیم کر دی اور شرائط و قیود سے اسے اس لیے مشروط و مقید کر دیا کہ جہاں آسانی دی گئی ہے وہاں عبادت مطلوبہ کی ادائیگی میں مسلمان، مطلق العنان اور تن آسانیوں کا دلدادہ نہ بن جائے۔ لہٰذا شرعِ مطہر نے موزوں پر مسح کرنے کی رخصت تو دی لیکن تین باتیں اس کے ساتھ مقرر فرمادیں۔

(۱) مقیم و مسافر کے لیے علیحدہ علیحدہ مدت مقرر کی۔ اس لیے کہ مقیم کو بمقابلہ مسافر بہت سی آسانیاں میسر ہیں۔

(۲) موزوں کو بہ حالت طہارت پہنا جائے تاکہ طہارت کا خیال دل میں جاگزیں رہے۔

(۳) مسح موزوں کے اوپر کیا جائے تاکہ پیروں کا دھونا انہیں یاد رہے اور دینی امور میں اپنے خیالی گھوڑے دوڑانے کا انہیں دھیان بھی نہ آئے کہ علم و فقہ کے بغیر قیاس آرائیاں، علم و حقیقت سے دور لے جاتی اور عوام الناس کو گمراہی و ضلالت کا شکار بنا دیتی ہیں۔ اسی لیے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں "اگر دین اپنی رائے سے ہوتا تو موزوں کا تلا، بہ نسبت اوپر کے مسح میں بہتر ہوتا۔" (ابوداؤد)

مسح سے متعلق چند احادیث کریمہ

(۱) امام احمد و ابوداؤد نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ حضور بھول گئے۔" فرمایا "بلکہ تُو بھولا، میرے رب عزوجل نے اسی کا حکم دیا۔"

(۲) دار قطنی نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن تین راتیں اور مقیم کو ایک دن رات، موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی۔

(۳) ترمذی و نسائی صفوان بن عسّال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ "ہم مسافر ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے کہ تین دن تین رات، ہم موزے نہ اتاریں مگر بوجہ جنابت کے و لیکن پاخانہ و پیشاب اور سونے کے بعد نہیں۔"

(۴) ابوداؤد و ترمذی نے روایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ موزوں کی پشت پر مسح فرماتے۔

(۵) ابوداؤد نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا تو موزوں کے تلووں پر مسح کرنا، اوپر کے مسح کرنے سے زیادہ مناسب ہوتا۔ (کہ زمین پر چلتے وقت، موزوں کے تلوں کا ملوث ہونا غالب و ظاہر ہے)

"اقوالِ ائمۂ ملت"

موزوں پر مسح کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں اسی لیے امام کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "جو اسے جائز نہ جانے اس کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے۔"

امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں "جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔"

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل سنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی تو فرمایا: تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّيْنِ۔ یعنی:

(۱) امیرالمومنین ابوبکر صدیق و امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا۔

(۲) امیرالمومنین عثمان غنی و امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا۔

(۳) موزوں پر مسح کرنا۔

اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلسنّت و جماعت کی علامات میں سے، ان تین باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں تاکہ سنی مسلمان کہ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں وہی مسلمان ہیں، ان سے اپنے عقیدہ و مذہب میں ممتاز رہیں اور اپنے اس عقیدہ و مذہب سے غفلت نہ برتیں۔

اس کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ یہی تین باتیں سنی ہونے کے لیے کافی و وافی ہیں۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے کہ اس سے اس کی شناخت ہو جاتی ہے لیکن شے لازمِ

علامت نہیں ہوتی کہ جہاں وہ علامت پائی جاتی ہے وہ شے بھی یقینی پائی جائے اور جہاں یہ علامت نہ ہو وہ شے بھی نہ پائی جائے۔ مثلاً صحیح حدیث شریف میں وہابیہ کی علامت بیان فرمائی۔ سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ نیز فرمایا: مُشَمِّرِی الْاُزْرِ گھٹنوں تک ازاروں والے اب دیکھ لیجئے کہ پائنچے اونچے رکھنے میں وہابیہ کو کتنا غلو ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کے پائنچے زیادہ اونچے ہوں وہ وہابی ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہابیہ کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں اتنا غلو تھا کہ کوئی عورت اس کے ناپاک دین میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ "یہ زمانۂ کفر کے بال ہیں، انہیں دور کر۔" یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا کہ جو مرد تمہارے دین میں آتے ہیں ان کی داڑھیاں منڈوا دیا کرو کہ وہ بھی تو زمانۂ کفر کے بال ہیں۔" اس وقت سے باز آیا۔

غرض حدیث کے یہ معنی نہیں کہ جو سر منڈائے وہ وہابی ہو۔ غرض صرف اتنی ہے کہ وہابیہ کو اس میں بڑا غلو ہوتا ہے۔ جیسا روافض کو ان تین باتوں کے انکار میں غلو ہے جسے اہل سنت و جماعت کی علامت بیان فرمایا گیا۔ سچ ہے کلام الامام، امام الکلام۔ بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچی ہیں۔

غرض جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہے وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے موزوں پر مسح کرے تو یہ جائز ہے۔ اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔

مسائلِ ضروریہ

(۱) جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔
(۲) عورتیں بھی مسح کر سکتی ہیں۔
(۳) مسح کرنے کے لیے چند شرائط ہیں:

(الف) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں اور اگر دو ایک انگل کم ہو جب بھی مسح درست ہے۔ البتہ ایڑی نہ کھلی ہو۔

(ب) موزہ پاؤں سے چپٹا ہو کہ اس کو پہن کو آسانی کے ساتھ خوب چل پھر سکیں۔

(ج) موزے چمڑے کے ہوں، یا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا۔ جیسے کرمچ وغیرہ لہٰذا عموماً جو سوتی یا اونی موزے پہنے جاتے ہیں، ان پر مسح جائز نہیں۔ ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

(د) وضو کر کے پہنا ہو یعنی موزے پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت وہ شخص باوضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وضو پورا کر لیا۔

(ر) نہ حالتِ جنابت میں پہنا ہو اور نہ بعد پہننے کے جنب ہوا ہو۔

(س) مدت کے اندر رہو اور اس کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔

(ص) کوئی موزہ، پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر نہ پھٹا ہو۔ یعنی چلتے میں تین انگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین انگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے۔

(۴) موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا اس وقت سے اس کا شمار ہے۔ مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک کہ تین دن پورے ہو جائیں گے۔

(۵) اگر دونوں موزے تین تین انگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگل یا زیادہ ہے تب بھی مسح کر سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہو تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔

(۶) موزہ پھٹ گیا یا سیون کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں، تین انگل پاؤں ظاہر نہیں ہوتا مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دے تو اس پر مسح جائز نہیں اور ایسی جگہ سے پھٹا یا اس کی سلائی کھل گئی کہ وہاں سے خود انگلیاں دکھائی دیں تو چھوٹی بڑی کا

اعتبار نہیں بلکہ تین انگلیاں ظاہر ہوں تو اب مسح کرنے کی اجازت نہیں۔

(۷) ایک موزہ چند جگہ سے کم سے کم اتنا پھٹ گیا ہو کہ اس میں سُتّالی جا سکے اور ان سب کا مجموعہ تین انگل سے کم ہے تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ ہاں ٹخنے سے اوپر کتنا ہی پھٹا ہو اس کا اعتبار نہیں۔

(۸) مسح میں فرض دو ہیں: ۱۔ ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ ۲۔ موزہ کی پیٹھ پر ہونا۔ لہٰذا اگر ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔ یونہی اگر موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر کیا، تو مسح نہ ہوا۔

(۹) پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا، مسح میں سنت ہے۔

(۱۰) انگلیوں کی پشت سے مسح کیا، یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا، یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا، یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہو گیا مگر خلافِ سُنّت ہوا۔

(۱۱) اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ انگلی تر کر کے تین جگہ مسح کیا، جب بھی ہو گیا، مگر سنت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا، یا ہر بار تر نہ کیا، تو مسح نہ ہوا۔

(۱۲) انگلیوں کی نوک سے مسح کیا تو اگر ان میں اتنا پانی تھا کہ تین انگلیوں کی مقدار تک برابر ٹپکتا رہا تو مسح ہوا، ورنہ نہیں۔

(۱۳) مسح میں نہ نیت ضروری ہے نہ تین بار مسح کرنا سنت، ایک بار کر لینا کافی ہے۔

(۱۴) مسح میں انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے اور ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی اس سے مسح کر لیا، تو مسح ہو گیا۔ ہاں سر کا مسح کیا اور ہنوز ہاتھ میں تری باقی ہے تو یہ تری کافی نہیں بلکہ پھر نئے سرے سے نئے پانی سے ہاتھ تر کرے اور مسح کرے۔ اس میں کچھ حصّہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۵) موزے پر پائتابہ پہنا اور اس پائتابہ پر مسح کیا تو اگر نیچے موزے تک تری پہنچ

گئی، مسح ہوگیا ورنہ نہیں۔ اور پہلی صورت میں پائتابے اتارنے سے مسح نہ جائے گا۔

(۱۶) موزے پہن کر شبنم میں چلا، یا اس پر پانی گر گیا، یا بارش کی بوندیں پڑیں اور جس جگہ مسح کیا جاتا ہے بقدر تین انگل کے تر ہوگیا تو مسح ہوگیا۔ اب موزوں پر ہاتھ پھیرنے کی بھی حاجت نہیں۔

(۱۷) انگریزی بوٹ جوتے کہ عموماً فوجیوں کے استعمال میں آتے اور کہیں کہیں دوسرے لوگ شوقیہ پہن لیتے ہیں اگر ان سے ٹخنے چھپ جاتے ہوں تو ان پر مسح درست ہے۔ البتہ عمامہ اور برقع اور نقاب اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

(۱۸) مسح کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں، داہنے پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں، بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر، پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔

(۱۹) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل صورتوں میں بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے:

۱۔ مدت پوری ہو جائے اور اس صورت میں صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کرے۔ ہاں مسح کی مدت پوری ہوگئی اور قوی اندیشہ ہے کہ موزہ اتارنے میں سردی کے سبب پاؤں جاتے رہیں گے تو نہ اتارے اور ٹخنوں تک پورے موزے کا (نیچے اوپر اغل بغل اور ایڑیوں پر) مسح کرے کہ کچھ رہ نہ جائے۔ ۲۔ دونوں یا ایک موزہ اتار دے۔ ۳۔ ایک پاؤں آدھے سے زیادہ موزے سے باہر ہو جائے اور یہاں معتبر پاؤں کا وہ حصّہ ہے جو گٹے سے پنجوں تک ہے۔ پنڈلی کا اعتبار نہیں۔ ۴۔ موزے پہن کر پانی میں چلا کہ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ حصّہ دھل گیا یا اور کسی طرح سے موزے میں پانی چلا گیا اور آدھے سے زیادہ پاؤں دھل گیا تو مسح جاتا رہا۔

(۲۰) موزہ ڈھیلا ہے کہ چلنے میں موزے سے ایڑی نکل جاتی ہے تو مسح نہ گیا۔ ہاں اگر اتارنے کی نیت سے ایڑی باہر کی تو مسح ٹوٹ جائے گا۔ (عامہ کتب)

اعضائے وضو پر مسح کرنے کے مسائل

(۱) اعضائے وضو یعنی بدن کے وہ حصّے جن کا دھونا وضو میں فرض ہے اگر پھٹ گئے ہوں یا ان میں پھوڑا یا کوئی اور بیماری ہو اور ان پر پانی بہانا ضرر کرتا ہو، یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے۔ یہ مسح اس دھونے کا قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرے اور جو یہ بھی مضر ہو تو معاف ہے اور اگر اس میں دوا بھرلی ہو تو اس کا نکالنا ضروری نہیں۔ اس پر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔

(۲) کسی پھوڑے یا زخم یا فصد کی جگہ پر پٹی باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے، یا اس جگہ مسح کرنے سے، یا کھولنے سے ضرر ہو، یا کھولنے باندھے والا نہ ہو تو اس پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی کھول کر پانی بہانے میں ضرر نہ ہو تو دھونا ضروری ہے۔ یا خود عضو پر مسح کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کرنا جائز نہیں۔ اور زخم کے گرداگرد پانی بہانا ضرر نہ کرتا ہو تو دھونا ضروری ہے ورنہ اس پر مسح کرلیں۔ اور مسح بھی نہ کر سکتے ہوں تو پٹی پر مسح کرلیں اور پوری پٹی پر مسح کرلینا بہتر ہے اور اکثر پر ضروری ہے اور اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں تو خالی چھوڑ دیں۔ پھر جیسے جیسے آرام ہوتا جائے اصل حکم کی طرف بڑھتے چلیں۔ یعنی پہلے پٹی پر، پھر عضو پر مسح اور پھر عضو کا دھونا۔

(۳) ہڈی کے ٹوٹ جانے سے تختی باندھی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) تختی یا پٹی کھل جائے اور ہنوز باندھنے کی حاجت ہو تو پھر دوبارہ مسح نہیں کیا جائے گا۔ وہی پہلا مسح کافی ہے اور اگر پھر باندھنے کی ضرورت نہ ہو تو مسح ٹوٹ گیا۔ اب اس جگہ کو دھو سکیں تو دھوئیں، ورنہ مسح کرلیں۔ (عامہ کتب)

حیض کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○

اے محبوب! تم سے حیض کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تم فرما دو وہ گندی چیز ہے تو حیض میں عورتوں سے بچو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں تو جب پاک ہو جائیں ان کے پاس اس جگہ سے جاؤ جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔

حیض کی حکمت: بالغہ عورت کے بدن میں قدرتی، ضرورت سے کچھ زیادہ خون پیدا ہوتا ہے کہ حمل کی حالت میں وہ خون بچے کی غذا میں کام آئے اور بچہ کے دودھ پینے کے زمانے میں وہی خون دودھ ہو جائے اور ایسا نہ ہو تو حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ میں اس کی جان پر بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حمل اور دودھ پلانے کے شروع کے دنوں میں خون نہیں آتا اور جس زمانے میں خون نہیں آتا اور جس زمانے میں نہ حمل ہو نہ دودھ پلانا وہ خون اگر بدن سے نہ نکلے تو قسم قسم کی بیماریاں لگ جائیں۔

حیض کے مسائل

مسئلہ: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو اسے حیض کہتے ہیں اور بیماری سے ہو تو استحاضہ اور

بچہ پیدا ہونے کے بعد ہو تو نفاس کہتے ہیں۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: حیض کی مدت کم سے کم تین دن تین راتیں ہیں۔ یعنی پورے ۷۲ گھنٹے۔ ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حیض نہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔

مسئلہ: کرن چمکتی تھی کہ حیض شروع ہوا اور تین دن تین راتیں پوری ہو کر کرن چمکتے ہی وقت ختم ہوا تو حیض ہے اگر ان تین دن تین رات کی مقدار ۷۲ گھنٹے نہیں ہے مگر طلوع سے طلوع تک یا غروب سے غروب تک ضرور ایک دن رات ہے۔

مسئلہ: طلوع و غروب کے علاوہ اگر کسی اور وقت حیض شروع ہوا تو وہی ۲۴ گھنٹے کا ایک دن رات لیا جائے گا۔ مثلاً آج صبح کو ٹھیک نو بجے شروع ہوا تو کل ٹھیک نو بجے ایک دن رات ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

مسئلہ: دس رات دن سے کچھ بھی زیادہ خون آیا تو اگر یہ حیض پہلی مرتبہ اسے آیا ہے تو دس دن تک حیض ہے۔ بعد کا استحاضہ اور اگر پہلے اسے حیض آ چکے ہیں اور عادت دس دن سے کم تھی تو عادت سے جتنا زیادہ ہوا استحاضہ ہے اسے یوں سمجھو کہ اسے عادت پانچ دن کی تھی اب خون آیا دس دن تو کل حیض ہے اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس کی عادت بدل گئی لیکن اگر دس دن سے زیادہ مثلاً گیارہ یا بارہ دن خون آیا تو پانچ دن حیض کے باقی سات دن استحاضہ کے، اور اگر ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن خون آیا، کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حیض کے ہیں باقی دن استحاضہ کے۔ (ردالمحتار، مراقی الفلاح وغیرہ)

مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے۔ جبھی حیض ہو بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے۔

مسئلہ: کم از کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہو گا اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں تو نو برس کی عمر سے پیشتر جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آئے وہ

بھی استحاضہ ہے ہاں اس پچھلی صورت میں اگر خالص خون آئے جیسے آتا تھا اسی رنگ کا آیا تو حیض ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: حمل والی عورت کو خون آیا استحاضہ ہے یوں ہی بچہ ہوتے وقت جو خون آیا اور ابھی آدھے سے زیادہ بچہ باہر نہیں نکلا وہ استحاضہ ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پورے پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے یونہی حیض و نفاس کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے تو اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آگیا تو یہ استحاضہ ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: حیض اسی وقت سے شمار کیا جائے گا کہ خون فرج خارج میں آگیا تو اگر کوئی کپڑا رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے خون فرج خارج میں نہیں داخل ہی میں رکا ہوا ہے تو جب تک پکڑا نہ نکالے گی حیض والی نہ ہوگی۔ نماز پڑھے گی روزہ رکھے گی۔
(ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: حیض کے چھ رنگ ہیں: سیاہ، سرخ، سبز، زرد، گدلا، مٹیالا، سفید رنگ کی رطوبت حیض نہیں تو دس دن کے اندر رطوبت میں ذرا بھی میلا پن ہے تو وہ حیض ہے۔ دس دن رات کے بعد بھی میلا پن باقی رہے تو عادت والی کے لیے جو دن عادت کے ہیں وہ حیض ہوا اور عادت سے بعد والے دن استحاضہ، اور اگر کچھ عادت نہیں دس دن رات تک حیض باقی استحاضہ۔

مسئلہ: گدی جب تر تھی تو اس میں زردی یا میلا پن تھا بعد سوکھ جانے کے سفید ہوگئی تو مدت حیض میں حیض ہی ہے اور اگر جب دیکھا تھا سفید تھی مگر سوکھ کر زرد ہوگئی تو یہ حیض نہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور اس کا سلسلہ مہینوں یا برسوں جاری رہا کہ بیچ میں پندرہ دن کے لیے بھی نہ رکا تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا اس روز سے دس دن تک حیض اور باقی بیس دن استحاضہ کے سمجھے اور جب تک خون جاری

رہے یہی قاعدہ برتے اور اگر اس سے پیشتر حیض آچکا ہے تو اس سے پہلے جتنے دن حیض کے تھے ہر تیس دن میں اتنے دن حیض کے سمجھے باقی جو دن بچیں وہ استحاضہ۔

مسئلہ: جس عورت کو عمر بھر خون نہیں آیا یا آیا مگر تین دن سے کم آیا تو عمر بھر وہ پاک ہی رہی اور ایک بار تین دن رات خون آیا پھر کبھی نہ آیا تو فقط وہ تین دن رات حیض کے ہیں باقی ہمیشہ کے لیے پاک۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: جس عورت کو دس دن خون آیا اور اس کے بعد سال بھر تک پاک رہی پھر برابر خون جاری رہا تو وہ اس زمانے میں نماز روزہ کے لیے ہر مہینہ میں دس دن حیض کے سمجھے اور بیس دن استحاضہ۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: جس عورت کو نہ پہلے حیض کے دن یاد، نہ یہ یاد کہ کن تاریخوں میں آیا تھا۔ اب تین دن یا زیادہ خون آکر بند ہو گیا پھر طہارت کے پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر خون جاری ہوا اور ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اس کا وہی حکم ہے جیسے کسی کو پہلے پہل خون آیا اور ہمیشہ کو جاری ہو گیا کہ دس دن حیض کے شمار کرے پھر بیس دن طہارت کے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: جس کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہوں اور کبھی سات دن۔ اب جو خون آیا تو بند ہوتا ہی نہیں تو اس کے لیے نماز روزے کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیئے جائیں گے اور ساتویں روز نہا کر نماز پڑھے۔ اور روزہ رکھے (جبکہ رمضان ہوں) مگر سات دن پورے ہونے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے۔ اور مدت گزرنے یا شوہر کے پاس رہنے کے بارے میں زیادہ مدت یعنی سات دن حیض کے مانے جائیں گے، یعنی ساتویں دن اس سے قربت جائز نہیں۔ (بدائع)

مسئلہ: کسی کو ایک دو دن خون آکر بند ہو گیا اور شروع ہوئے دس دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر خون آیا اور دسویں دن بند ہو گیا تو یہ دسوں دن حیض کے ہیں اور اگر

دس دن کے بعد بھی جاری رہا تو دو صورتیں ہیں۔ اگر پہلے کی عادت معلوم ہے تو عادت کے دنوں میں حیض، باقی استحاضہ اور اگر پہلے کی عادت معلوم نہیں تو دس دن حیض کے باقی استحاضہ۔ (بدائع)

مسئلہ: کسی کی عادت تھی کہ فلاں تاریخ میں حیض ہو اب اس سے ایک دن پہلے خون آکر بند ہو گیا پھر دس دن تک نہیں آیا اور گیارہویں دن پھر آگیا تو خون نہ آنے کے جو یہ دس دن ہیں ان میں سے اپنی عادت کے دنوں کے برابر حیض قرار دے اور اگر تاریخ تو مقرر تھی مگر حیض کے دن معین نہ تھے تو یہ دسوں دن خون نہ آنے کے حیض کے ہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: جس عورت کو تین دن سے کم آکر خون بند ہو گیا اور پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر آگیا تو پہلی مرتبہ جب سے خون آنا شروع ہوا ہے حیض ہے اب اگر اس کی کوئی عادت ہے تو عادت کے برابر حیض کے دن شمار کرے ورنہ شروع سے دس دن تک حیض اور پچھلی مرتبہ کا استحاضہ۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: کسی کو پورے تین دن رات خون آکر بند ہو گیا اور اس کی عادت اس سے زیادہ کی تھی پھر تین دن رات کے بعد سفید رطوبت عادت کے دنوں تک آتی رہی تو اس کے لیے صرف وہی تین دن رات حیض کے ہیں اور کہا جائے گا کہ عادت بدل گئی۔

مسئلہ: تین دن رات سے کم خون آیا پھر پندرہ دن تک پاک رہی پھر تین دن رات سے کم آیا تو نہ پہلی مرتبہ حیض ہے نہ یہ۔ بلکہ دونوں استحاضہ ہیں۔ (بہار شریعت)

نفاس کا بیان

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون عورت کے آگے کے مقام سے آتا ہے، اسے نفاس کہتے ہیں۔ اب اس کے متعلق مسائل بیان کرتے ہیں۔

مسئلہ: نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں، آدھے سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد ایک آن بھی خون آیا تو وہ نفاس ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن رات ہے اور نفاس کی مدت کا شمار اس وقت سے ہوگا کہ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا اور اس بیان میں جہاں بچہ پیدا ہونے کا لفظ آئے گا اس کا مطلب آدھے سے زیادہ باہر آجانا ہے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: کسی عورت کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا ہے یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا تو چالیس دن رات نفاس ہے باقی استحاضہ اور جو پہلی عادت معلوم ہو تو عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور جتنا زیادہ ہے وہ استحاضہ، جیسے عادت تیس دن کی تھی اس بار پینتالیس دن آیا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور پندرہ دن استحاضہ کے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے سے پیشتر جو خون آیا نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اگرچہ آدھا باہر آگیا ہو۔ (درمختار)

مسئلہ: حمل ساقط ہوگیا اور اس کا کوئی عضو بن چکا ہے جیسے ہاتھ، پاؤں، انگلیاں تو یہ خون نفاس ہے ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے تو حیض ہے اور اگر تین دن سے پہلے ہی بند ہوگیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں تو استحاضہ ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: پیٹ سے بچہ کاٹ کر نکالا گیا تو اس کے آدھے سے زیادہ نکالنے کے بعد نفاس ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: حمل ساقط ہونے سے پہلے کچھ خون آیا کچھ بعد کو تو پہلے والا استحاضہ ہے بعد والا نفاس۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی عضو بن چکا ہو ورنہ پہلے والا اگر حیض ہو سکتا ہے تو حیض ہے ورنہ استحاضہ۔ جیسا کہ ابھی اوپر گزرا۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: حمل ساقط ہوا اور یہ معلوم نہیں کہ کوئی عضو بنا تھا یا نہیں نہ یہ یاد ہے کہ

حمل کتنے دن کا تھا کہ اسی سے عضو کا بننا نہ بننا معلوم ہو جاتا یعنی ۱۲۰ دن (چار ماہ) ہو گئے ہیں تو عضو بن جانا قرار دیا جائے گا۔ اور بعد اسقاط کے خون ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اسے حیض کے حکم میں سمجھے کہ حیض کی جو عادت تھی اس کے گزرنے کے بعد نہا کر نماز شروع کر دے اور عادت نہ تھی تو دس دن کے بعد۔ (رد المحتار)

مسئلہ: جس عورت کے دو بچے جڑواں پیدا ہوئے یعنی دونوں کی پیدائش کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا پھر اگر دوسرا چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تھا تو پہلے سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ اور اگر چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو اس پچھلے کے بعد جو خون آیا استحاضہ ہے، نفاس نہیں۔ مگر دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا۔

(درمختار)

مسئلہ: اگر دونوں بچوں کی پیدائش میں چھ مہینے یا زیادہ کا فاصلہ ہے تو دوسرے کے بعد بھی نفاس ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: چالیس دن کے اندر کبھی خون آیا کبھی نہیں تو سب نفاس ہی ہے اگرچہ پندرہ دن کا فاصلہ ہو جائے۔ (درمختار وغیرہ)

حیض و نفاس سے متعلق احکام

(۱) حیض و نفاس والی عورت کو قرآن مجید پڑھنا، دیکھ کر ہو یا زبانی یا اس کو چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ لگے یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصّہ لگے یا اگرچہ کرتے کے دامن یا دوپٹہ کے آنچل یا کسی ایسے کپڑے سے چھوئے جس کو پہنے اوڑھے ہوئے ہو تو یہ سب حرام ہیں۔ ہاں جزدان میں قرآن مجید ہو تو اس جزدان کے چھونے میں حرج نہیں۔ (عامہ کتب)

(۲) کاغذ کے پرچے پر کوئی سورت یا آیت لکھی ہو تو اس کا بھی چھونا حرام ہے اور

قرآن کے ساتھ قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید کا سا حکم ہے۔ (در مختار، عالمگیری وغیرہ)

(۳) معلمہ (قرآن پڑھانے والی) کو حیض و نفاس کی حالت میں ایک ایک کلمہ سانس توڑ توڑ کر پڑھانا چاہیے اور ہجے کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ (ردالمحتار)

(۴) قرآن مجید کے علاوہ اور دوسرے اذکار مثلاً کلمہ شریف، درود شریف استغفار وغیرہ بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا کلی کر کے پڑھنا بہتر۔ اور ویسے بھی پڑھ لیا جب بھی حرج نہیں اور ان کے چھونے میں بھی حرج نہیں۔

(در مختار، ردالمحتار)

(۵) نماز کے وقت میں وضو کر کے اتنی دیر تک ذکر الٰہی، درود شریف اور دوسرے وظائف مثلاً شجرہ وغیرہ دعائیں پڑھ لیا کرے جتنی دیر نماز پڑھتی تھی تاکہ عادت رہے۔

(عالمگیری)

(۶) ایسی عورت کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ (عامہ کتب)

(۷) ایسی عورت کو مسجد میں جانا یا خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچہ مسجد حرام کے باہر سے ہو حرام ہے۔ یوں ہی مسجد سے گزرنا یا اس حالت میں سجدۂ شکر و سجدۂ تلاوت کرنا حرام ہے اور آیت سجدہ سننے سے اس پر سجدہ واجب نہیں۔ (در مختار، ردالمحتار وغیرہ) ہاں عید گاہ کے اندر جانا یا ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے لینا جائز ہے۔

(ردالمحتار)

(۸) اس حالت میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا حرام ہے بلکہ نمازیں معاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں۔ ہاں روزوں کی قضا اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔ (در مختار، عالمگیری)

(۹) نماز کا وقت آخر آگیا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی کہ حیض آیا یا بچہ پیدا ہوا تو اس وقت کی نماز معاف ہو گئی۔ اگرچہ اتنا تنگ وقت ہو گیا کہ اس نماز کی گنجائش نہ ہو۔

(عالمگیری)

(۱۰) نماز پڑھتے میں حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا تو وہ نماز معاف ہے۔ البتہ اگر نفل نماز تھی تو اس کی قضا واجب ہے۔ (عالمگیری)

(۱۱) حیض والی کو تین دن سے کم خون آکر بند ہو گیا تو روزے رکھے اور وضو کر کے نماز پڑھے، نہانے کی ضرورت نہیں پھر اس کے بعد اگر پندرہ دن کے اندر خون آیا تو اب نہانے اور عادت کے دن نکال کر باقی دنوں کی قضا کرے اور جس کی کوئی عادت نہیں وہ دس دن کے بعد نمازیں قضا کرے۔ ہاں اگر عادت کے دنوں کے بعد یا بے عادت والی نے دس دن کے بعد غسل کر لیا تھا تو ان دنوں کی نمازیں ہو گئیں۔ قضا کی ضرورت نہیں اور عادت کے دنوں سے پہلے کے روزوں کی قضا کرے اور بعد کے روزے ہر حال میں ہو گئے۔

(۱۲) جس عورت کو تین دن رات کے بعد حیض بند ہو گیا اور عادت کے دن ابھی پورے نہ ہوئے، یا نفاس کا خون عادت پوری ہونے سے پہلے بند ہو گیا تو بند ہونے کے بعد ہی غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ عادت کے دنوں کا انتظار نہ کرے۔

(۱۳) عادت کے دنوں سے خون زیادہ آگیا (دن چڑھ گئے) تو حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب سے نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے۔ نماز کی بھی اور روزوں کی بھی۔

(۱۴) حیض یا نفاس عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے بند ہو گیا تو آخر وقت مستحب تک انتظار کر کے نہا کر نماز پڑھے اور جو عادت کے دن پورے ہو چکے تو انتظار کی کچھ حاجت نہیں۔ (عالمگیری، ردالمحتار وغیرہ)

(۱۵) حیض پورے دس دن پر اور نفاس پورے چالیس دن پر ختم ہوا اور نماز کے وقت میں اگر اتنا بھی باقی ہو کہ اللہ اکبر کا لفظ کہے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہو گئی۔ نہا کر اس کی قضا کرے اور اگر اس سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت ہے کہ جلدی سے نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو فرض ہو گئی قضا کرے اور اتنا وقت نہ ہو تو نہیں۔ (ردالمحتار)

(۱۶) اگر پورے دس دن پر پاک ہوئی اور اتنا وقت بھی رات کا باقی نہیں کہ ایک بار اللہ اکبر کہہ لے تو اس دن کا روزہ اس پر واجب ہے اور جو کم میں پاک ہوئی اور اتنا وقت ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو روزہ

فرض ہے۔ اگر نہالے تو بہتر ورنہ بے نہائے نیت کرلے اور صبح کو نہالے اور جو اتنا وقت بھی نہیں تو اس دن کا روزہ اس پر فرض نہ ہوا۔ البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ کوئی بات ایسی جو روزے کے خلاف ہو مثلاً کھانا پینا حرام ہے۔

(درمختار، ردالمحتار)

(۱۷) روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہوگیا تو وہ روزہ جاتا رہا۔ اس کی قضا رکھے فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نفل تھا تو قضا واجب۔ (عالمگیری وغیرہ)

(۱۸) حیض و نفاس والی کو اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً، روزہ دار کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں۔ (جوہرہ) مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے۔ خصوصاً حیض والی کے لیے۔

(بہار شریعت)

(۱۹) حیض و نفاس والی پاک ہوگئی، کچھ دن باقی رہ گیا ہے تو اسے روزے کی مثل گزارے اور اس روزے کی قضا واجب ہے۔ (درمختار)

(۲۰) عورت سوتے وقت پاک تھی اور صبح سو کر اٹھی تو حیض کا اثر دیکھا تو اسی وقت سے حیض کا حکم دیا جائے گا۔ لہٰذا اگر عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی تو پاک ہونے پر اس کی قضا فرض ہے۔

(۲۱) حیض والی سو کر اٹھی اور گدی پر کوئی نشان حیض کا نہیں تو رات ہی سے پاک ہے۔ نہا کر عشاء کی قضا پڑھے۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ)

(۲۲) ہم بستری یعنی جماع اس حالت میں حرام[1] ہے، اسے جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کرلیا تو سخت گناہ کی بات ہے۔ اس پر توبہ فرض ہے اور اب اگر شروع دنوں میں کیا تو ایک دینار اور آخری دنوں میں کیا تو آدھا دینار خیرات کرنا مستحب ہے۔

(درمختار، ردالمحتار)

(۲۳) اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا بھی جائز نہیں جبکہ بدن پر کپڑا وغیرہ موجود نہ ہو۔ شہوت سے ہو یا بے شہوت ہاں اگر بدن پر کوئی ایسی چیز ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو حرج نہیں۔

(درمختار وغیرہ)

(۲۴) ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حر
نہیں یوں ہی بوس و کنار بھی جائز ہے۔ (در مختار)

(۲۵) عورت اس حالت میں شوہر کے ساتھ کھا پی سکتی ہے بلکہ دونوں ایک پلنگ پ
سو بھی سکتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے۔ (در مختار، رد المحتار) ہاں ہمرا
سونے میں شہوت کا غلبہ ہو اور اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے او
اس کا غالب گمان ہو تو ساتھ سونا گناہ ہے۔ (بہار شریعت)

(۲۶) پورے دس دن پر حیض ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جماع (صحبت) جائز
ہے۔ اگرچہ اب تک غسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جماع کرے اور
دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو جب تک غسل نہ کرے یا نماز کا وقت جس میں پاک
ہوئی وہ گزر نہ جائے، جماع جائز نہیں اور اگر اتنا وقت نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے
پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غسل کر لے تو جماع جائز ہے
ورنہ نہیں۔ (عالمگیری وغیرہ)

(۲۷) عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگرچہ غسل کر لے،
جماع ناجائز ہے۔ جب تک کہ عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں۔ مثلاً کسی کی عادت چھ
دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کر دے مگر
جماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

(۲۸) عورت حیض سے پاک ہوئی اور پانی پر قدرت نہیں کہ غسل کرے اور غسل
کا تیمم کیا تو اس سے صحبت جائز نہیں جب تک کہ اس تیمم سے نماز نہ پڑھ لے۔ نماز
پڑھنے کے بعد اگرچہ پانی پر قادر ہو غسل نہ کیا صحبت جائز ہے۔ (در مختار، رد المحتار)

(۲۹) عورت کو یہ جائز نہیں کہ اپنا حیض اپنے شوہر سے چھپائے کہ کہیں وہ نادانستہ
جماع نہ کر لے۔ جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ وہ خود کو حیض والی ظاہر کرے حالانکہ وہ حیض
والی نہیں۔ (مراقی الفلاح)

(۳۰) ان باتوں میں نفاس کے وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں۔ (رد المحتار)

(۳۱) بچہ ابھی آدھے سے زیادہ پیدا نہیں ہوا اور نماز کا وقت جا رہا ہے اور یہ گمان

ہے کہ آدھے سے زیادہ باہر ہونے سے پیشتر وقت ختم ہو جائے گا تو اس وقت کی نماز جس طرح ممکن ہو پڑھے۔ اگر قیام رکوع سجود نہ ہو سکے تو اشارے سے پڑھے، وضو نہ کرے تو تیمم سے پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو گناہ گار ہوگی۔ توبہ کرے اور بعد طہارت قضا پڑھے۔ (بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ)

ضروری نہایت ضروری

نفاس میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے، اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں حرج نہیں۔ ان علاقوں میں جو بعض جگہ ان کے برتن الگ کر دیتی ہیں بلکہ ان برتنوں کو مثل نجس کے جانتی ہیں یا انہیں کسی برتن سے ہاتھ لگانے نہیں دیتیں، یہ سب واہی تباہی باتیں ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔ ایسی بے ہودہ رسموں سے دور رہنا لازم ہے۔ اکثر عورتوں میں یہ رواج ہے کہ جب تک چلہ پورا نہ ہو لے اگرچہ نفاس ختم ہو گیا ہو نہ نماز پڑھیں نہ اپنے آپ کو نماز کے قابل جانیں۔ یہ محض جہالت ہے جس وقت نفاس ختم ہو اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں اور اگر نہانے میں بیماری کا پورا اندیشہ ہے تو تیمم کریں اور نماز پڑھیں۔ (فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت)

استحاضہ کے احکام

وہ خون جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے آئے لیکن نہ تو عادی طور پر اور نہ بچہ کی پیدائش کے بعد، بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے ہو اسے استحاضہ کرتے ہیں۔

(۱) استحاضہ میں نماز معاف ہے نہ روزہ اور نہ ایسی عورت سے صحبت حرام۔

(عامہ کتب)

(۲) استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو کر کے نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک، اسی حالت میں گزر جانے پر

اس کو معذور (عذر والی) کہا جائے گا۔ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ خون آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔ (درمختار، ردالمحتار)

(۳) اگر کپڑا وغیرہ رکھ کر اتنی دیر تک خون کو روک سکتی ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے تو عذر ثابت نہ ہو گا۔ (درمختار)

(۴) استحاضہ والی اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی نماز وضو کر کے اول وقت میں اور مغرب کی نماز غسل کر کے آخر وقت میں پڑھے اور عشاء کی وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور فجر بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو بھی فائدہ پہنچے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۵) ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا نماز کا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ فرض ادا نہ کر سکا وہ معذور ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وقت میں وضو کر لے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے۔ اس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا، جیسے دست آنا، یا ہوا خارج ہونا یا دکھتی آنکھ سے پانی گرنا یا پھوڑے وغیرہ سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان، ناف، پستان سے پانی نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ)

(۶) فرض نماز کا وقت نکل جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تھا تو سورج ڈوبتے ہی وضو جاتا رہا۔ (عامہ کتب)

(۷) جب پورا وقت گزر جائے اور وہ چیز نہ پائی جائے جس کی وجہ سے اسے معذور کہا گیا تھا۔ مثلاً خون نہ آیا تو اب معذور نہ رہی۔ (درمختار وغیرہ)

(۸) معذور کا وضو اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب معذور ہے۔ ہاں اگر کوئی دوسری چیز توڑنے والی پائی گئی تو وضو جاتا رہا۔ مثلاً جسے نکسیر کا مرض ہے ہوا نکلنے سے اس کا وضو جاتا رہے گا۔ (عامہ کتب)

(۹) معذور نے کسی دوسرے عذر کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت وہ عذر جس کی وجہ سے یہ معذور ہے منقطع تھا مگر وضو کرنے کے بعد یہ عذر پایا گیا تو وضو جاتا رہا جیسے

استحاضہ والی نے پاخانہ پیشاب کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت خون بند تھا بعد وضو کے آیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر وضو کرتے وقت وہ عذر والی چیز بھی پائی جاتی تھی تو اب وضو کی ضرورت نہیں۔ (در مختار، رد المحتار)

(۱۰) اگر کسی ترکیب سے عذر جاتا رہے یا اس میں کمی ہو جائے تو اس ترکیب کا کرنا فرض ہے۔ مثلاً کھڑے ہو کر پڑھنے سے خون بہتا ہے اور بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا تو بیٹھ کر فرض ہے۔ (عالمگیری)

(۱۱) معذور کو ایسا عذر ہے جس کے سبب کپڑے نجس ہو جاتے ہیں تو اگر ایک درم سے زیادہ نجس ہو گا اور جانتا ہے کہ اتنا موقع ہے کہ اسے دھو کر پاک کپڑوں سے نماز پڑھ لوں گا تو دھو کر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جانتا ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے پھر اتنا ہی نجس ہو جائے گا تو دھونا ضروری نہیں اسی سے پڑھ لے اور اگر درہم کے برابر ہے تو پہلی صورت میں دھونا واجب ہے اور اگر نجاست درہم سے کم ہے تو دھونا سنت ہے اور دوسری صورت میں نہ دھونے میں کوئی حرج نہیں۔ (عالمگیری)

(۱۲) کسی زخم سے ایسی رطوبت نکلے کہ بہے نہیں تو نہ اس کی وجہ سے وضو ٹوٹے نہ معذور ہو اور نہ وہ رطوبت ناپاک ہے۔ (عامہ کتب)

نجاست کا بیان اور اس کے احکام

نجاست دو طرح کی ہے: ایک وہ جس کا حکم سخت ہے، اس کو غلیظہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے، اسے خفیفہ کہتے ہیں۔ (عامہ کتب)

ان دونوں نجاستوں کے متعلق بعض احکام یہ ہیں:

(۱) نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے۔ بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہو گی ہی نہیں اور جان بوجھ کر پڑھ لی تو گناہ بھی ہوا۔

اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو

اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور قصداً پڑھی تو گناہ بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہو گئی مگر سنت کے خلاف ہوئی اس کو دہرا لینا اچھا ہے۔ (در مختار وغیرہ)

(۲) نجاست خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کے جس حصے یا بدن کے جس عضو پر لگی ہے اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم اور آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم، یوں ہی ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم) تو معاف ہے کہ اس سے نماز ہو جائے گی اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ (در مختار وغیرہ)

(۳) نجاست اگر گاڑھی (دَل والی) ہو جیسے پاخانہ، لید، گوبر وغیرہ تو درہم کے برابر یا کم یا زیادہ کے معنی ہیں کہ وزن میں اس کے برابر یا کم یا زیادہ ہو اور درہم کا وزن اس جگہ ساڑھے چار ماشہ ہے اور اگر پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو درہم سے مراد اس کی لمبائی چوڑائی ہے اور شریعت میں اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر یعنی تقریباً یہاں کے روپے کے برابر ہے۔ (عامہ کتب)

(۴) نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے جو حکم الگ الگ بتائے گئے ہیں یہ اسی وقت ہیں کہ کپڑے یا بدن میں لگے اور اگر کسی پتلی چیز جیسے سرکہ یا پانی میں گرے تو چاہے غلیظہ ہو یا خفیفہ وہ چیز کل ناپاک ہو جائے گی، اگرچہ ایک قطرہ گرے۔ مثلاً پیشاب کا ایک قطرہ پانی کے بڑے مٹکے میں گر گیا تو سب ناپاک ہو گیا۔ (در مختار وغیرہ)

(۵) پاخانہ، پیشاب، بہتا ہوا خون، پیپ، منہ بھر قے، حیض و نفاس و استحاضہ کا خون، منی، مذی، ودی، دکھتی آنکھ سے، یا ناف اور پستان سے درد کے ساتھ نکلنے والا پانی، دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب، دودھ پینے والے بچہ نے جو دودھ ڈال دیا اور منہ بھر ہے۔

خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مردار کا گوشت اور چربی، حرام چوپائے جیسے کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی، سور کا پاخانہ، پیشاب اور گھوڑے کی لید۔ ہر حلال چوپائے کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس کا گوبر، بکری، اونٹ کی مینگنی اور جو پرندہ کہ اونچا نہ اڑے اس کی بیٹ جیسے مرغی اور بطخ چھوٹی ہو یا بڑی۔

سور کا گوشت اور ہڈی اور بال اگرچہ ذبح کیا گیا ہو، چھپکلی یا گرگٹ کا خون، ہاتھی کی سونڈھ کی رطوبت اور شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے چوپایوں کا لعاب، سانپ کا پاخانہ، پیشاب اور اس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت جن میں بہتا خون ہوتا ہے۔ یوں ہی ان کی کھال اگرچہ پکائی گئی ہو، یونہی حرام جانوروں کا پتہ۔

اور ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تاڑی اور سیندھی اور حرام جانوروں کا دودھ، یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔ (در مختار، رد المحتار، بہار شریعت)

(٦) جن جانوروں کا گوشت حلال ہے، ان کا پیشاب، گھوڑے کا پیشاب اور جس پرندہ کا گوشت حرام ہے خواہ شکاری ہو یا نہ ہو اس کی بیٹ، حلال جانوروں کا پتہ، یہ سب چیزیں نجاست خفیفہ ہیں۔ (عامہ کتب)

(٧) ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانے کا۔ (عامہ کتب)

(٨) نجاست غلیظہ، خفیفہ میں مل جائے تو کل غلیظہ ہے، اگرچہ خفیفہ زائد ہو۔

(در مختار، رد المحتار)

(٩) مچھلی اور پانی کے دوسرے جانوروں کا خون، مچھر کا خون اور خچر و گدھے کا لعاب اور پسینہ اور جو پرند حلال اونچے اڑتے ہیں، جیسے کبوتر، مینا، ان کی بیٹ اور جو خون زخم سے بہا نہ ہو اور گوشت، تلی، کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا ہو، ریشم کے کیڑے کی بیٹ اور اس کا پانی یہ ساری چیزیں پاک ہیں کہ بدن یا کپڑے پر لگ جائیں تو ناپاک نہ ہوگا۔ (در مختار وغیرہ)

(١٠) گوشت، تلی، کلیجی وغیرہ اگر بہتے خون میں سن جائیں تو ناپاک ہیں، بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ (در مختار)

متفرق مسائل

(١) پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سوئی کی نوک برابر، بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا اور ایسا کپڑا اگر پانی میں پڑ گیا تو پانی بھی ناپاک نہ ہوگا۔

مختار وغیرہ،

(۲) کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی اور کسی جگہ درہم کے برابر نہیں مگر مجموعہ درہم کے برابر ہے تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی اور زائد ہے تو زائد اور نجاست خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی پر حکم دیا جائے گا۔ (ردالمحتار)

(۳) ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا یا پاک میں ناپاک کپڑا لپیٹا اور اس ناپاک کپڑے سے یہ پاک کپڑا نم ہو گیا تو ناپاک نہ ہو گا۔ بشرطیکہ نجاست کا رنگ یا بو اس کپڑے میں ظاہر نہ ہو ورنہ نمی آجانے سے بھی ناپاک ہو جائے گا۔ ہاں اگر بھیگ جائے تو اب پاک کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر ناپاک کپڑے میں پیشاب یا شراب کی تری ہے تو پاک کپڑا نم ہو جانے سے بھی ناپاک ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

(۴) ناپاک کپڑا سوکھا تھا اور پاک تر تھا، دونوں کو لپیٹ دیا اور اس پاک کی تری سے وہ ناپاک تر ہو گیا اور اس ناپاک کو اتنی تری پہنچی کہ اب اس سے چھوٹ کر اس پاک کو لگی تو یہ بھی ناپاک ہو گیا ورنہ نہیں۔ (عالمگیری)

(۵) پاخانے پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے یا بدن پر بیٹھیں تو وہ ناپاک نہ ہو گا۔ (عالمگیری)

(۶) راستے کا کیچڑ پاک ہے۔ جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو تو اگر پاؤں یا کپڑے پر لگی اور بے دھوئے نماز پڑھ لی تو ہو گئی مگر دھو لینا بہتر ہے۔ (ردالمحتار)

(۷) سڑک پر پانی چھڑکا جا رہا تھا۔ زمین سے چھینٹیں اڑ کر کپڑے پر پڑیں تو کپڑا نجس نہ ہوا مگر دھو لینا بہتر ہے۔ (بہار شریعت)

(۸) کتا بدن یا کپڑے سے چھو جائے اگرچہ اس کا جسم تر ہو، بدن اور کپڑا پاک ہے۔ ہاں اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے یا اس کا لعاب لگے تو ناپاک کر دے گا۔ (عالمگیری)

(۹) پاک مٹی میں ناپاک پانی ملایا تو مٹی نجس ہو گئی۔ (عالمگیری)

(۱۰) عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے پاک ہے۔ کپڑے یا بدن میں لگے تو دھونا کچھ ضروری نہیں۔ ہاں بہتر ہے بشرطیکہ منی یا مذی یا خون اس میں مخلوط نہ ہو۔ (شامی)

(۱۱) جو گوشت سڑ گیا بدبو لے آیا، نجس نہیں۔ اگرچہ اس کا کھانا حرام ہے۔

نجس چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ خود نجس ہیں (جن کو ناپاکی اور نجاست کہتے ہیں) جیسے شراب یا گوبر، لید وغیرہ غلیظ چیزیں، یہ جب تک اپنی اصل کو چھوڑ کر کچھ اور نہ ہو جائیں پاک نہیں ہو سکتیں۔ شراب جب تک شراب ہے، نجس ہی رہے گی اور سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے۔ اور جو چیزیں بذاتہ نجس نہیں بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو جائیں ان کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ (عامہ کتب) مثلاً پانی (اگرچہ مستعمل ہو) اور ہر بہنے والی چیز سے جس سے نجاست دور ہو جائے دھو کر نجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں۔ مثلاً سرکہ اور گلاب کہ ان سے نجاست دور کر سکتے ہیں مگر بغیر ضرورت گلاب اور سرکہ وغیرہ سے پاک کرنا جائز نہیں کہ فضول خرچی ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: نجاست اگر دَل دار ہو (جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے۔ ہاں اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو تین بار پورا کر لینا مستحب ہے۔

(عالمگیری)

مسئلہ: اگر نجاست دور ہو گئی مگر اس کا رنگ یا بدبو باقی ہے تو اسے بھی دور کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر اس کے دور کرنے میں دقت پیش آئے تو تین مرتبہ دھو لینا ہی کافی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: نجاست اگر رقیق (پتلی بہنے والی) ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ خوب نچوڑنے سے پاک ہو گا۔ خوب نچوڑنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے۔ اگر کپڑے کا خیال کر کے اچھی طرح نہ نچوڑا تو کپڑا پاک نہ ہو گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: پہلی اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کرلیناچاہیے اور تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہوگیااور ہاتھ بھی۔ اور جو کپڑے میں اتنی تری رہ گئی کہ نچوڑنے سے ایک آدھ بوند ٹپکے گی تو کپڑااور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: پہلی یا دوسری بار ہاتھ پاک نہیں کیااور اس کی تری سے کپڑے کا پاک حصہ بھیگ گیاتو یہ بھی ناپاک ہوگیا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کاایک ہی حکم ہے کہ ان کا پیشاب بدن یا کپڑے میں لگاہے تو تین بار دھوناور ہر مرتبہ نچوڑناپڑے گا۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں ہے (جیسے چٹائی، جوتاوغیرہ) اس کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ یونہی دو مرتبہ دھوئیں، جب تیسری مرتبہ پانی ٹپکنا بند ہوگیاوہ چیزپاک ہوگئی۔ اسے ہر مرتبہ کے بعد سکھانا ضروری نہیں۔ یوں ہی جو کپڑا اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں اسے بھی یوں ہی پاک کیاجائے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: اگر ایسی چیز ناپاک ہوگئی کہ اس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے چینی کے برتن یا مٹی کا پرانا استعمال شدہ چکنا برتن یا لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں تو اسے فقط تین مرتبہ دھولینا کافی ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے۔ یہی حکم بدن کا ہے کہ اسے صرف تین بار دھولیناہی کافی ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ ایک دم تینوں بار دھوئیں بلکہ اگر مختلف وقتوں بلکہ مختلف دنوں میں یہ تعداد پوری کی جب بھی وہ چیزپاک ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

(۲) لوہے اور ہر قسم کی چیزیں پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ جیسے چھری، چاقووغیرہ۔ یہی حکم آئینے، شیشے اور چینی کی بنی ہوئی چیزوں کا ہے۔ ہاں اگر یہ چیزیں نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تواب دھونا ضروری ہے۔ پونچھنے سے پاک نہ ہوں گی۔ (عالمگیری)

(۳) مٹی کپڑے میں لگ کر خشک ہوگئی تو فقط مل کر جھاڑنے اور صاف کرنے سے کپڑاپاک ہو جائے گا۔ اگرچہ ملنے کے بعد کچھ اثر اس کاباقی رہ جائے۔ ہاں تر ہے تو بغیر

دھوئے کپڑا پاک نہ ہو گا۔ (عالمگیری)

(۴) موزے یا جوتے میں دل دار نجاست لگی جیسے پاخانہ، گوبر تو وہ کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔ (ردالمحتار)

(۵) ناپاک زمین اگر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ، بو جاتا رہے تو پاک ہو گئی مگر اس سے تیمم کرنا جائز نہیں۔ نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں۔ (عامہ کتب)

استنجے کے متعلق چند مسائل

(۱) جب پاخانہ پیشاب کو جائے تو مستحب ہے کہ پاخانے سے باہر یہ دعا پڑھ لے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں پلیدی اور شیاطین سے۔

پھر بایاں قدم پہلے داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں باہر نکالے اور یہ پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

حمد ہے اللہ کے لیے جس نے اذیت کی چیز مجھ سے دور کر دی اور مجھے عافیت دی۔

(۲) پاخانہ پیشاب کرتے وقت طہارت میں نہ قبلہ کی طرف منہ ہو نہ پیٹھ اور بھول کر بیٹھ گیا تو یاد آتے ہی پھر جائے۔ یوں ہی چاند سورج کی طرف بھی منہ یا پیٹھ نہ کرے۔

(۳) بچے کو پیشاب یا پاخانہ کراتے وقت بھی اس کا خیال رکھے کہ اس کا منہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ ورنہ اس کا وبال کرانے والے پر ہو گا۔

(۴) ننگے سر پاخانہ پیشاب کو جانا، اپنے ہمراہ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دعا یا اللہ و رسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو مکروہ ہے۔ یوں ہی کلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۵) جس جگہ وضو یا غسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔

(٦) ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے۔ کسی دینی مسئلہ پر غور نہ کرے کہ یہ محرومی کا سبب ہے۔ ننگے سر پیشاب پاخانہ کو نہ جائے۔ بغیر ضرورت شرمگاہ کی طرف نہ نظر کرے نہ ہاتھ لگائے اور نہ اس نجاست کو دیکھے جو بدن سے نکلی ہے۔ دیر تک نہ بیٹھے کہ بواسیر کا اندیشہ ہے۔ اس حالت میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے نہ بلا ضرورت ادھر ادھر دیکھے نہ کھنکارے۔ نہ آسمان کی طرف نظر کرے بلکہ شرم کے ساتھ نظر جھکائے رکھے۔ فراغت کے بعد پہلے پیشاب کا مقام دھوئے پھر پاخانے کا۔ اور خوب اچھی طرح دھوئے کہ دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہ جائے اور چکنائی جاتی رہے۔

(٧) طہارت کے بعد ہاتھ پاک ہو گئے مگر پھر بھی دھو لینا بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

نماز کے وقتوں کا بیان

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا○

بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

اور خدا و رسول نے قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہمیں بتایا کہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر مرد ہو خواہ عورت، پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ جو اس کی فرضیت کو نہ مانے، وہ کافر ہے۔ اور جو جان بوجھ کر چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی ہو، وہ فاسق و سخت گناہ گار ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو۔ اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایسی عورت کے ساتھ زندگی بسر کروں"۔ (ردالمحتار)

اس لیے علماء نے فرمایا کہ جو عورت نماز نہ پڑھے اسے طلاق دینا بہتر ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا کہ جب بچے کی عمر سات برس کی ہو تو اسے نماز پڑھنا سکھلایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے تو مار کر پڑھوانا چاہیے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بہرحال ہر مسلمان عاقل بالغ پر پانچ وقت کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔

فجر کا وقت صبح صادق سے سورج کی کرن چمکنے تک ہے اور ان علاقوں میں یہ وقت کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہے نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ۔ (فتاویٰ رضویہ)

ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ اصلی کے دوچند ہو جائے۔

عصر کا وقت بعد ختم ہونے وقتِ ظہر کے یعنی سوا سایہ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے سورج ڈوبنے تک ہے۔ ان علاقوں میں یہ وقت کم از کم ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ۶ منٹ ہے۔

مغرب کا وقت، سورج کی ٹکیا ڈوب جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفق ڈوب جانے تک رہتا ہے اور شفق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب کی جانب جنوب شمال میں صبح صادق کی طرح پھیلی رہتی ہے اور یہ وقت ان شہروں میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہوتا ہے۔ یعنی ہر روز کے صبح اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

عشاء کا وقت، مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی (یعنی شفق کے ڈوبتے ہی) عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ (عامہ کتب و فتاویٰ رضویہ)

متفرق مسائل

(۱) عورتوں کے لیے فجر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ

ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ (درمختار)

(۲) عصر کی نماز میں اتنی دیر نہ کریں کہ سورج کی ٹکیا پر زردی آجائے کہ اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ زردی اس وقت آجاتی ہے جب غروب میں بیس منٹ باقی رہتے ہیں۔ تو اسی قدر وقت کراہت ہے۔

(درمختار، فتاویٰ رضویہ)

(۳) مغرب کی نماز شروع وقت میں پڑھ لینی چاہیے اور اگر دو رکعت کی مقدار دیر لگائی تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر اتنی دیر لگائے کہ ستارے گتھ گئے تو مکروہ تحریمی۔ ہاں کسی بیماری یا سفر یا کسی مجبوری کے باعث دیر ہوگئی تو اور بات ہے۔ (عالمگیری)

(۴) نماز عشاء سے پہلے سونا اور بعد نماز عشاء دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے۔ ہاں ضروری باتیں، ذکر و اذکار، قرآن کریم کی تلاوت، نیک بندوں کے قصے اور مہمان سے بات چیت میں کوئی حرج نہیں۔ یوں ہی صبح صادق سے سورج نکلنے تک ذکر الٰہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

(۵) سورج نکلتے وقت، ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت میں کوئی نماز جائز نہیں۔ نہ فرض نہ نفل، نہ ادا نہ قضا، یوں ہی سجدۂ تلاوت بھی ناجائز ہے۔ البتہ اگر اس روز عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو، پڑھ لے مگر اتنی دیر لگانا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا۔ اس مسئلے کو یوں یاد رکھو کہ سورج نکلنے کے ۲۰ منٹ کے اندر اندر اور سورج ڈوبنے سے ۲۰ منٹ پہلے کا وقت نماز کی ممانعت کا وقت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۶) ان اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر اور درود شریعت میں مشغول رہے۔ (درمختار)

(۷) طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک سوا دو رکعت سنتِ فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔ یوں ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد سے آفتاب میں زردی آنے تک نفل پڑھنے کی اجازت نہیں۔

(۸) فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ فجر اور ظہر کی سنتیں پڑھنا بھی مکروہ

ہے۔

(۹) جس بات سے دل بٹے اور اسے دفع کر سکتا ہو تو اسے دور کیے بغیر ہر نماز مکروہ ہے۔ مثلاً پاخانہ، پیشاب یا ریاح کا زور ہے۔ ہاں اگر وقت جاتا دیکھے تو پڑھ لے مگر پھیر لے۔

(۱۰) نماز فجر و نماز عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا جائز ہے۔ (عامہ کتب)

اذان واقامت کا بیان

نماز کے لیے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی، تمدن و ترقی کی جان ہے۔ اتحاد و یگانگی اور تبادلۂ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا ہے اور ایک عالم با آسانی تبلیغِ دین کر سکتا ہے۔ ایک امیر و متمول مسلمان، دوسرے غریب و مفلس مسلمان کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مساوات و برابری کا سبق لیتا ہے تو ایک غریب و نادار مسلمان، متمول و مالدار مسلمان کے برابر بیٹھ کر، سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خرسند و شادماں کر سکتا ہے۔

جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں جو اجتماع مسلمین اور نماز باجماعت کے ساتھ وابستہ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے افراد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے، وہ کیا ہوں گے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔

کہ نماز، نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد و فیوض اور انوار و اسرار اس سے بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر ہیں۔

غرض اذان کی ضرورت اول اس لیے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے واسطے کون

سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جائے (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی کا مشورہ تھا کہ سینگ (بگل) بجا دیا جائے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے رائے دی کہ گھنٹے بجائے جایا کریں (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے) لیکن حضور عالمِ اعلم صلی اللہ علیہ وسلم وَشَرَّفَ وَمَجَّدَ وَکَرَّمَ نے ان میں سے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا کہ ان میں یہود و نصاریٰ اور مجوس سے مشابہت تھی۔ دوسرے روز حضرت عبداللہ بن زید انصاری اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یکے بعد دیگرے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں یہ الفاظ سنے ہیں (اور یہ وہی الفاظ تھے جو اب اذان و اقامت میں کہے جاتے ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور انہیں الفاظ کے با آواز بلند پکارنے کو اذان قرار دیا اور اسے مشروع فرما دیا۔ یہ الفاظ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے اس منشاء عالی کو پورا کرتے ہیں جو تشریعِ احکام میں ہمیشہ منظورِ نظرِ اقدس رہا ہے۔

اذان اپنی مخصوص ہیئت کے ساتھ اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریقہ ہے کہ عالمگیر دین کے لیے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت، اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندوں کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے گھونگوں اور دھاتوں کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی اور یہ بھی ایک طریقہ بُت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے۔

غرض امیر المومنین فاروق اعظم اور عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اذان (ان الفاظ مخصوصہ کے ساتھ) خواب میں تعلیم ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب حق ہے اور عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”جاؤ بلال کو تلقین کرو وہ اذان کہیں کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ”اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں کر لو کہ اس کے سبب آواز

زیادہ بلند ہوگی۔"

اذان کہنے کی بہت بڑی بڑی فضیلتیں احادیث میں مذکور ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ

(۱) موذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی۔ یعنی وہ رحمت الٰہی کے بہت زیادہ امیدوار ہوں گے کہ جس کو جس چیز کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے۔ (مسلم، ابن ماجہ وغیرہ)

(۲) اذان دینے والا کہ طالب ثواب ہے اس شہید کی مثل ہے کہ خون میں آلودہ ہے اور جب مرے گا، قبر میں اس کے بدن میں کیڑے نہ پڑیں گے۔ (طبرانی)

(۳) جس بستی میں اذان کہی جائے، اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے اس دن اسے امن دیتا ہے۔ (طبرانی)

(۴) جس نے سات برس، ثواب کے لیے اذان کہی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نار سے براءت لکھ دے گا۔ (ابن ماجہ و حاکم)

(۵) جو سال بھر اذان کہے اس پر اجرت طلب نہ کرے، قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا، جس کے لیے تو چاہے شفاعت کر۔ (ابن عساکر) یعنی وہ مقبول الشفاعۃ بھی ہے باذنہٖ تعالیٰ۔

(۶) جب موذن کو اذان کہتے سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ (ابن ماجہ) کہ اذان کے جواب کا نہایت عظیم ثواب ہے اور اس پر بخشش و مغفرت کی نوید وارد۔

(۷) مومن کی بدبختی و نامرادی کے لیے کافی ہے کہ موذن کو تکبیر کہتے سنے اور اجابت نہ کرے۔

(۸) جب موذن اذان دے تو جو شخص اس کی مثل کہے اور جب وہ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو یہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے، جنّت میں داخل ہوگا۔ (ابن عساکر)

(۹) جب اذان کہی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔ اور جب اقامت کا وقت ہوتا ہے دعا رد نہیں کی جاتی۔ (ابوالشیخ)

(۱۰) "اے گروہ زنان! جب تم بلال کو اذان و اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا

ہے تم بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ہر کلمہ کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا۔ اور ہزار درجے بلند فرمائے گا اور ہزار گناہ محو کرے گا۔" عورتوں نے عرض کی: "یہ تو عورتوں کے لیے ہے، مردوں کے لیے کیا ہے؟" فرمایا: "مردوں کے لیے دونا۔"

سبحان اللہ یہ سب صدقہ ہے رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم کا کہ چند ساعتوں کی اس بے مشقت عبادت پر بے نہایت ثواب مرحمت ہو گا۔

ضروری اشد ضروری

(۱) اذان عرفِ شرع میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے جس کے لیے الفاظ مقرر ہیں اور یہ وہی الفاظ ہیں جو سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں با آواز بلند ادا کیے۔ یہی الفاظ مخصوصہ صحابہ و تابعین سے منقول، ہم تک پہنچے اور یہی الفاظ کریمہ ان اطراف و بلاد میں معمول ہیں اور جنہیں مسلمان کا بچہ بچہ جانتا پہچانتا ہے، وہ یہ ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

الغرض اذان ایک محدود عبارت اور محدود کلمات کا نام ہے لیکن روافض حال نے خود اپنے پیشواؤں کی صریح تعلیم کے باوجود، اس اذان مقبول و معمول میں، محض سینوں کی ایذاء رسانی کے لیے چند کلمات بڑھا دیئے ہیں اور اپنی اذان میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی کی نسبت خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِلَا فَصْل کہنا اختیار کیا ہے۔

تمام سنی مسلمان، مرد و عورت خوب ذہن نشین کر لیں یہ بات کہ، یہ ناپاک الفاظ،

اور یہ کلمہ مغضوبہ و مبغوضہ خالص تبرا ہے اور اس کا سننا سنی کے لیے بمنزلہ تبرا سننے کے نہیں بلکہ حقیقتاً تبرا سننا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

اس ناپاک کلمہ میں کنایتاً بلکہ صراحتاً، حضرات خلفائے ثلاثہ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اعظم اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ کی نفی ہے۔ اور اس نفی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسند نشین نہ ہوئے کہ ان کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تخت خلافت پر جلوس فرمانا، تمام صحابہ کرام کا انہیں خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرنا، اور ان عالی تبار سرکاروں کا خلیفہ منتخب ہونے کے بعد فرمان و احکام جاری کرنا، تمام اسلامی ممالک کا نظم و نسق، اور تمام امورِ ملک و مال و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا، وہ تاریخی واقعہ، مشہور متواتر، آفتاب نصف النہار سے بڑھ کر ظاہر ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف، یہاں تک کہ نصاریٰ و یہود اور مجوس و ہنود کسی کو بھی اس کا انکار نہیں، بلکہ ان محبانِ خدا و نوابانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان روافض کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے کہ ان کے زعم باطل و گمانِ فاسد میں، خلافت کا استحقاق حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی میں منحصر تھا۔ جب بحکمِ الٰہی خلافت راشدہ، اول ان تین سردارانِ مومنین کو پہنچی، روافض نے انہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور عقیدۂ باطلہ کی حفاظت کے زعم میں، تقیہ شقیہ کی بدولت، حضرت اسد اللہ الغالب کو عیاذاً باللہ سخت نامرد و بزدل و تارکِ حق و مطیعِ باطل بتایا

ع دوستی بے خرداں دشمنی ست--- تو لاجرم لفظ بلافصل میں جو نفی ہے اس سے ان کی لیاقت و مستحق خلافت ہونے کی نفی مراد ہے اور اس لفظ میں غصب و ظلم؛ و انکار حق، و اصرار باطل، و مخالفت دین و اختیار و پسندیدگی دنیا وغیرہ وغیرہ ہزاروں الزاماتِ ملعونہ، جو یہ روافض اپنے عقائد میں رکھتے اور زبان سے بکتے ہیں سب دفعتاً موجود ہیں اور لائے نفی سے اپنی براءت و بیزاری کا کھلا اظہار ہے۔ پھر تبرا اور کس چیز کا نام ہے!

پھر حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، جن کی ثناء و مدحت، و ادب و عقیدت، اہم اہل سنت کے اصولِ مذہب میں داخل اور ہمارے نزدیک،

ہزاروں آیات و احادیثِ حضرت رسالت، و اقوالِ ائمہ اہلِ بیت صلواۃ اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین سے ان کی لاکھوں خوبیاں، تعریفیں مالامال ہیں، ان کی نسبت ایسا کلمۂ خبیثہ، اذان میں پکارا جانا کیونکر ہماری توہین مذہبی نہ ہوگا۔ یا ہمارے دلوں کو نہ دکھائے گا (الادلۃ الطاعنۃ ملتقظا) کاش ان کلمہ گویوں کی آنکھیں کھلیں اور ہم سنی مسلمانوں کی توہین و تذلیل سے بچیں کہ اس سے مسلمانوں میں انتشار پھیلتا ہے اور تفریق بین المسلمین کی راہیں کھلتی ہیں۔

اذان واقامت سے متعلق چند فقہی مسائل

(۱) پنجگانہ نمازوں کے لیے جو مسجد میں وقت پر ادا کی جائیں، اذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گناہ گار ہوں گے۔ یہاں تک کہ امام محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان ترک کردیں تو میں ان سے قتال کروں گا۔" (درمختار، ردالمحتار)

(۲) وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے۔ قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آگیا تو دوبارہ کہی جائے۔ (درمختار)

بعض جلدباز، نماز فجر کے لیے عموماً وقت سے پہلے ہی اذان شروع کردیتے ہیں۔ خصوصاً ماہِ رمضان المبارک میں، بلکہ ماہِ صیام میں عشاء کی اذان بھی، تراویح کو آڑ بنا کر، وقت سے پہلے کہہ بیٹھتے ہیں۔ اہل محلّہ انہیں اس سے باز رکھیں اور مسئلہ شرعیہ کو کھیل نہ بننے دیں۔ اور اس ناجائز و خلافِ شرع میں کہ گناہ و ممنوع ہے، ان کا ساتھ نہ دیں۔

(۳) عورتوں کو اذان و اقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ کہیں گی تو گناہ گار ہوں گی اور اذان کا دہرانا لازم ہوگا۔ (عالمگیری، ردالمحتار) اور عورتیں اپنی نمازیں ادا پڑھیں یا قضا، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس میں اذان و اقامت مکروہ ہے۔ اگرچہ جماعت سے پڑھیں کہ ان کی جماعت خود مکروہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)

(۴) فاسق اگرچہ عالم ہو، اور نشہ والے اور پاگل اور ناسمجھ بچے اور جُنُب کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (درمختار)

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اعلام یعنی نماز و سحری و افطار کے لیے وقت ہو جانے کا اعلان اذان کا مقصود و مدعا ہے اور یہ مدعا ان لوگوں کی اذان سے حاصل نہیں ہوتا ہے کہ لوگ عموماً ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا تو شرعاً ان کا قول کیوں کر قابل قبول ہو سکتا ہے اور اس کی اذان پر کیونکر قناعت کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ فاسق کی اذان پر اعتماد کر کے روزہ افطار کر لینا یا وقتیہ نماز شروع کر دینا اور یہ سمجھ لینا کہ وقت ہو گیا ہے، جائز نہیں۔

داڑھی ترشوانے اور حد شرع سے کم رکھنے والے مؤذن بھی فاسقِ معلن ہیں کہ علانیہ خدا و رسول کی نافرمانی میں مصروف ہیں تو ان کی اذان کا اعادہ بھی ضروری ہے۔ بلکہ ایسا شخص جب تک صدقِ دل سے توبہ نہ کرے اور نیک و صالح نہ بن جائے، ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے۔ نمازیوں کی طرف سے ڈھیل، ایسے مؤذنوں کو ڈھیٹ بنا دیتی ہے اور گناہگار یہ بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی۔ کہ وہ گناہ میں مشغول ہیں اور یہ گویا ان کی اعانت میں مصروف۔

(۵) کلماتِ اذان میں لَحن حرام ہے مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزہ کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا، یا اکبر میں ب کے بعد الف بڑھا دینا حرام ہے۔ یونہی کلماتِ اذان کو قواعد موسیقی پر گانا بھی لَحن و ناجائز ہے۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ)

اور افسوس کہ آج کل گویوں کے طور پر اذان گانا بھی ایک فن بنتا جا رہا ہے۔

(۶) سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ کہی جائے کہ پڑوس والوں کو بخوبی سنائی دے اور جس مسجد میں اذان کے لیے منارہ بنا ہو جب تو اس کی جہت خود متعین ہے اسی منارہ پر اذان دینا چاہیے خواہ وہ کسی جانب ہو اور اذان بلند آواز سے کہی جائے مگر طاقت سے آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

(۷) اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے الفاظ زائد ہیں اور جس طرح اذان میں حکم ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ داہنی طرف

منہ کر کے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح بائیں جانب منہ کر کے کہے، یونہی اقامت میں بھی ان الفاظ پر دائیں بائیں منہ پھیرے۔ اور موذن موجود ہو تو وہی اقامت کہے یا اس کی اجازت سے دوسرا۔ اور دوسرے نے بے اجازت کہہ دی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

(۸) کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ یہی حکم ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو مسجد میں موجود ہیں کہ اس وقت اٹھیں جب مکبر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہنچے۔ یہی حکم امام کے لیے ہے۔

(عالمگیری وغیرہ)

(۹) جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جوابِ سلام، تمام اشغال اور مصروفیتیں موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو تلاوت کو موقوف کر دے۔ اذان کو غور سے سنے اور جواب دے یونہی اقامت میں۔ جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر معاذ اللہ خاتمہ بُرا ہونے کا خوف ہے۔

(درمختار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

ہاں اگر چند اذانیں سنے تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے اور سب کا جواب دے سکے تو اور بہتر ہے۔

غرض جتنا احترام کر سکتا ہے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ راہ گیر رک جائے۔ لیٹا ہوا بیٹھ جائے۔ ننگے سر ہو تو سر پر ٹوپی یا رومال یا دوپٹہ ڈال لے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) مؤذن جو کلمہ کہے اس کے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے بلکہ اتنا لفظ اور ملا لے مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ (درمختار وغیرہ) (جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا)

(۱۱) جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اور اس کے بعد یہ دعا:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

اے اللہ! اس دعائے تام اور برپا ہونے والی نماز کے مالک! تو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود میں کھڑا کر جس کا تُو نے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما، بے شک تُو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

(۱۲) جب موذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگالے اور کہے:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا حَبِیْبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔ (درمختار وغیرہ)

یا رسول اللہ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک حضور سے ہے۔ اے اللہ! شنوائی اور بینائی کے ساتھ مجھے متمتع کر۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے سنا تو یہی دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا، اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (فتاویٰ رضویہ) اسی پر علماء راسخین اور سلف صالحین کا عمل رہا اور آج تک مسلمانوں میں معمول ہے، اب اس زمانہ میں وہابیہ اس پر سخت انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس عملِ محبّت سے روکتے ہیں۔ مسلمان ان کی نہ سنیں نہ ان سے بحث میں اُلجھیں، اپنے کام سے کام رکھیں۔

فائدہ نفیسہ

اقامت یا اذان سے قبل درود شریف پڑھنا جیسا کہ آج کل اہل سنت و جماعت کی مساجد میں معمول بلکہ شعار سا بن گیا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس کا خیال رکھا جائے کہ اذان و اقامت اور درود شریف کی قراءت میں فصل چاہیے۔ درود شریف پڑھ کر قدرے توقف کریں پھر اذان و اقامت کہیں۔ یا پھر درود شریف پست آواز سے پڑھیں اور اذان و اقامت، حسب معمول بلند آواز سے کہیں تاکہ درود شریف کی آواز، اذان و اقامت کی آواز سے ایسی جُدا ہو کہ ان میں باہم امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزءِ اقامت نہ معلوم ہو۔

رہا وہابیہ کا یہ اعتراض کہ یہ فعل قرآن و حدیث کے خلاف اور بدعت ہے تو یہ محض ان کی فتنہ انگیزی اور مسلمانوں میں کسی نہ کسی بہانے تفرقہ اندازی ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء۔ وہ ثبوت دیں کہ شرعِ مطہر نے اسے کہاں منع کیا ہے کہ خلافِ شرع ہو گیا۔ وہ ثبوت تو کیا دیں گے البتہ غصّہ میں لال پیلے ہو کر علماء اہل سنت کو گالیاں بکنا شروع کر دیں گے مگر سنی مسلمان اتنا یاد رکھیں کہ درود شریف کا اس موقع پر پڑھنا مستحب بھی ہے اور فرض کا ایک فرد بھی۔ قرآن کریم میں رب عزوجل کا حکم مطلق ہے کہ

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ — ان پر درود بھیجو اور خوب سلام عرض کرو۔

اس حکم میں کوئی استثناء نہیں کہ اذان و اقامت سے پہلے یا بعد نہ پڑھو۔ تو جب بھی درود شریف پڑھا جائے گا اسی حکمِ الٰہی کا امتثال اور ارشاد کی تعمیل میں ہو گا۔ فلہذا ہر بار درود شریف پڑھنے میں (خواہ درود شریف کا صیغہ مختصر ہو یا طویل، اس میں خطاب ہو یا نہ ہو) ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی فرضِ مطلق کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے اور کھڑے بیٹھے مناسبِ حال جہاں بھی پڑھیں گے، سب فرض ہی

میں شامل ہو گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ادائیگی فرض ہی کا ثواب ملے گا جب تک شرع میں نہی وارد نہ ہو۔

نظیر اس کی تلاوتِ قرآنِ کریم ہے کہ ویسے تو فرض نماز میں ایک ہی آیت کا پڑھنا ہے اور اگر کوئی بندۂ خدا، بتوفیقِ الٰہی ایک ہی رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہو گا اور اس کی قراءت پر فرض ہی کا ثواب ملے گا کہ قرآن کریم میں--- فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ فرمایا کہ جتنا قرآن باآسانی میسر آئے پڑھ لو۔ یہ حکم بھی مطلق ہے اور اس میں کوئی استثناء نہیں کہ فلاں سورت نہ پڑھنا اور فلاں نماز میں نہ پڑھنا۔

پھر ظاہر ہے کہ مسلمان جو اس موقع پر درود شریف پڑھتے ہیں وہ اسے ایک فعلِ حسن اور کارِ خیر و موجبِ ثواب ہی جان کر پڑھتے ہیں اور اس سے اپنے قلب میں فرحت و سرور پاتے ہیں اور اس کارِ خیر میں علماء فضلاء صوفیا سب ان کے شریک، سب ان سے متفق ہیں۔ تو یہ فعل محض جاہلوں کا فعل نہیں کہ قابلِ اعتناء و لائقِ اعتبار نہ ہو۔ اور جب مسلمانوں کے تمام عوام و خواص اس میں شریک ہیں تو یہ درود شریف پڑھنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کریم کے عین مطابق ہے کہ "اہلِ اسلام جس چیز کو نیک جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے۔" اور جب یہ نیک ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس پر ثواب و اجر کی توقع و امید رکھنا عین منشاء الٰہی کے مطابق ہے۔

پھر بدعت تو وہ ہے جو کسی سنت کا کاٹ کرے۔ یہاں اس درود شریف کے پڑھنے سے کون سی سنت اٹھ گئی کہ وہابیہ اسے بدعت کہتے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلاتے ہیں۔

نماز کی شرطوں کا بیان

نماز کے صحیح و درست ہونے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ بے ان کے نماز ہو گی ہی نہیں۔

(۱) طہارت۔ (۲) سترِ عورت۔ (۳) استقبالِ قبلہ۔ (۴) وقت۔ (۵) نیت۔

(٦) تکبیر تحریمہ۔

(۱) **طہارت:** یعنی نمازی کے بدن کا حدثِ اکبر (یعنی وہ چیزیں جن سے غسل واجب ہوتا ہے) حدثِ اصغر (یعنی وضو توڑنے والی چیزوں) سے اور نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا۔ نیز اس کپڑے اور اس جگہ کا جس پر نماز پڑھتا ہے نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا۔ (درمختار، عالمگیری وغیرہ)

(۲) **سترِ عورت:** یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، اس کا چھپانا۔

مسئلہ: آزاد عورتوں کے لیے منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے سوا سارا بدن عورت ہے تو نماز کے لیے اگرچہ تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو، سوا ان پانچ عضو کے باقی تمام بدن چھپانا فرض ہے، اسی طرح غیر محرموں سے بھی ان اعضاء کے سوا پورا بدن چھپانا فرض ہے۔ بلکہ جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے منہ کھولنا بھی منع ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: سر کے لٹکے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں اور کان بھی عورت ہیں ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: اتنا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی تو نہ ہوگی، جب تک اس پر کوئی اور چیز ایسی نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔ (عالمگیری)

لہٰذا کریب یا جالی یا گھاس ململ یا نازک ململ وائل یا ایسے ہی کسی اور باریک کپڑے کے کرتے، فراک، جمپر، قمیص یا ساڑھی، جن سے بدن کی رنگت چمکے پہننے، اوڑھنے باندھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ہاں ان کے نیچے اور کپڑا ہوا کہ بالوں کی سیاہی اور بدن کی رنگت چھپا لے تو نماز ہو جائے گی۔ اس سے بہت عورتیں غافل ہیں جس سے ان کی نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

مسئلہ: جن اعضا کا چھپانا فرض ہے۔ ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا تو

نماز ہو گئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپالیا تو بھی نماز ہو گئی اور اگر بقدر ایک رکن (یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے) کھلا رہا یا خود کھولا اگرچہ فوراً چھپالیا تو نماز جاتی رہی۔ (ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ: اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا تو نماز ہی شروع نہ ہوئی۔ (در مختار)

(۳) استقبالِ قبلہ: نماز میں قبلہ یعنی کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا۔

مسئلہ: جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو مثلاً بیمار ہے کہ اس میں اتنی طاقت نہیں کہ ادھر رُخ بدلے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جو اس کا منہ کعبہ کی جانب پھیر دے تو ایسی صورت میں جس رُخ نماز پڑھ سکے پڑھ لے، نماز ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: اگر کسی جگہ قبلہ کی شناخت کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو حکم ہے کہ تحرّی کرے یعنی سوچے جدھر قبلہ ہونا دل پر جمے ادھر ہی منہ کرے تو اگر تحرّی کر کے نماز پڑھی، بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی گئی تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ ہاں اگر کوئی جاننے والا موجود ہے، اس سے دریافت نہ کیا یا مسجد و محراب وہاں موجود ہیں ان کا اعتبار نہ کیا یا تارے وغیرہ موجود ہیں اور اس کو اتنا علم ہے کہ ان کے ذریعہ سے معلوم کر لے اور نہ کیا بلکہ اپنی رائے سے خود غور کر کے کسی طرف کو پڑھ لی تو اگر قبلہ ہی کی طرف منہ تھا، ہو گئی ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: نمازی سے قبلہ سے بلا عذر جان بوجھ کر سینہ پھیر دیا اگرچہ فوراً ہی قبلہ کی طرف ہو گیا، نماز فاسد ہو گئی اور اگر بلا ارادہ پھر گیا اور تین تسبیح کی مقدار وقفہ نہ ہوا تو ہو گئی اور اگر منہ قبلہ سے پھیرا تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف منہ کر لے، نماز نہ جائے گی مگر بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (منیۃ المصلی، بحرالرائق)

(۴) وقت: اس کے مسائل اوپر بیان ہو چکے۔

(۵) نیت: تمام کاموں کا دارومدار نیت پر ہے اور نیت دل کے پکے ارادے کو کہتے

ہیں اور نماز میں نیت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس وقت کوئی پوچھے کون سی نماز پڑھی ہے تو فوراً بلا تامل بتادے۔ اگر حالت ایسی ہے کہ سوچ کر بتائے گی تو نماز نہ ہوگی۔

(در مختار

مسئلہ: زبان سے کہہ لینا مستحب ہے مگر زبان سے غلط نکل جائے تو اس کا اعتبار نہیں۔ مثلاً دل میں ظہر کا قصد ہے اور زبان سے عصر کا لفظ نکلا تو ظہر کی نماز ہوگی۔

(در مختار وغیرہ)

مسئلہ: فرض نماز میں فرض کی نیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس خاص نماز کی نیت کرے جو پڑھتا ہے مثلاً ظہر یا عصر کی۔ یوں ہی واجب میں واجب کی نیت کرے اور تراویح میں تراویح کی اور سنتوں میں سنتوں کی۔ ہاں نفل نماز کے لیے مطلق نماز کی نیت کافی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں۔ (در مختار، رد المحتار)

مسئلہ: نیت میں تعداد رکعات کی ضرورت نہیں البتہ فضیلت ہے، تو اگر رکعات کی تعداد میں خطا ہو گئی مثلاً تین رکعات ظہر کی یا چار رکعات مغرب کی نیت کی تو نماز ہو جائے گی۔ (در مختار، رد المحتار)

مسئلہ: فرض و واجب قضا ہو گئے تو ان میں دن اور نماز دونوں کا معین کرنا ضروری ہے۔ مثلاً فلاں دن کی فلاں نماز۔ (در مختار)

مسئلہ: اگر دل میں نماز توڑنے کی نیت کی مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو وہ بدستور نماز میں ہے۔ (در مختار)

اور اگر کوئی ایسا کام کر لیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو نماز گئی۔

(٦) **تکبیر تحریمہ:** یعنی زبان سے اللہ اکبر کہنا۔

مسئلہ: اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ جو خالص تعظیم الٰہی کے الفاظ ہوں مثلاً اللہ اجل یا اللہ اعظم کہا تو نماز تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور گناہ۔

(عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: جن نمازوں میں قیام فرض ہے ان میں تکبیر تحریمہ کے لیے قیام فرض ہے تو اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا پھر کھڑی ہو گئی تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔ (در مختار)

نماز پڑھنے کا طریقہ

باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کر کے کھڑی ہو اور نماز کی نیت کرے (کہ نیت کی میں نے... رکعت نماز... واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف) اور اپنے دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھائے لیکن اپنے ہاتھوں کو دوپٹہ چادر سے باہر نہ نکالے۔ ہاتھ کی انگلیوں نہ بالکل ملائے نہ انہیں پھیلائے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ رکھے۔ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف رکھے اور اللہ اکبر کہتی ہوئی ہاتھ نیچے لائے مگر تکبیر کے وقت سر نہ جھکائے اور تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھ لے۔ یوں کہ بائیں ہتھیلی سینے پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پیٹھ پر داہنی ہتھیلی رکھے اور ثناء پڑھے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

پاک ہے تو اے اللہ! اور میں تیری حمد کرتی ہوں۔ تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھے پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے پھر الحمد شریف پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے۔ اس کے بعد کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے یا ایک آیت کہ تین کے برابر ہو اور الحمد کے بعد اگر اول سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ بھی پڑھ لے ورنہ نہیں۔ اب اللہ اکبر کہتی ہوئی رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر شروع کرے اور رکوع میں پہنچ جائے تو تکبیر ختم کرے اور رکوع کے لیے صرف اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی، بازو پہلو سے چپکے ہوئے اور پاؤں

جھکے ہوئے رکھے۔ مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے اور رکوع میں کم از کم تین با
سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے۔

پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتی ہوئی کھڑی ہو جائے اور رَبَّنَا لَکَ
الْحَمْد کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدہ میں جائے۔ اس طرح کہ پہلے دونوں گھٹ
زمین پر رکھے، پھر دونوں ہاتھ، پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے۔ نہ یوں کہ صرف
پیشانی زمین سے چھو جائے اور ناک کی نوک لگ جائے۔ بلکہ پیشانی اور ناک کی ہڈی
زمین پر جمائے اور سمٹ کر سجدہ کرے، مردوں کی طرح نہیں۔ یعنی بازو کروٹوں سے ما
دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملا دے اور کلائیاں
زمین پر بچھا دے۔ یوں ہی دونوں پیر بھی اور ہتھیلیاں بچھی ہوئی۔۔۔ اور ہاتھ کی انگلیاں
قبلہ کو ہوں اور سجدہ میں کم از کم تین بار یا پانچ بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے۔ پھر سر
اٹھائے اور دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے اور داہنا ہاتھ
داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ان
کے کنارے گھٹنوں کے پاس اور قبلہ کو ہوں پھر "اللہ اکبر" کہتی ہوئی سجدہ کو جائے اور
اسی طرح سجدہ کرے۔

جب دونوں سجدے کر لے تو دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ
رکھ کر اٹھ کھڑی ہو۔ اب جبکہ دوسری رکعت شروع ہوئی، اس میں ثناء (سُبْحَانَکَ
اللّٰھُمَّ اور تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ) نہ پڑھے بلکہ صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
پڑھ کر الحمد شریف پڑھے۔ پھر کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر
پھر اسی طرح رکوع اور سجدہ کرے جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا اور دوسری رکعت کے
دونوں سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد دونوں پاؤں داہنی جانب نکال کر اسی طرح بیٹھ
جائے جس طرح پہلی رکعت میں دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھی تھی اور پڑھے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ	تمام تحیتیں اور نمازیں اور پاکیزگیاں
وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ	اللہ کے لیے ہیں۔ سلام آپ پر اے اللہ
اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ	کے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہ کرے اور اس کو تشہد کہتے ہیں۔ اور جب کلمہ لا کے قریب پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے مگر اسے ہلائے نہیں اور کلمہ الا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کرے۔

اب اگر دو سے زائد رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑی ہو مگر زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھے بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر اٹھے (ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں) اور یہ نماز فرض نماز ہے تو ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانے کی ضرورت نہیں الحمد شریف پڑھنا کافی ہے۔

اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کر دے گی۔ اس میں تشہد کے بعد یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تُو نے درود بھیجی سیدنا ابراہیم پر اور ان کی آل پر بے شک تُو سراہا ہوا بزرگ ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَآ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ

اے اللہ برکت نازل کر سیدنا محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تُو نے برکت نازل کی ہمارے سردار ابراہیم پر اور ان کی آل پر۔ بے شک تُو سراہا ہوا بزرگ ہے۔

سَیِّدِنَآ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ○

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور بے شک تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں ہے تو تو اپنی طرف سے میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم کر بے شک تو ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

یہ دعا یاد نہ ہو تو کوئی اور دعا جو بزرگوں سے نقل ہوتی آ رہی ہے، پڑھے یا پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پھر دائیں شانے (مونڈھے) کی طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے پھر بائیں شانے کی طرف منہ پھیر کر یہی کہے۔ سلام میں اتنا پھیرے کہ اپنا رخسار دکھائی دے۔ سینہ نہ پھرے۔ (درمختار، ردالمحتار، فتاویٰ برہنہ وغیرہ)

فائدہ: نماز پڑھنے کا جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے اس میں بعض چیزیں فرض ہیں کہ اس کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں۔ بعض واجب ہیں کہ جان بوجھ کر ان کا چھوڑنا گناہ اور نماز کا دہرانا واجب۔ اور بھولے سے ہو تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ بعض سنت مؤکدہ ہیں کہ ان کو چھوڑنے کی عادت ڈالنا گناہ ہے اور بعض چیزیں مستحب ہیں کہ کریں تو ثواب نہ کریں تو گناہ نہیں۔ اب ہم علیحدہ علیحدہ تمام چیزوں کا بیان کرتے ہیں، انہیں خوب ذہن نشین کر لیں۔

نماز کے فرائض

سات چیزیں نماز میں فرض ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرأت (۴) رکوع (۵) سجود (٦) قعدۂ اخیرہ اور (۷) خروج بصنعہٖ۔

(۱) تکبیر تحریمہ: درحقیقت یہ نماز کی شرطوں میں ہے، لیکن چونکہ یہ نماز سے بالکل ملی ہوئی ہے، اس لیے اسے فرائض نماز میں شمار کرتے ہیں تو یوں سمجھ لو کہ نماز کی سب شرطیں یعنی (۱) طہارت (۲) استقبالِ قبلہ (۳) سترِ عورت (۴) وقت (۵) نیت، یہ سب چیزیں تکبیر تحریمہ کے لیے شرط ہیں اور تکبیر تحریمہ نماز کے لیے شرط ہے۔ یعنی تکبیر ختم ہونے سے پہلے ان شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر اللہ اکبر کہہ چکی اور ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

(درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: لفظ اللّٰہُ کو آللّٰہ یا اَکْبَرُ کو اَکْبَار کہا تو نماز نہ ہوگی۔ (درمختار)

(۲) قیام: یعنی کھڑا ہونا، کمی کی جانب اس کی حد یہ ہے کہ ہاتھ پھیلائے تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور پورا قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: فرض وتر اور سنتِ فجر میں قیام فرض ہے کہ بلاعذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گی تو نہ ہوگی۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت ہو جب بھی بیٹھ کر نفل پڑھنے کی اجازت ہے، مگر کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے کہ حدیث میں فرمایا ہے "بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز، کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے۔" یعنی ثواب آدھا ملتا ہے۔

(بہارِ شریعت، بحوالہ ردالمحتار)

البتہ قیام اس وقت فرض نہ رہے گا کہ انسان کھڑا نہ ہو سکے، یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑا ہو سکتا ہے مگر اس سے بیماری بڑھتی ہے یا دیر میں اچھا ہو گا، اتنی تکلیف ہو گی کہ برداشت سے باہر ہے، یا کشتی یا جہاز میں سوار ہے اور وہ چل رہی ہے اور چکر آنے کا غالب گمان ہے تو حکم ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو سکتی ہے اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑی ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔

تنبیہہ ضروری: آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا معمولی سی تکلیف ہوئی یا گھر کے کام کاج کی زیادتی کی وجہ سے تکان ہو گئی تو بیٹھ کر نماز شروع کر دی حالانکہ یہی لوگ (مرد ہوں یا عورتیں) دس دس پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ ان مسئلوں سے سبق لیں اور جتنی نمازیں اس طرح پڑھی ہوں، انہیں پھر سے پڑھیں کہ ان پر فرض باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (بہار شریعت)

(۳) قراءت: یعنی قرآن کریم پڑھنا اور قرآن پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام حروف اسی جگہ سے اور اسی طرح ادا کیے جائیں جو ان کے لیے مقرر ہے تاکہ ہر حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہو جائے اور پہچانا جا سکے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا مقرر کیا گیا ہے اس سے یہ مقصد ہے کہ کم از کم آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ہونا ضرور ہے کہ خود سن سکے۔ اگر کسی نے اس قدر آہستہ پڑھا کہ خود بھی نہ سن سکی اور کوئی شور و غل وغیرہ بھی نہیں تو نماز نہ ہو گی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: چھوٹی یا بڑی کسی ایک آیت کا پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں فرض ہے۔ ہاں امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں یہاں تک کہ سورۃ فاتحہ بھی امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (درمختار، عالمگیری وغیرہ)

(۴) **رکوع:** اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں کو پہنچ جائے۔ یہ رکوع کا کم سے کم درجہ ہے اور عورت کے لیے رکوع میں یہی سنت ہے کہ پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: جس شخص کی کمر جھک گئی اور حد رکوع کو پہنچ گئی وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے۔ (عالمگیری)

(۵) **سجود:** یعنی سجدہ کرنا پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور اس کے لیے ناک کی ہڈی کا بھی زمین پر لگانا ضروری ہے اور اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں جما سکتی تو صرف ناک سے سجدہ کرے پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کافی نہیں بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضروری ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ہر رکعت میں دو بار سجدہ فرض ہے تو اگر ایک بار سجدہ کرنا بھول گئی تو نماز جاتی رہی۔ سجدۂ سہو سے بھی یہ کمی پوری نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: کسی نرم چیز مثلاً گھاس روئی، قالین یا کمانی دار گدے وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی خوب جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ (عالمگیری)

ریل کے بعض ڈبوں میں اسی قسم کے گدے (کمانی دار) ہوتے ہیں۔ اس گدے سے اتر کر نماز پڑھنی چاہیے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ: ایسی جگہ سجدہ کیا کہ قدم کی نسبت بارہ انگل سے زیادہ اونچی ہے تو سجدہ نہ ہوا، ورنہ ہوگیا۔ (درمختار)

(۶) **قعدۂ اخیرہ:** یعنی نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی ورسولہ تک پڑھ لی جائے، فرض ہے۔

مسئلہ: چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھی پھر یہ گمان کر کے کہ تین ہی ہوئیں، کھڑی ہوگئی، پھر یاد کر کے کہ چار ہو چکیں، بیٹھ گئی۔ پھر سلام پھیر دیا۔ اگر دونوں بار بیٹھنا مل کر

تشہد کی مقدار ہو گیا تو فرض ادا ہو گیا، ورنہ نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: پورا قعدۂ اخیرہ سوتے میں گزر گیا تو جاگ اٹھنے کے بعد، تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی۔ یوں ہی قیام قرأت رکوع و سجود میں اول آخر تک سوتی ہی رہی تو بیداری کے بعد ان کا پھر سے ادا کرنا فرض ہے ورنہ نماز نہ ہوگی اگرچہ سجدۂ سہو کرے۔ (ردالمحتار)

لوگ اس سے غافل ہیں، خصوصاً تراویح میں خصوصاً گرمیوں میں۔

(بہار شریعت)

مسئلہ: چار رکعت والے فرض میں چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے، نماز ہو جائے گی اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا یا فجر میں دوسری پر نہیں بیٹھی اور تیسری کا سجدہ کر لیا، یا مغرب میں تیسری پر نہ بیٹھی اور چوتھی کا سجدہ کر لیا تو ان سب صورتوں میں فرض نفل ہو گئے لہٰذا اگر چاہے تو مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملا لے تاکہ جوڑا ہو جائے اور اکیلی رکعت نہ رہے۔ ہاں مغرب میں اور نہ ملائے کہ چار پوری ہو گئیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

(۷) خروج بصنعہٖ: یعنی قعدۂ اخیرہ کے بعد قصداً سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہونا۔ سلام کے علاوہ کوئی اور کام قصداً کرے گی تو نماز کا دہرانا واجب ہو گا۔

بلا ارادہ کوئی ایسا کام پایا گیا جو نماز میں نہیں کیا جا سکتا تو نماز باطل ہو گی۔ سرے سے پڑھنا فرض رہے گا۔ (درمختار وغیرہ)

نماز کے واجبات کا بیان

پنج وقتہ نمازوں میں نیچے لکھی ہوئی چیزیں ادا کرنا ضروری ہیں۔ انہیں "واجباتِ نماز" کہتے ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ میں لفظ "اللہ اکبر" کہنا۔

(۲) الحمد پڑھنا۔

(۳) سورت ملانا یعنی فرض نماز کی دو پہلی رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں ایک چھوٹی سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ان کے برابر ایک یا دو آیتیں پڑھنا۔

(۴) الحمد کا سورت سے پہلے ہونا۔

(۵) الحمد اور سورت کے درمیان کسی اور چیز کا فاصل نہ ہونا۔

(۶) قرأت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کرنا۔

(۷) تعدیلِ ارکان یعنی رکوع سجود اور قومہ جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا۔

(۸) قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔

(۹) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔

(۱۰) قعدۂ اولیٰ۔

(۱۱) دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا۔

(۱۲) لفظ السلام دو بار کہنا۔

(۱۳) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

(۱۴) دعائے قنوت سے پہلے لفظ اللہ اکبر کہنا۔

(۱۵) نماز میں سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرنا۔

(۱۶) دو فرض یا دو واجب یا واجب و فرض کے درمیان تین تسبیح کہنے کی مقدار چپ نہ رہنا۔

(۱۷) ہر واجب و فرض کا اسی کی جگہ ہونا۔

(۱۸) فرض، وتر، اور سنت موکدہ میں قعدۂ اولیٰ کے تشہد (التحیات) کے بعد کچھ اور نہ پڑھنا۔

مسئلہ: فرض، وتر اور سنت موکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں اگر تشہد کے بعد اتنا کہہ لیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا تو اگر بھول کر ہو تو سجدۂ

سہو کرے اور قصداً ہو تو نماز دہرائے، اور چار رکعت والے نوافل یا سُنّت غیر موکدہ کے (جیسے عصر اور عشاء سے پہلے کی سنتیں) قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحان اور اعوذ بھی پڑھے کہ یہی مستحب ہے۔ (در مختار)

نماز کی سنتوں کا بیان

(۱) تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا۔ (۲) ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر چھوڑنا۔ (۳) بوقتِ تکبیر سر نہ جھکانا۔ (۴) تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا۔ (۵) تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھ لینا۔ (۶) پہلے سبحان پھر اعوذ باللہ اور پھر بسم اللہ پڑھنا۔ (۷) الحمد کے ختم پر آمین کہنا۔ (۸) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور انگلیاں نہ پھیلانا۔ (۹) رکوع میں کم از کم تین بار سبحان ربی العظیم کہنا۔ (۱۰) رکوع میں جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا۔ (۱۱) رکوع میں صرف اسی قدر جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (۱۲) رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔ (۱۳) سجدے کے لیے اور سجدے سے اٹھنے کے لیے اللہ اکبر کہنا۔ (۱۴) سجدہ میں ہاتھ زمین پر رکھنا۔ (۱۵) کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا۔ (۱۶) سجدہ میں جانے کے لے زمین پر پہلے دونوں گھٹنے ایک ساتھ رکھنا پھر ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی اور سجدہ سے اٹھتے وقت اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔ (۱۷) سمٹ کر سجدہ کرنا۔ (۱۸) دونوں سجدوں کے درمیان مثل تشہد کے بیٹھنا۔ (۱۹) دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا۔ (۲۰) دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہو کر دونوں پاؤں داہنی جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا۔ (۲۱) داہنا ہاتھ داہنی ران پر رکھنا اور بایاں بائیں پر۔ (۲۲) انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنا اور ان کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا۔ (۲۳) شہادت پر اشارہ کرنا (۲۴) تشہد کے بعد قعدۂ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا۔ (۲۵) درود شریف کے بعد عربی میں دعا کرنا، اور بہتر وہ دعائیں ہیں جو بزرگوں سے منقول ہیں۔ (۲۶) السلام

علیکم ورحمۃ اللہ دو بار کہنا، پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف۔ (۲۷) ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد مختصر دعا کرکے سنتوں کے لیے کھڑا ہو جانا ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔ (درمختار، عالمگیری وغیرہ)

نماز کے مستحبات: (۱) قیام میں حالت میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنا۔ (۲) رکوع میں پاؤں کی پیٹھ کی طرف۔ (۳) سجدہ میں ناک کی طرف۔ (۴) قعدہ میں گود کی طرف۔ (۵) پہلے سلام میں داہنے شانے کی طرف۔ (۶) دوسرے میں بائیں طرف۔ (۷) جمائی آئے تو منہ بند کیے رہنا، اگر نہ رکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ رکے تو قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانک لے اور قیام میں نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی پشت سے اور بلاضرورت ہاتھ یا کپڑے سے منہ ڈھانکنا مکروہ ہے۔ (۸) تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے کے اندر رکھنا۔ (۹) جہاں تک بن پڑے کھانسی کو روکنا۔ (۱۰) قیام کی حالت میں دونوں پنجوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا۔

(عالمگیری وغیرہ)

جماعت وامامت کا بیان

مسلمانوں کی اجتماعی عبادتوں کا جو اہتمام شریعت کو منظور ہے اور ان اجتماعی عبادتوں میں جو برکات اور ثمرات پوشیدہ ہیں، ان کا قدرے بیان اوپر گزر چکا ہے۔ اسی سے نماز باجماعت کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیز نماز باجماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے ہر عاقل وبالغ و تندرست پر کہ نماز باجماعت ادا کرنے پر قادر ہے، جماعت کو واجب قرار دیا ہے کہ بلاعذر شرعی، ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادۃ ہے کہ اس کی گواہی نامقبول۔ اسے سخت سزا دی جائے گی۔ اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ (درمختار وغیرہ)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز

باجماعت، تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ اگر یہ نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانے والا جانتا کہ اُس جانے والے کے لیے کیا ہے تو گھسٹتا ہوا حاضر ہوتا۔ (طبرانی)

اس پر بھی جو لوگ باعذر شرعی مسجد میں حاضر نہ ہوں، خصوصاً عشاء و فجر میں، ان کے بارے میں ارشاد ہوا کہ منافقین پر سب سے گراں نماز عشاء و فجر ہے اور اگر جانتے کہ اس میں کیا ہے تو گھسٹتے ہوئے آتے۔ اور بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں۔ پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو، جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ان کے پاس لے کر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر ان پر آگ سے جلادوں۔ (بخاری و مسلم)

اور خاص عورتوں کے بارے میں حکم فرمایا کہ "عورت کا دالان میں نماز پڑھنا، صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں دالان سے بہتر ہے۔" (ابوداؤد)

اسی لیے علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ عورت کا بہ سترِ کامل (خوب اوڑھ لپیٹ کر) و حفظِ شامل (پوری حفاظت کے بندوبست کے بعد) اپنے گھر کے پاس کی مسجد میں، جس میں صلحاء و پارسا، خدا ترس، پرہیزگار مسلمان نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، کسی محرم کے ساتھ ساتھ جانا اور تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور امام کے سلام پھیرتے ہی، دو قدم رکھ کر، اپنے گھر میں واپس آجانا، یہ بھی ممنوع ہے کہ اس سے بھی فتنوں کے پھیلنے کا اندیشہ ہے جبکہ شریعتِ مطہرہ فقط فتنوں سے دور رہنے ہی کا حکم نہیں دیتی بلکہ کلیتاً اس دروازے کو بند کرتی اور شر کے ہر حیلہ و وسیلہ سے یکسر پرکترتی ہے۔

الغرض عورتیں گھر ہی پر، گھر ہی کی چہار دیواری میں، نمازیں ادا کریں، یہی مطلوبِ شرعی ہے۔ عورتوں کو کسی نماز میں، جماعت میں حاضری کی اجازت نہیں بلکہ حاضری ہی جائز نہیں۔ دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ کی نماز ہو یا عیدین، خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں، اور جس گھر میں عورتیں ہی عورتیں ہوں، اس گھر میں مرد کو ان کی امامت ناجائز ہے۔ ہاں اگر ان عورتوں میں اس کی نسبی محارم ہوں (یعنی وہ عورتیں جو از روئے نسب اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں مثلاً بیٹی، بھانجی، بھتیجی وغیرہ) اس کی بی بی ہو، یا

وہاں اور مرد بھی ہوں تو ناجائز نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

ترکِ جماعت کے اعذار

جن مسلمانوں پر نماز باجماعت ادا کرنا شرعاً لازم کیا گیا ہے، ان میں سے اگر کسی کو واقعی ایسا عذر ہو جو شرعاً مقبول ہے اور یہ معذور، تو ایسے عذر کے ہوتے ہوئے جماعت ترک کرنے میں انشاء اللہ اس پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ مثلاً:

(۱) وہ ایسا مریض ہے جسے مسجد تک جانے میں مشقت اور ناقابلِ برداشت تکلیف ہو۔ (۲) وہ اپاہج ہے۔ (۳) اس کا پاؤں کٹ گیا ہے۔ (۴) وہ فالج زدہ ہے۔ (۵) اتنا بوڑھا ہے کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے۔ (۶) وہ نابینا ہے، اگرچہ کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے۔ (۷) راستہ میں سخت کیچڑ حائل ہے۔ (۸) سخت بارش ہو رہی ہے۔ (۹) سخت سردی پڑ رہی ہے۔ (۱۰) سخت تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ (۱۱) آندھی کا زور ہے۔ (۱۲) مال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۱۳) قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے۔ (۱۴) ظالم کا خوف غالب ہے۔ (۱۵) پاخانہ پیشاب ریاح کی شدید حاجت ہے۔ (۱۶) کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہے کہ نماز پڑھنے جائے گا تو دل ادھر ہی پڑا رہے گا۔ (۱۷) قافلہ والوں یا ہمراہیوں کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ (۱۸) یہ خود تو مریض نہیں مگر مریض کا تیماردار ہے کہ جماعت کے لیے جانے سے اس مریض کو تکلیف ہو گی اور گھبرائے گا۔ غرض کوئی ایسا عذرِ شرعی قابلِ قبول پایا جائے تو جماعت ترک کرنے کا الزام نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

امام کسے بنایا جائے؟

ہر مسلمان جانتا ہے اور نہیں جانتا تو اب جان لے نماز اہم العبادات اور افضل ارکانِ اسلام ہے اور اس کے لیے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ نماز ایک عظیم حکمِ شرعی

ہے، احکامِ شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔ عقلِ سلیم اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جسے امام بنائیں، اسے دیکھ لیں کہ امامت کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جسے چاہا، امام بنا لیا اور لگے اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنے۔ سیّد المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر تمہیں خوش آئے کہ خدا تمہاری نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں، کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان۔" اور جب امام سفیر ہے اور مقتدیوں کی نمازیں اس کی نماز سے وابستہ ہیں تو ضروری ہے کہ وہ امامت کا اہل ہو۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ:

(۱) امام صحیح العقیدہ خالص سنی ہو۔ بدمذہب، بدعقیدہ مثلاً وہابی دیوبندی نہ ہو کہ جب خود ان کی نماز، نماز نہیں تو ان کے پیچھے نماز، کب نماز ہوگی۔ تو آج کل کے عام رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی، غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے۔

(۲) صحیح العمل ہو، فاسق علی الاعلان نہ ہو، یعنی کبھی کوئی گناہ اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو، کسی گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو۔ نہ گناہِ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو کہ صغیرہ بھی عادت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور جو داڑھی حد شرع سے کم کراتا ہو، وہ فاسق معلن ہے۔

(۳) صحیح القراءۃ ہو یعنی قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں اور فاسد ہو جائیں اور اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے تو خود اس کی اپنی نہ ہوگی۔

(۴) نماز کے فرائض و واجبات اور مفسدات و مکروہات سے واقف ہو، ورنہ جو شخص مسائلِ نماز سے جاہل ہو، اس کی امامت میں احتمال قوی، نماز کے فساد و خرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوں گی جس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا اس میں نقصان آئے گا اور وہ اپنی جہالت و ناواقفیت کے سبب ان پر مطلع نہ ہوگا اور ان کی اصلاح نہ کر سکے گا تو یہ خود بھی ڈوبے گا، دوسروں کو بھی لے ڈوبے گا۔ یہ بھی بے نمازی کا بے نمازی رہا اور مقتدیوں پر بھی ترک نماز کا وبال آیا۔ اور جان بوجھ کر ہو تو اس

مداہنت اور حکمِ شرعی میں سہل انگاری و بے احتیاطی کے باعث یہ وبال اور شدید تر۔

(۵) تمام مسلمان آگاہ رہیں کہ علمائے دین (کہ حقیقتاً علمائے اہلسنّت و جماعت ہیں) یہ ہی حضور سیّد العالمین صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین کے نائبین ہیں نہ کہ جہال۔ تو امامتِ خاص حق، علمائے اہلسنّت ہی کا ہے۔ انہیں کو امام بنایا جائے اور انہیں کی اقتداء کی جائے اور انہیں کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو وابستہ کیا جائے۔ انہیں کے حق میں وارد کہ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ۔ علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور ہدایہ میں ہے کہ "جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی۔"

(۶) تو عالم متقی سنی، خدا ترس کے پیچھے نماز، عطر قبول میں ڈوبی ہوئی اور انشاء اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے مشرف نماز ہے۔ مسلمان کو شش کریں کہ یہ نعمت ان کے ہاتھوں سے نہ جانے پائے۔ یہ سہل انگاری کا موقع نہیں۔ اہم العبادات کا معاملہ ہے جس کی پُرسش، کل بروزِ قیامت، تمام اعمال سے پیشتر ہوگی۔

تنبیہہ جلیل

زمانۂ خلافتِ مسلمین میں امراء و سلاطین، خود امامت کرتے اور حضور عالِم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساق و فجار، کھلے بندوں نافرمانیوں کے مرتکب اور ناکردنیوں میں منہمک بھی ہوں گے اور معلوم تھا اہلِ صلاح، نیکوکار مسلمانوں کے قلوب ان کی ناگفتنی حرکات کی بنا پر تنفر کریں گے۔ ان کی طرف، ان کے دلوں کا میلان ہونا کجا، نفرت سے بھرپور رہیں گے اور معلوم تھا کہ ان سے اختلاف، ان کی امامت سے نزاع و خلاف، آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے اور دنیاوی فتنوں کو بھڑکانے والا ہوگا اور دفعِ فتنہ کہ فتنے پھیلنے نہ پائیں، فاسق و فاجر کی اقتداء ترک کرنے اور ان کی اقتداء میں نماز ادا نہ کرنے سے اہم و اعظم تھا، لہٰذا دروازۂ فتنہ بند کرنے کے لیے ارشاد ہوا کہ صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّفَاسِقٍ۔ یعنی نماز ہر نیک و بد کے پیچھے پڑھ لو۔ اور یہ قول مبارک اس باب سے ہے کہ "جو شخص دو بلاؤں میں گھ جائے

کہ۔ (دو میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہو جائے) تو وہ اسے اختیار کرے جو ان دونوں میں سے زیادہ سہل الحصول ہو۔"

اس قول مبارک کو ہر دور، ہر قرن، اور ہر حال میں بطور قاعدۂ کلیہ کے استعمال کرنا، فقہائے کرام کے اس قول کے صریح خلاف ہے کہ فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور مکروہِ تحریمی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نماز تو فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے مگر معلن کے پیچھے مکروہِ تحریمی اور غیر معلن کے پیچھے مکروہِ تنزیہی ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ملخصاً)

مسلمان ہرگز ایسے کو امام نہ بنائیں جو

(۱) صحیح العقیدہ سنی نہ ہو اور جو سینوں میں سنی، وہابیوں میں وہابی بنتا ہو، وہ وہابی بھی ہے اور منافق بھی۔ (۲) یوں ہی جس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہو کہ سنی ہونے کے باوجود بدمذہبوں، بدعقیدوں سے یارانہ مناتا، ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہو۔ (۳) یا جو نیاز، درود، فاتحہ، صلوٰۃ و سلام اور قیام و میلاد کا منکر ہو۔ (۴) یا ان سے جی چرائے حیلوں بہانوں سے جان چھڑائے کہ آج کل ان اطراف میں، ان امور کا انکار خاص وہابیہ کا شعار ہے اور وہابیت مردود، اور ان امور کو علی الاعلان بدعت و ناجائز کہنے والے تو ہیں ہی وہابی۔ (۵) یا جو دریافت کرنے پر بھی اپنا عقیدہ مذہب نہ بتائے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کے دین میں کچھ فساد ہے، ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے۔ تو ایسوں کی کسی نماز میں (اگرچہ تراویح ہو) اقتداء ہرگز نہ کی جائے کہ بطلان نماز کا احتمالِ قوی ہے۔ (۶، ۷، ۸) یونہی وہ بھی لائق امامت نہیں جو داڑھی منڈائے یا خشخشی رکھے یا کتروا کر حد شرع سے کم کرے۔ (۹) یا سر کے بال کندھوں کے نیچے عورتوں کی طرح رکھے۔ (۱۰) یا ناچ رنگ سنیما تھیٹر دیکھے۔ (۱۱) یا بلاعذر شرعی رمضان کے روزے نہ رکھے۔ (۱۲) یا جماعت کا پابند نہ ہو۔ (۱۳) یا نماز قضا کرے۔ (۱۴) یا بُری عادتوں سے متہم ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں۔ (۱۵) یا جو کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا پہنچائے۔ (۱۶) یا گالی گلوچ کرتا پھرے۔ (۱۷) یا جس کے گھر کی عورتیں بے پردہ پھریں

اور ان احوال سے واقف ہونے کے باوجود حسبِ مقدور کامل بندوبست نہ کرے۔ (۱۸) یا کوٹ پینٹ میں ملبوس۔ (۱۹) یا فیشن زدہ سا پھرے۔ (۲۰) یا بازاروں میں علانیہ کھائے پیے۔ (۲۱) غرض جسے احکامِ شرع کا لحاظ پاس اور احترام نہ ہو، وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں۔

نماز کے بعد کے ذکر و دعا

(۱) ہر نماز کے بعد تین بار استغفار کرے اور آیت الکرسی اور تینوں قل (الاخلاص، الفلق، الناس) ایک ایک بار پڑھیں۔

(۲) سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ اَللّٰھُمَّ اذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ اور ہاتھ کھینچ کر ماتھے پر لائے۔

(۳) سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کے بعد ان کلموں کے کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔

نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان

مسئلہ: کسی بھی قسم کی بات چیت کرنا اگرچہ بھول سے ہو یا کسی کے مجبور کر دینے سے ہو، اگرچہ ایک آدھ بات ہی کیوں نہ ہو، نماز فاسد کر دیتا ہے (در مختار)

مسئلہ: کسی شخص کو سلام کیا یا زبان سے سلام کا جواب دیا، یا کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہا یا جواب کی نیت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا یا خوشی کی خبر سن کر جواب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا یا بری خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا یا اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جَلَّ جَلَالُہٗ کہا یا حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و آلہ وسلم کا نام سن کر درود شریف پڑھا یا اذان کا جواب دیا۔ شیطان کا ذکر سن کر اس پر لعنت بھیجی یا نماز میں دنیا کی باتوں کا خیال آیا اور وسوسہ دور کرنے کے لیے لاحول پڑھی تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری، درمختار وغیرہ)

مسئلہ: آہ، اوہ، اف، تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے روئی اور حرف پیدا ہوئے یا بلاوجہ کھنکارنے میں دو حروف ظاہر ہوئے تو ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: بیمار کی زبان سے بے اختیار آہ، اوہ نکلی نماز فاسد نہ ہوئی۔ یوں ہی چھینک، کھانسی، جماہی، ڈکار، میں جتنے حروف مجبوری میں نکل جاتے ہیں وہ معاف ہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: نماز کے اندر کھانا پینا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، تھوڑا ہو یا زیادہ، یہاں تک کہ اگر تل بغیر چبائے نگل گئی یا کوئی بوند اس کے منہ میں گری اور اس نے نگل لی تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: دانتوں کے اندر کھانے کی کوئی چیز رہ گئی تھی، اس کو نگل گئی اگر چنے سے کم ہے، نماز فاسد نہ ہوگی، مکروہ ہوئی اور چنے کے برابر ہے تو فاسد ہو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: دانتوں سے خون نکلا اور نگل گئی، اگر حلق میں خون کا مزا محسوس ہوا تو نماز فاسد ہو گئی، ورنہ نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: عورت نماز پڑھ رہی تھی، بچے نے اس کی چھاتی چوسی، اگر دودھ نکل آیا تو نماز جاتی رہی۔ (درمختار)

مسئلہ: عورت نماز میں تھی، مرد نے بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگایا، نماز جاتی رہی اور مرد نماز میں تھا اور عورت نے ایسا کیا تو نماز فاسد نہ ہوئی، جب تک مرد کو شہوت نہ ہو۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ یعنی یوں کہ کھجا کر

ہاتھ ہٹالیا، پھر کھجایا، پھر ہاتھ اٹھایا، علیٰ ہذا القیاس۔ اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: پے در پے تین بال اکھاڑے یا تین جوئیں ماریں یا ایک ہی جوں کو تین بار مارا تو نماز جاتی رہی اور پے در پے نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، مگر مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: تکبیر میں اَللّٰہُ کو اَللّٰہُ یا اَکْبَرُ کو اَکْبَارُ کہا تو نماز فاسد ہوگئی اور تحریمہ میں ایسا ہوا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔ (درمختار وغیرہ)

وہ چند چیزیں جو نماز میں مکروہِ تحریمی ہیں

مکروہ تحریمی کسے کہتے ہیں؟ یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ اب ان چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے جن سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے۔ ایسی نماز کو دہرانا ضروری ہے ورنہ گناہ سر پر رہے گا:

(۱) کپڑے یا بدن کے ساتھ کھیلنا۔ (۲) کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدے میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا کہ مٹی نہ لگے۔ (۳) کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ (۴) آدھی کلائی سے زیادہ آستین چڑھی ہوئی ہونا۔ (۵) زور کا پیشاب پاخانہ معلوم ہوتے وقت نماز پڑھنا۔ (۶) انگلیاں چٹکانا یا انگلیوں کی قینچی باندھنا۔ (۷) کمر پر ہاتھ رکھنا۔ (۸) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ (۹) نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا۔ (۱۰) ناک اور منہ کو چھپانا۔ (۱۱) بے ضرورت کھنکار نکالنا۔ (۱۲) قصداً جماہی لینا۔ (۱۳) جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو، اسے پہن کر نماز پڑھنا۔ (۱۴) نمازی کے آگے یا دائیں یا بائیں یا سر پر چھت وغیرہ میں یا سجدہ کی جگہ جاندار کی تصویر ہونا یا پیچھے ہی ہونا۔ (۱۵) الٹا قرآن مجید پڑھنا۔ (۱۶) کسی واجب کو چھوڑ دینا مثلاً قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلے جانا۔ (۱۷) قیام کے علاوہ کسی اور جگہ قرآن کریم پڑھنا۔ (۱۸) رکوع میں قرأت ختم کر دینا۔ (۱۹) الٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری، بہارِ شریعت)

چند وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ تنزیہی ہیں

مکروہِ تنزیہی وہ فعل ہے جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، لہٰذا بچنا ہی چاہیے کہ ثواب میں کمی نہ ہو۔

(۱) سجدہ یا رکوع میں بلاضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔ حدیث میں اسی کو مرغ کی سی ٹھونگ مارنا فرمایا۔ ہاں اگر وقت تنگ ہے یا ریل چلے جانے کا خوف ہے، تو حرج نہیں۔ (۲) کام کاج کے میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ (۳) نماز میں انگلیوں پر آیتوں وغیرہ کا گننا۔ (۴) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔ (۵) بلاعذر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔ (۶) دامن یا آستین سے اپنے کو ہوا پہنچانا جب کہ دو ایک بار ہو اور پنکھا جھلا تو نماز جاتی رہی۔ (۷) انگڑائی لینا اور خواہ مخواہ کھانسنا یا کھنکارنا (۸) نماز میں تھوکنا۔ (۹) فرض کی ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت کو بار بار پڑھنا اور عذر سے ہو تو حرج نہیں مثلاً بھولے سے پڑھ گئی۔ (۱۰) سجدہ کو جاتے وقت گھٹنے سے پہلے ہاتھ زمین پر رکھنا یوں ہی سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا بلاعذر ہو تو مکروہ ہے۔ (۱۱) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ، بِسْمِ اللّٰہِ، سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ اور آمین زور سے کہنا۔ (۱۲) بغیر عذر دیوار یا لاٹھی وغیرہ پر ٹیک لگانا۔ (۱۳) آستین کو بچھا کر سجدہ کرنا تاکہ چہرے پر خاک نہ لگے اور گرمی سے بچنے کے لیے ایسا کیا تو حرج نہیں۔ (۱۴) دائیں بائیں جھومنا۔ (۱۵) اٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اٹھانا۔ (۱۶) منہ میں کوئی چیز مثلاً پیسہ لیے ہوئے نماز پڑھنا اور اگر ایسی چیز ہے کہ اس کے ہوتے قرأت نہیں کر سکتی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱۷) آنکھیں بند رکھنا۔ ہاں اگر آنکھیں بند کر لینے سے نماز میں دل لگے تو بند کرنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (۱۸) مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا۔ (۱۹) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ دل بٹے۔ (۲۰) جلتی ہوئی آگ نمازی کے سامنے ہونا اور لالٹین یا چراغ وغیرہ ہو تو کراہت نہیں۔ (۲۱) سامنے پاخانہ، نجاست وغیرہ کا ہونا۔

(درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہا)

نمازِ وتر کا بیان

نماز وتر واجب ہے اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض کے ہے تو اگر نماز وتر کسی طرح چھوٹ گئی تو اس کی قضا واجب ہے اور جب قضا پڑھے تو اس میں دعائے قنوت بھی پڑھے خواہ کوئی سی دعا ہو، البتہ قضا میں دعائے قنوت سے پہلے تکبیر کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے۔ جب کہ اوروں کے سامنے پڑھے کہ وہ اس کی تقصیر سے واقف ہوں گے۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ: وتر کی نماز بیٹھ کر بغیر عذر نہیں ہو سکتی۔ (دُرمختار)

مسئلہ: نماز وتر تین رکعت ہے اور اس کی ہر رکعت میں الحمد پڑھنا اور اس کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے۔

مسئلہ: وتر کے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑی ہو جائے، نہ درود شریف پڑھے نہ سلام پھیرے، جیسے مغرب کے فرض پڑھتے ہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کاندھوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے ہیں، پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں۔ (ردالمحتار)

جسے دعائے قنوت یاد نہ ہو اسے یاد کرنا چاہیے کہ خاص اس کا پڑھنا سُنّت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آئے تو صرف یارب تین بار کہہ لے، واجب ادا ہو جائے گا۔ یونہی قل ھواللہ شریف پڑھنے سے بھی واجب ادا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سنتوں اور نفل نمازوں کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان بندہ اللہ کے لیے ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا، چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد اور دو بعد مغرب اور دو بعد عشاء اور دو نماز فجر سے پہلے۔ (مسلم شریف وغیرہ)

مسئلہ: جو سنتیں چار رکعتی ہیں، مثلاً ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں گی یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں، ورنہ سنتیں ادا نہ ہوں گی۔ یونہی اگر چار رکعت کی منت مانی اور دو دو کر کے چار پڑھیں تو منت پوری نہ ہوئی بلکہ ضروری ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چاروں پڑھے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: جو سنت موکدہ چار رکعتی ہیں اس کے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے، اگر بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرے اور ان سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لیے کھڑی ہو تو سبحانک اللھم اور اعوذ بھی نہ پڑھے اور ان کے علاوہ اور چار رکعت والی سنت غیر موکدہ یا نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحانک اللھم اور اعوذ بھی پڑھے، یہ پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: نفل بیٹھ کر پڑھے تو اس طرح بیٹھے جیسے تشہد میں بیٹھتے ہیں، اور قرأت کی حالت میں سینے پر ہاتھ باندھے جیسے قیام میں باندھتے ہیں، مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا: "بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز، کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے۔" وتر کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: تراویح بالاجماع سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا ترک جائز نہیں اور تراویح کی بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: تراویح بیٹھ کر پڑھنا بلاعذر ہو تو مکروہ ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک ہوگی ہی نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: عورتیں سورتوں سے تراویح پڑھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ الم ترکیف سے آخر تک دوبارہ پڑھیں کہ بیس رکعت پوری ہو جائیں گی اور رکعتوں کی گنتی بھی یاد رکھنی نہیں پڑے گی اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد اگر قل ھو اللہ پڑھی تو یہ بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار)

قضانماز کابیان

مسئلہ: سوتے میں یا بھولے سے نماز قضا ہوگئی تو اس کی قضا پڑھنا فرض ہے۔ بیدار ہونے یا یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اسی وقت پڑھ لے۔ اب دیر لگانا مکروہ ہے اور گناہ کا باعث ہے اور یہ اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز جاتی رہے گی تو بلا شرعی ضرورت کے اسے رات میں دیر تک جاگنا منع ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: کوئی سو رہا ہے یا نماز پڑھنا بھول گیا ہے تو جسے معلوم ہو اس پر واجب ہے کہ سوتے کو جگادے اور بھولے کو یاد دلادے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: جو نماز جیسی قضا ہوئی اس کی قضا ویسی ہی پڑھی جائے گی مثلاً سفر کی چار رکعتی نماز دو ہی رکعت پڑھی جائے گی اگرچہ سفر ختم ہوگیا ہو اور اقامت کی چار رکعت والی چار ہی پڑھی جائیں گی اگرچہ سفر میں قضا پڑھے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض و وتر میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر پڑھے پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء اور پھر وتر پڑھے۔ مثلاً ظہر کی قضا ہوگئی تو فرض ہے کہ اسے پڑھ کر پھر عصر پڑھے یا وتر قضا ہوگیا تو اسے پڑھ کر فجر پڑھے۔ اگر یاد ہوتے ہوئے عصر یا فجر کی پڑھ لی تو ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زیادہ ہو جائیں تو ان میں ترتیب ضروری نہیں، اسے اختیار ہے کہ ان میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے اور جو چاہے پیچھے، بلکہ قضا نمازوں اور وقتی نمازوں میں بھی ترتیب کی حاجت نہیں رہتی، ان میں بھی اختیار ہے کہ جو پہلے پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: قضا نماز یاد نہ رہی اور وقتیہ پڑھ لی، پڑھنے کے بعد یاد آئی تو وقتیہ نماز ہو گئی اور پڑھنے میں یاد آئی تو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ: یہ اندیشہ ہے کہ اگر قضا نماز پڑھی تو وقتی نماز فوت ہو جائے گی تو پہلے وقتیہ نماز پڑھے پھر قضا پڑھے۔ (ہدایہ وغیرہ)

مسئلہ: ایک نماز قضا ہو گئی، اس کے بعد حیض آگیا تو حیض سے پاک ہو کر پہلے قضا پڑھ لے پھر وقتی پڑھے، اگر قضا یاد ہوتے ہوئے وقتی پڑھے گی، نہ ہو گی جب کہ وقت میں گنجائش ہو۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں، یعنی جس وقت نفل پڑھنا ہے، انہیں چھوڑ کر ان کے بدلے قضا نمازیں پڑھے تاکہ بری الذمہ ہو جائے لیکن سنت مؤکدہ کو نہ چھوڑے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: قضا میں نیت یوں کرنی چاہیے کہ "نیت کی میں نے پہلی فجر کی (یا پہلی ظہر یا عصر کی) جو مجھ سے قضا ہوئی اور جس پر قضا نمازیں بہت سی ہوں کہ گنتی یاد نہیں، وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کی بجائے صرف ایک بار کہے مگر تسبیح پوری ہو جانی چاہیے۔ دوسری آسانی یہ ہے کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلی جائے اور تیسری آسانی یہ ہے کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ اللھم صلی علی محمد وآلہ کہہ کر سلام پھیر دے اور وتروں میں آسانی کی ایک

صورت یہ بھی ہے کہ تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہہ لے۔ (فتاویٰ رضویہ)

پردہ سے متعلق چند آیات واحادیث

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ--- (اِلٰی قَوْلِهٖ تعالٰی) لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

ان آیاتِ کریمہ سے حسبِ ذیل احکام معلوم ہوئے:

(۱) ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اپنی نظریں نیچی رکھیں کہ مردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں سے علیحدہ رہے۔

(۲) مرد اور عورتیں اپنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس حکم کے تحت زناکاری کے علاوہ اور بھی سارے طریقے ناجائز شہوت رانی اور بدکاری و بدنظری کے آ گئے۔ عاشقانہ افسانے اور ڈرامے، بے حیائی کے مناظر دکھانے والے تھیٹر اور سینما، خیالات و جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی تصویریں وغیرہ سب اس کے تحت میں آجاتی ہیں۔

(۳) عورتیں اپنا سنگھار، خواہ وہ جسم کا ہو یا متعلقات جسم کا، کسی اجنبی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ اس کے تحت ہر وہ چیز آجاتی ہے جو غیروں کے لیے شوق و رغبت کا باعث ہو۔ مثلاً حُسنِ صورت، خوش خرامی، لباس، خوشبو، پوڈر، غازہ وغیرہ، کیونکہ اس سے میلانِ طبع پیدا ہوتا ہے اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ شرافت نسوانی کے خلاف ہے۔ چہرے کا کھلا رکھنا اسی میں داخل ہے کہ چہرہ کھلا ہونا فتنوں کو دعوت دینا ہے۔

(۴) عورتیں اپنی زینت غیر مردوں پر ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ سر اور سینہ دو مقام خاص طور پر

زینت کے ہیں۔ ان کے ڈھانپنے کا اور زیادہ اہتمام رکھیں۔ اس سے بہت سے فتنوں کی جڑ کٹ جاتی ہے اور اس زینت میں قدرتی یا مصنوعی ہر وہ چیز داخل ہے جو عورت کی جانب رغبت اور التفات بڑھائے۔

(۵) عورتیں چلتے وقت زمین پر اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا اندرونی زیور معلوم ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ آواز جو رغبت اور دلکشی کا باعث ہو ممنوع ہے، بجنے والے زیور مثلاً پازیب یا جھانجن پہن کر زمین پر زور زور سے پاؤں رکھنا اسی میں داخل ہے۔ اسی لیے چاہیے کہ عورتیں باجے اور جھانجن نہ پہنیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں کرتا، جس کی عورتیں جھانجن پہنتی ہیں۔ اس سے سمجھنا چاہیے کہ جب زیور کی آواز دعا قبول نہ ہونے کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی تباہی کا باعث ہوگی۔ ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	اے غیب کی خبر دینے والے محبوب!
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ	آپ اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں اور
یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ	مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے
جَلَابِیْبِهِنَّ۔	اوپر چادر (یا برقع) ڈال لیا کریں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شریف عورتیں وہ ہیں کہ جب گھر سے کسی ضرورت کے باعث قدم باہر نکالیں تو ان کا سارا جسم کسی چادر یا برقع سے سر سے پاؤں تک چھپا رہنا چاہیے۔ اس قسم کے سارے احکام کا حاصل یہ ہے کہ عورت اپنی وضع قطع اور لباس سے شریف عزت دار بی بی معلوم ہو کہ جس عورت کی چال ڈھال سنجیدہ اور شریفانہ ہوتی ہے۔ آوارہ گردوں اور لفنگوں اور بدمعاشوں کو بھی اسے چھیڑنے کی جرأت مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ ایسے فیشن پر لعنت جو زمانۂ جاہلیت کی طرح عورتوں کو نیم برہنہ اور ننگا کر دے۔

احادیثِ کریمہ: اس بارے میں بہ کثرت آئی ہیں، مختصراً ہم چند احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حصہ نہیں بجز اس کے کہ مجبور ہوں۔

(طبرانی)

(۲) عورت، عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔ یعنی اسے دیکھنا شیطانی کام ہے۔ (ترمذی)

(۳) دیکھنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر گئی، اللہ کی لعنت۔ یعنی دیکھنے والا، جب بلا عذر شرعی قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے آپ کو قصداً دکھائے۔ (بیہقی)

(۴) جب مرد، عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(ترمذی)

(۵) عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ دیور موت ہے۔ یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کہ یہاں فتنہ کا زیادہ احتمال ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۶) ایک مرد دوسرے مرد کی ستر کی جگہ نہ دیکھے اور نہ عورت، دوسری عورت کی ستر کی جگہ دیکھے۔ (مسلم)

(۷) ایسا نہ ہو کہ عورت دوسری عورت کے ساتھ رہے، پھر اپنے شوہر کے سامنے اس کا حال (اس طرح) بیان کرے گویا یہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری)

(۸) عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا تہہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

(۹) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لیے کون سی بات سب سے بہتر ہے۔ اس پر تمام صحابہ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے واپس آکر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورتوں کے لیے سب سے بہتر کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہ وہ غیر مردوں کو دیکھیں، نہ غیر مرد انہیں دیکھیں۔ مولیٰ علی نے یہ جواب حضور سے عرض کیا۔ (آپ اس جواب سے اس درجہ مسرور ہوئے کہ) ارشاد فرمایا (کیوں نہ

ہو) وہ میری لخت جگر ہیں۔ (دار قطنی)

(۱۰) حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ (کہ دونوں ازواج مطہرات سے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں، اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا صحابی ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے اور اندر آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ان دونوں سے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ تو نابینا ہیں، ہم کو تو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تم بھی نابینا ہو، کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ (ابوداؤد)

(۱۱) زنانوں کو اپنے گھر سے نکال باہر کرو۔ (ابن ماجہ)

(۱۲) ہمارے گروہ سے نہیں وہ عورت کہ مردوں کی وضع قطع اختیار کرے اور نہ وہ مرد جو عورتوں کی طرح رہے۔ (امام احمد)

پردے کے متعلق چند احکام

(۱) کافر عورت شریعت میں اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔ گھروں میں کافر عورتیں آتی جاتی رہتی ہیں اور مسلمان بیبیاں ان کے سامنے بے حجاب، مواضع ستر، سر و سینہ وغیرہ کھولے ہوئے آجاتی ہیں، اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اکثر دائیاں کافر ہوتی ہیں اور وہ بچہ جنانے کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ اگر مسلمان دائیاں مل سکیں تو کافرہ سے ہرگز یہ کام نہ لیا جائے کہ کافرہ کے سامنے اعضاء کو کھولنے کی اجازت نہیں۔ (عالمگیری)

(۲) صالحہ نیک اور شریف عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے کو بدکار فاحشہ عورت کے دیکھنے سے بچائے اگرچہ وہ مسلمان ہو۔ اس کے سامنے دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے کیونکہ وہ اسے دیکھ کر دوسرے مردوں کے سامنے اس کی شکل و صورت کا ذکر کرے گی۔ جس سے فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے تو ایسی عورتیں، پاک دامنوں میں آئیں ہی کیوں۔ (عالمگیری)

(۳) عورت کسی اجنبی مرد کے جسم کو نہ چھوئے جب کہ دونوں میں سے کوئی جوان

ہو۔ اگرچہ اس بات کا دونوں کو اطمینان ہو کہ شہوت پیدا نہیں ہوگی۔ (عالمگیری)

بعض جوان عورتیں اپنے پیروں کے ہاتھ پاؤں دباتی ہیں اور ان میں اکثر دونوں یا ایک حدِ شہوت تک پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا کرنا ناجائز ہے اور دونوں گناہگار۔

(بہارِ شریعت)

(۴) بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں، جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان یا پیٹ اور پیٹھ نظر آتی ہے اور بدن کی رنگت جھلکتی ہے۔ ایسے موقع پر کہ اجنبی مردوں کی نظر ان پر پڑے۔ اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز ہیں۔

(عالمگیری)

(۵) اگر بہ ضرورت غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کریں کہ لہجہ میں نزاکت نہ آئے اور بات میں لوچ نہ آئے۔ بات نہایت سادگی سے کی جائے۔ عفت مآب خواتین کے لیے یہی شایاں ہے۔ (قرآن)

اللہ اللہ کہاں تو یہ تاکیدیں اور احتیاطیں اور کہاں یہ تفریح گاہوں، عام راہوں، مخلوط جلسوں، ملے جلے جلسوں میں عورتوں کی آمد و رفت اور بے حجابانہ مٹر گشت، کہاں تو شریعت مطہرہ کی یہ تاکید کہ عورت ہلکی خوشبو استعمال کرے کہ تیز خوشبو سے خواہ مخواہ غیر مرد اس کی جانب متوجہ ہوں گے اور کہاں بے باکی و خود نمائی کی یہ نمائشیں کہ آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلے یا پنڈلی کا کھلا رہنا تو گویا کوئی عیب ہی نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا، نمائش کا شوق بڑھا تو دوپٹہ شانوں سے ڈھلکا ہوا۔ کریب یا جالی یا باریک ململ یا نازک وائل یا اور ایسے ہی کپڑوں کا لباس کرتے قمیص، جمپر فراک جس سے بدن کی رنگت چمکے اور اسی حالت میں ان کا غیروں میں جانا، اجنبیوں میں پھرنا، غیر مردوں کے ساتھ بازاروں اور عام گزر گاہوں میں خرید و فروخت کرنا۔ کہاں تو عورتوں کا اپنے محلہ کی مسجد میں، گھر کے دروازے پر، ادائیگی نماز کے لیے دو قدم کے فاصلے پر جانا ممنوع و ناجائز اور کہاں آج سیر تماشے باجے تاشے کی محفلوں میں مجلسوں میں بڑھتی ہوئی بے حیائیاں اور پروان چڑھتی آوارگیاں، کہاں تو حدیث میں غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر، جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر اپنے مکانوں کی نسبت آیا کہ "عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو کہ

نامحرموں کی نظریں ان پر یا ان کی نظریں ان پر پڑیں گی، اور کہاں سینما، تھیٹر، پاپ گھر اور پارکوں، کلبوں میں یہ عریانیاں اور بدلحاظیاں ۔

خیالی روشنی، روشن خیالی آج کل کی ہے
دلوں سے سلب اس نے کر لیا ہے نُورِ ایمانی

اسی سلسلے میں ایک حدیث اور سن لیں اور اسے ہمیشہ یاد رکھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے، دوزخیوں میں دو گروہ ہیں۔ ایک ان میں سے ان عورتوں کا ہے جو (ظاہر میں تو) کپڑے پہنتی ہیں مگر (حقیقت میں) ننگی ہیں۔ یعنی اس قدر باریک اور ایسی لاپرواہی سے کپڑے استعمال کرتی ہیں کہ ان کا بدن چمکتا ہے اور کہیں سے کھلا ہوتا ہے، کہیں سے چھپا ہوا۔ آپ بھی دوسرے مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں (کہ بناؤ سنگھار کر کے دوسروں کا دل لبھاتی یا سر سے دوپٹہ اتار ڈالتی ہیں تاکہ دوسرے مرد ان کا چہرہ وغیرہ دیکھیں) اور مٹک مٹک کر چلتی ہیں۔ (تاکہ دوسروں کو فریفتہ اور اپنی طرف مائل کریں) یہ عورتیں ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوں گی اور جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔ حالانکہ جنّت کی خُوشبو بہت دور سے معلوم ہو جاتی اور دور دور تک پھیلتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

شوہر کے حقوق

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔

آیت کریمہ میں تین باتیں بیان فرمائی گئیں جو خانگی نظام زندگی کے لیے سنگ بنیاد اور بطور اصل کے بیان ہوئی ہیں اور جس کا لحاظ شوہر و بیوی دونوں کو یکساں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویاں تمہاری ہی ہم جنس مخلوق ہیں، تمہاری ہی طرح پیدا کی گئی ہیں، تمہاری جیسی خواہش، جذبات اور احساسات ان میں بھی موجود

ہیں، بے روح مخلوق اور بے حس جسم نہیں۔

(۲) ان کی پیدائش کا منشا یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے لیے سرمایۂ راحت و تسکین ہیں۔ تمہارے لیے سکونِ قلب کا باعث ہیں، تمہارے درد کا درماں اور تمہارے غم کا مداوا ہیں، تمہارے لیے پیدا کی گئی ہیں کہ تمہارا دل ان سے لگے، جی ان سے بہلے۔

(۳) تمہارے اور ان کے تعلقات کی بنیاد ہی باہمی محبت، اخلاص اور ہمدردی پر ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنی رفاقت کے لیے اپنے ایک ہم جنس کی تلاش ہوتی ہے اور یہ خدا کی پیدا کی ہوئی فطرت ہے۔ چنانچہ زن و شوہر کے باہمی اخلاص و محبت کو خدا نے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔

قرآن پاک نے ایک لفظ سکون سے بیوی کی رفاقت کی جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے وہ میاں بیوی کے تعلقات کے تمام فلسفے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کا خلوت خانہ دنیا کی کشاکشوں اور مشکلوں میں امن و سکون کا گہوارہ ہونا چاہیے اور میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں اتنی خوشگواری ہونی چاہیے کہ جس سے عورت کی پیدائش کا منشا پورا ہو یعنی باہمی اخلاص و پیار، مہر و محبت اور سکون و چین۔ اگر کسی سے یہ اغراض پورے نہیں ہوتے تو اس میں دونوں یا دونوں میں کسی ایک کا قصور ہے۔

یہ باہمی میل جول کس طرح قائم رہ سکتا ہے اس کی صورت صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ بیوی شوہر کی فرمانبرداری اور شوہر بیوی کی دلجوئی کرے۔

میاں بیوی باہم اپنے اپنے حقوق کے اعتبار سے گو برابر ہیں لیکن جس طرح باپ اور بیٹے اپنے اپنے حقوق میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں اور شریعت کا حکم ہے کہ باپ افسر ہو کر رہے، بیٹا ماتحت ہو کر۔ باپ حکم دے اور بیٹا مانے۔ اسی طرح معاشرے کی انتظامی مشین میں مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔

یعنی مرد عورتوں پر حاکم، ان کے سر دھرے، ان کے امور کا انتظام کرنے والے، ان کی کفالت کرنے والے اور ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں اور دنیا کے انتظامی معاملات اور خانگی نظام میں عورت مرد کے ماتحت اور اس کی تابع ہے اور یہ اس لیے کہ مرد کو اپنے قوائے جسمانی اور دل و دماغ کی برتری حاصل ہے اور دوسرے یہ کہ عورت خرچ میں مرد کے دست نگر رہتی ہے اور مرد عورت کے جائز مصارف کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اس لیے نیک بیبیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ شوہر کی غیر حاضری میں اس کی عزت و ناموس اور اس کے مال و جائیداد کی نگہداشت کرنے والیاں ہوتی ہیں اور ہمہ اوقات اپنی اور اپنے شوہر کی عزت و آبرو اور مال کا خیال رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنی عصمت کا خیال اور شوہر کی وفاداری کا جذبہ پیدا کر کے انہیں محفوظ کر دیا ہے۔ مختصر لفظوں میں عورت کے ذمہ یہ تین فرائض ہیں جو قرآن کریم نے اس پر عائد کیے۔

(۱) اپنے شوہر کی اطاعت گزار اور وفادار ہو۔

(۲) سلیقہ شعار ہو کہ شوہر کے مال و دولت کو برباد نہ کرے۔

(۳) عفت مآب ہو کہ اپنی اور اپنے شوہر کی عزت و ناموس پر آنچ نہ آنے دے۔

سکول اور کالجوں میں پڑھی ہوئی لڑکیاں ذرا غور کریں اور اپنے دامن میں ذرا جھانک کر دیکھیں کہ وہ اس قرآنی معیار پر کہاں تک پوری اترتی ہیں۔ اب اس سلسلے کی چند احادیث کریمہ سنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) عورت پر سب لوگوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر اس کی ماں کا ہے۔ (حاکم)

(۲) اگر میں کسی شخص کو کسی مخلوق کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کا حق عورتوں کے ذمہ کر دیا ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے حق ادا نہ کرے۔ (ابوداؤد، حاکم)

(۳) عورت ایمان کا مزا نہ پائے گی جب تک حقِ شوہر ادا نہ کرے۔ (طبرانی)

(۴) عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے اور اس کی قسم

کو سجا کرے اور بغیر اس کی اجازت کے باہر نہ جائے اور ایسے شخص کو مکان میں نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔ (طبرانی)

(۵) عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (ابو نعیم)

(۶) جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور شوہر کا حق ادا کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہو گا۔ پھر اس کا شوہر باایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی ہے۔ ورنہ شہیدوں میں سے کوئی اس کا شوہر ہو گا۔ (طبرانی)

(۷) وہ عورت جس کا شوہر اس پر ناراض ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور کوئی نیکی بلند نہیں ہوتی۔ (بیہقی)

(۸) شوہر نے عورت کو بلایا، اس نے انکار کر دیا اور غصے میں اس نے رات گزاری تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو اللہ عزوجل اس سے ناراض رہتا ہے۔

(۹) جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حوریں کہتی ہیں کہ خدا تجھے قتل کرے اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔ (ترمذی)

(۱۰) اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضامندی کی تلاش میں رہو اس لیے کہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک یہ اس کے پاس کھانا رہتا یہ کھڑی رہتی۔ (ابو نعیم)

(۱۱) تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ شوہر اس سے جو کہے وہ مانے۔ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر شوہر قسم دے کر کچھ کہے تو وہ اس قسم کو پورا کر دے۔ (ابن ماجہ)

بیوی کے حقوق

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔

اردو میں یہ مضمون یوں ادا ہو گا یعنی جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اسی طرح عورتوں کا حق بھی مردوں پر ہے۔ گویا دنیا کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ بس مردوں کے حقوق عورتوں پر اور شوہروں کے حقوق بیویوں پر ہوتے ہیں۔ نہیں بلکہ اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق مردوں پر اور بیویوں کے حقوق بھی شوہروں پر ہوتے ہیں، عورتیں جانور یا جائیداد نہیں کہ مالِ موروثہ کی طرح ان پر مردوں کا تصرف کا حق حاصل ہو تو شوہر کہیں اس سے بھول میں نہ پڑ جائیں کہ ان کے صرف حقوق ہی حقوق ہیں اور فرض و ذمہ داری کچھ نہیں؟ فرائض ان پر بھی اسی طرح عائد ہوتے ہیں جس طرح ان کے ان کی بیویوں پر۔ اسی طرح بیویاں بھی کہیں اس روشن خیالی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ خدمت کرنا ہمارا کام نہیں۔ یہ کام مردوں کا ہے ہمارا کام خدمت لینا ہے۔

لیکن ان حقوق کا معیار وہ نہیں جو ہوائے نفس کے ماتحت کسی دستور سے لیا جائے اور اس کا نام ضابطہ حقوقِ نسواں رکھ دیا جائے بلکہ ان حقوق کی ساری باتیں اور تفصیلات شریعت مطہرہ کے احکام اور عقلِ سلیم کے ماتحت ہونی چاہئیں۔

شوہروں کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عورتوں کے مالک نہیں ان کی بیویاں ان کی کنیزیں نہیں۔ بلحاظ حقوق دونوں ایک سطح پر ہیں ہاں جسمانی ساخت اور دماغی قوت کے باعث مرد کو ایک طرح کی فضیلت حاصل ہے۔

قرآن کریم کا ارشادِ گرامی ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔

اس آیت کریمہ کا ماحصل یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے ساتھ خوش اسلوبی

سے گزر بسر کرنا چاہیے۔ خواہ وہ سہاگن ہوں یا بیوہ۔ آیت کریمہ نے تہمت، عیب جوئی، بدگمانی، اور غیبت و بدگوئی کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے۔

مرد بعض اوقات، اظہار خفگی کے وقت، عورت کی برائیاں گنانا شروع کر دیتا ہے اور اسے اپنا حق سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ جو عورت تمہارے دامن سے وابستہ ہے مانا کہ اس میں کچھ برائیاں اور لاپرواہیاں ہیں۔ لیکن ان برائیوں کے ساتھ کچھ خوبیاں بھی تو پائی جا سکتی ہیں۔ اگر وہ کاہل یا لاپرواہ ہے تو ساتھ ہی مثلاً تمہاری وفادار اور عصمت شعار بھی تو ہے تو اس کی ان خوبیوں کو بھی تو نظر میں لاؤ، کبھی ان کا بھی خیال کر لیا کرو۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

مرد عورت دونوں کو حکم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے مخلص اور وفادار رہیں بلکہ یک جان و دو قالب ہوں، ایک دوسرے کے پردہ پوش، ایک دوسرے کی زینت اور ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہوں اور ایک دوسرے کی معاشی اور معاشرتی کمی میں کمال کا وسیلہ بن کر رہیں۔

اکثر عورتوں میں ضد اور ہٹ ہوتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اس کی ضد کے مقابلے میں سختی اور درشتی سے کام نہ لے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو کہ ان کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے وہ تیرے لیے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔ (مسلم)

(۲) مسلمان مرد، اپنی مسلمان بیوی سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت بری معلوم ہے، دوسری پسند ہو گی۔ (مسلم) یعنی عورت کی ساری ہی عادتیں خراب نہیں ہوں گی جبکہ اچھی بری عادتیں اور ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہیے کہ خراب ہی عادت کو دیکھتا رہے بلکہ بری عادت سے چشم پوشی کرے اور اس کی اچھی عادتوں پر نظر رکھے۔ (مسلم)

سبحان اللہ مردوں کو بیویوں کے معاملے میں خوش، قانع اور راضی رہنے کا کیسا عمدہ نسخہ حکیم انسانیت نے تعلیم فرمادیا۔

(۳) تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔ (ترمذی)

انسان کے بہتر، خوش اخلاق اور صالح ہونے کی یہ ایک ایسی پہچان بتادی گئی ہے کہ اس آئینہ میں ہر شخص اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ جو اپنوں کے ساتھ احسان اور انصاف نہیں کر سکتا اس سے کیا توقع کہ وہ دوسروں سے اچھا سلوک کرے گا۔ حسنِ معاملہ اور نیکی گھر سے شروع ہونی چاہیے۔ حجتہ الوداع کے مشہور خطبہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

(۴) اے لوگو! عورتوں کے بارے میں، نیکی اور بھلائی کرنے کی وصیت فرماتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ بے شک عورتوں کا تمہارے اوپر حق ہے تم ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی اختیار کرو۔ (ابن ماجہ)

(۵) ایک موقع پر ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے؟ فرمایا جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب اور جیسا خود پہنے اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لیے اس کو علیحدہ کردے۔ (ابن ماجہ)

الغرض اسلامی خاندان میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا بہی خواہ ایک دوسرے کا ہمدرد اور ایک دوسرے کا پردہ پوش رہنا چاہیے۔ باہمی رواداری سے کام لینا چاہیے، دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ وہ اس کے لیے اوڑھنا بچھونا ہے یہ اس کے لیے اوڑھنا بچھونا ہے جس طرح لباس جسم کے عیبوں کو چھپاتا ہے اور اس کے حُسن و خوبی کو ابھارتا ہے، اسی طرح شوہر اور بیوی کا اخلاقی کمال یہ ہے کہ ایک دوسرے کی کمزوری کو چھپائیں اس پر صبر کریں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کو نگاہ میں رکھیں اور بہتر سے بہتر صورت میں اپنے باہمی تعلقات کو ظاہر کریں۔

چہل احادیث

ارشاد فرماتے ہیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ بیماری ہے اور اس میں برکت نہیں ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اگر ابھی دستر خوان نہ اٹھایا گیا ہو تو پڑھ کر کچھ کھالے اور دستر خوان اٹھالیا گیا ہو تو بسم اللہ پڑھ کر انگلیاں چاٹ لے۔ (ابن عساکر)

(۲) کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے نہ پانی پئے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ (مسلم)

(۳) کھڑے ہو کر ہرگز کوئی شخص پانی نہ پئے اور جو بھول کر ایسا کر گزرے وہ قے کر دے۔ (مسلم)

(۴) جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا احترام کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلی بولے یا چپ رہے اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری)

(۵) جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دے سوائے منہ اور ہتھیلیوں کے۔ (ابوداؤد)

(۶) جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔ (ابن ماجہ) لباسِ شہرت سے مراد یہ ہے کہ تکبر کے طور پر اچھے کپڑے پہنے۔ یہ عادت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ انہیں خاص خیال رکھنا چاہیے۔

(۷) ان عورتوں پر لعنت جو مردوں کی طرح وضع قطع اختیار کریں اور ان مردوں پر لعنت جو عورتوں کی طرح رہیں سہیں۔ (ابوداؤد)

(۸) سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ مت چھوڑا کرو۔ (بخاری)

(۹) جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت

کرے۔ (ابو یعلی)

(۱۰) جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کرو۔ تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ (ترمذی)

(۱۱) جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں رب العالمین، اور اگر وہ رب العالمین (بھی) کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم کرے) (طبرانی)

(۱۲) ان دلوں میں بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے میں پانی لگ جانے سے زنگ لگتی ہے۔ عرض کیا، یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی جِلا (صفائی) کس چیز سے ہوگی؟ فرمایا: کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوت قرآن پاک سے۔ (بیہقی)

(۱۳) بدفالی کوئی چیز نہیں اور فال اچھی چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی فال کیا چیز ہے؟ فرمایا: اچھا کلمہ جو کسی سے سنے۔ (مسلم) یعنی کہیں جاتے وقت یا کسی کام کا ارادہ کرتے وقت، کسی کی زبان سے اگر اچھا کلمہ نکل گیا تو یہ فال حسن ہے۔

(۱۴) دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون (باعث لعنت) ہیں۔ نغمہ کے وقت باجے کی آواز، مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔ (بزار)

(۱۵) گانے سے دل میں نفاق اگتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی اگتی ہے۔ (بیہقی)

(۱۶) بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۷) ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزانہ کہتے ہیں کہ تو خدا سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہے تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

(۱۸) آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ ہے کہ لایعنی چیز چھوڑ دے یعنی جو چیز کارآمد نہ ہو اس میں نہ پڑے۔ (امام مالک)

(۱۹) فحش جس چیز میں ہوگا اسے عیب دار کردے گا اور حیا جس چیز میں ہوگی اسے آراستہ کردے گی۔ (ابن ماجہ)

(۲۰) اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں۔ دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور جو شخص جرم سے بری ہے اس پر تکلیف ڈالنا چاہتے ہیں۔ (بیہقی)

(۲۱) مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کو ٹٹولا نہ کرو۔ (احمد)

(۲۲) حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے اور صدقہ خطا کو بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۲۳) سب سے برا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جس نے دوسرے کی دنیا کے بدلے میں اپنی آخرت برباد کردی۔ (ابن ماجہ)

(۲۴) مسلم کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے پھر جس نے ایسا کیا اور مرگیا تو جہنم میں گیا۔ (امام احمد)

(۲۵) جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی ہو اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔ (حاکم)

(۲۶) وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت و توقیر نہ کرے اور اچھی بات کا حکم نہ کرے اور بُری بات سے منع نہ کرے۔ (ترمذی)

(۲۷) جو شخص مسلم کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری)

(۲۸) ایمان و حیا دونوں ساتھی ہیں ایک کو اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

(۲۹) اپنے صحن (و مکان) کو ستھرا رکھو یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ (ترمذی)

(۳۰) اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نظر نہیں فرماتا۔ وہ تمہارے دل اور اعمال کی طرف نظر کرتا ہے۔ (مسلم)

(۳۱) جس گھر میں کتا ہو یا تصویر اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (مشکوٰۃ)

(۳۲) صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور بندہ کسی کا قصور معاف کردے تو اللہ

تعالیٰ اس کی عزت بڑھائے گا۔ (بخاری)

(۳۳) اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کہ وہ پاک کرنے والی ہے، تجھے پاک کردے گی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سوالی کا حق پہچان۔ (امام احمد)

(۳۴) دو عورتیں خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے ارشاد فرمایا: تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا تو کیا تم اسے پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے۔ عرض کیا نہیں فرمایا: تو اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (ترمذی)

(۳۵) ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہے اور بخل سے بچو کہ بخل نے اگلوں کو ہلاک کیا۔ اسی بخل نے انہیں خون بہانے اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔ (مسلم)

(۳۶) جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنادے تو جب تک اس میں کا اس شخص پر ایک پیوند بھی رہے گا یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔ (ترمذی)

(۳۷) جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی ملی: (۱) دل، شکر گزار۔ (۲) زبان، یادِ خدا کرنے والی۔ (۳) بدن، بلا پر صابر اور (۴) ایسی بی بی کہ اپنے نفس اور مالِ شوہر میں گناہ کی طالب نہ ہو۔ (طبرانی)

(۳۸) جب ایسا شخص پیغام بھیجے جس کے خلق اور دین کو پسند کرتے ہو تو نکاح کر دو، اگر نہ کروگے تو زمین میں فتنہ و فسادِ عظیم ہوگا۔ (ترمذی)

(۳۹) جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنّت کی خُوشبو حرام ہے۔ (امام احمد)

(۴۰) (کسی کے مرنے یا مصیبت کے وقت) جو منہ پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکار نا پکارے۔ (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں۔ (بخاری)

اولاد کی تعلیم و تربیت

مرد اور عورت کے خانگی تعلقات کا مقصد صرف عمل زوجیت کی تکمیل اور تسکینِ نفس نہیں بلکہ اسلام کے نزدیک یہ ایک تمدنی فریضہ ہے جس سے نسلِ انسانی کی حفاظت مطلوب ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ عورت کا کام محض بچے پیدا کرنا نہ ہو بلکہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی مناسب پرورش بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے عورت کے لیے "حرث" یعنی کھیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس طرح ایک کھیت کے دامن سے ایک خاص ترتیب اور عمل سے فصل تیار ہو کر نکلتی ہے، اسی طرح صنف نازک کے دامن سے بھی نسلِ انسانی کو مکمل طور پر تیار ہو کر نکلنا چاہیے۔ چنانچہ والدین کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کا خاص خیال رکھیں اور ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ معاشرے کے معزز فرد بن سکیں۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بچوں کی اخلاقی تربیت کے قواعد کو ایک دستور العمل کے طور پر مرتب کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

تربیت کی اصل بنیاد چونکہ بچپن میں پڑتی ہے اس لیے اسی وقت سے اس کی دیکھ بھال رکھنی چاہیے۔ بچے میں سب سے پہلے غذا کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اسے بتانا چاہیے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔ دسترخوان پر جو کھانا سامنے اور قریب ہو اسی طرف ہاتھ بڑھائے۔ کھانے کی طرف یا کھانے والوں کی طرف نظر نہ جمائے۔ جلد جلد نہ کھائے، نوالہ اچھی طرح چبائے، ہاتھ اور کپڑے کھانے میں آلودہ نہ کرے، کم کھائے اور معمولی کھانے پر اکتفا کرے اور دوسروں کو بھی کھلائے۔

سفید کپڑے پہننے کا شوق دلایا جائے اور اسے سمجھایا جائے کہ یہ شوخ رنگ کے کپڑے یا ریشمی یا بھڑک دار کپڑے پہننا عورتوں کا کام ہے۔ جو لڑکے اس قسم کے کپڑوں کے عادی ہوں ان کی صحبت سے بچایا جائے۔ کاہلی اور آرام پرستی سے نفرت دلائی جائے۔ جب بچے سے کوئی پسندیدہ فعل ظہور میں آئے تو تعریف کر کے اس کا دل بڑھایا

جائے اور اسے انعام دیا جائے۔ اس کے خلاف کبھی کوئی بات ظاہر ہو تو چشم پوشی کرنا چاہیے تاکہ بُرے کاموں پر دلیر نہ ہو جائے۔ خصوصاً جب وہ خود اس کام کو چھپانا چاہتا ہے، اگر دوبارہ وہ فعل سرزد ہو تو تنہائی میں اسے سمجھانا چاہیے کہ یہ بہت بُری بات ہے، لیکن بار بار اس کو ملامت نہ کرنی چاہیے۔ اس سے بات کا اثر کم ہو جاتا ہے اور بچے میں ڈانٹ ڈپٹ سننے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

اس بات کی سخت تاکید کرنی چاہیے کہ بچہ چھپا کر کوئی کام نہ کرے۔ کیونکہ بچہ اسی کام کو چھپا کر کرتا ہے جس کو وہ برا سمجھتا ہے۔ اس لیے جب چھپا کر کام کرنے کی عادت چھوٹ جائے گی تو بچہ بہت سی بُری عادتوں سے محفوظ رہے گا۔

مجلس میں تھوکنے، جماہی اور انگڑائی لینے، لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنے، پاؤں پر پاؤں رکھنے اور ٹھوڑی کے نیچے ہتھیلی رکھ کر بیٹھنے سے منع کرنا چاہیے۔

قسم کھانے سے بالکل روکنا چاہیے گو سچی ہو۔ بات خود شروع نہ کرے بلکہ پوچھے تو جواب دے۔ مخاطب کی بات کو توجہ اور غور سے سنے۔ مکتب سے پڑھ کر نکلے تو اس کو موقع دیا جائے کہ کوئی کھیل کھیلے۔ کیونکہ ہر وقت پڑھنے لکھنے میں مصروف رہنے سے دل بجھ جاتا ہے۔ ذہن کند ہو جاتا ہے اور طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے۔ انتھی۔

مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: ”زبان کھلتے ہی“ اللہ اللہ پھر لا الہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھایا جائے۔ جب تمیز آئے تو قرآن مجید پڑھائے۔ استاد نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کر دے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن مجید ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائدِ اسلام و سُنّت سکھائے کہ لوحِ سادہ فطرتِ اسلامی و قبولِ حق پر مخلوق ہے۔ اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہو گا۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصلِ ایمان و عینِ ایمان ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سُنّت و زیورِ ایمان بلکہ باعثِ بقائے ایمان ہے۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔ علمِ دین خصوصاً

وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر و لسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل، حرص، طمع، حبِ دنیا، حبِ جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔ پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔ موقع موقع پر چشم نمائی تنبیہہ و تحدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کو کوسنا ان کے لیے سببِ اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔ نہ ہرگز ہرگز کتبِ عشقیہ و غزلیاتِ فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔ جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔ خاص لڑکی کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے، سینا، پرونا، کاتنا، کھانا پکانا سکھائے۔ بیٹیوں سے زیادہ دلجوئی اور خاطرداری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔ جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے۔

جہاں ناچ گانا ہو ہرگز نہ جانے دے، اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے۔ بلکہ بیگانوں میں جانے کی مطلقاً بندش کرے۔ گھر کو ان پر زنداں کر دے۔ (مشعلہ الارشاد)